مقالاتِ
سیرتِ طیّبہ
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

نام کتاب .... **مقالات سیرت طیبہ**

تصنیف .... علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

صفحات 260

تعداد 1000

اشاعت اول .... ربیع الاول 1414ھ / ستمبر 1993ء

اشاعت سوم .... ذیقعد 1426ھ / دسمبر 2006ء

باہتمام .... حافظ نثار احمد قادری، فاروق احمد سعدی

ناشر .... مکتبہ قادریہ، جامعہ اسلامیہ کھوکھر نیاز بیگ لاہور

کتابت .... محمد شریف گل کڑیال کلاں۔ گوجرانوالہ

تصحیح .... حافظ محمد شاہد اقبال

ہدیہ .... [illegible]/= روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور Ph:042-7226193

مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز، اچھی سن ہاؤسنگ سوسائٹی کھوکھر نیاز بیگ۔ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

جن دنوں راقم الحروف جامعہ امدادیہ مظہریہ ' بندیال ' ضلع خوشاب میں استاذ الکل ملک المدرسین حضرت مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کی بارگاہ میں اکتساب علم و فیض کر رہا تھا ' ان دنوں وہاں کے ماحول کے مطابق استاذ گرامی کی تقریرات ضبط تحریر میں لاتا رہتا ' کچھ اردو میں ' کچھ عربی میں اور کچھ فارسی میں ' یہ استاذ مکرم کا حکم نہیں ہوتا تھا ' بلکہ طلباء کی اپنی خواہش اور کوشش ہوتی تھی کہ عصر حاضر کے نابغۂ روزگار استاذ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ محفوظ کر لیا جائے ' ان کی تدریس کا کمال یہ ہے کہ کتاب کے ایک ایک گوشے کو کمال شرح و بسط سے بیان کر کے طلبہ کے دل و دماغ میں اتار دیتے ہیں ' اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ طلبہ کے دلوں میں علم حاصل کرنے کا شوق ' جنون کی حد تک پہنچا دیتے ہیں ' راقم کو جو تھوڑا بہت لکھنے پڑھنے کا ذوق ہے اسی بارگاہ سے ملا ہے۔

فارغ ہونے کے بعد ۱۹۶۵ء سے درس و تدریس کا آغاز کیا جو بحمدہ تعالیٰ تادم تحریر جاری ہے اس دوران ایک سال جامعہ نعیمیہ ' لاہور دو سال جامعہ نظامیہ ' لاہور چار سال جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور دو سال مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم ' چکوال میں پڑھاتا رہا۔ ۱۹۷۴ء سے آج تک جامعہ نظامیہ رضویہ ' لاہور سے وابستہ ہوں ' تدریس کے علاوہ لکھنے کا سلسلہ بھی جاری رہا ' کچھ درسی کتب کے حواشی، کچھ تراجم اور کچھ تالیفات کی توفیق ملی جن میں سے اکثر و بیشتر طبع ہو چکی ہیں ' ان کے علاوہ کچھ مضامین اور مقالات لکھے جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے ' کچھ کتابوں پر مقدمے لکھے یہ سب اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا ورنہ میں ہرگز اس لائق نہ تھا۔

کچھ عرصہ پہلے یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کیوں نہ بکھرے ہوئے مضامین اور مقالات کو یکجا کر کے شائع کر دیا جائے ' ممکن ہے کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ فقیر کے حق میں دعائے خیر و مغفرت ہی کر دے ' چنانچہ متفرق مضامین اکٹھے کرنا شروع کر دیئے ! اس سلسلے میں عزیزم مولانا محمد صفدر شاکر سلمہ نے بہت تعاون کیا ' حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری ' مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور عزیزم ممتاز احمد سدیدی کے مشورے بہتر سے بہتر راستے کی طرف گامزن ہونے میں معاون رہے۔

اب جو جائزہ لیا تو یہ تمام مواد ایک کتاب میں سمیٹنا مشکل نظر آیا ' کیونکہ اس طرح

کتاب کی ضخامت بڑھ جاتی' اس لئے طے پایا کہ ان مقالات کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور سب سے پہلے سیرت طیبہ سے متعلق مقالات شائع کر کے برکت حاصل کی جائے۔

پہلا مجموعہ مقالات سیرت طیبہ کے نام سے ہدیہ قارئین ہے

اس مجموعے میں راقم کے پانچ مقالات شامل ہیں

۱۔ النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم : علامہ ابن حجر مکی کے عربی رسالے کا ترجمہ ہے یہ رسالہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کی کتاب مبارک جواہر البحار کی تیسری جلد سے لیا گیا ہے۔

۲۔ محافل میلاد اور غیر مستند روایات : علامہ ابن حجر مکی کی طرف منسوب ایک عربی رسالہ ترکی سے چھپا جس کا اردو ترجمہ پاکستان میں شائع ہوا' یہ رسالہ نہ صرف یہ کہ جعلی تھا بلکہ غیر مستند روایات پر بھی مشتمل تھا' راقم نے ازراہ دیانت داری اس مقالے میں اس کا جعلی ہونا بیان کیا' بعد ازاں اصل رسالے کا ترجمہ کیا جس کا تذکرہ نمبرا پر کیا گیا ہے۔

۳۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیت الٰہی : اس مقالے کا مقصد یہ تھا کہ مقررین اور نعت گو حضرات اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھیں تاکہ افراط کا شکار نہ ہو جائیں

۴۔ اخلاق عظیمہ : یہ مقالہ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے زیراہتمام منعقد ہونے والی ادبی اور تنقیدی نشست میں ۲۳ فروری اور ۲۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو دو قسطوں میں پڑھا گیا

۵۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود : مشہور ادبی مجلہ نقوش' لاہور کے مدیر محمد طفیل صاحب کی فرمائش پر سیرت ابن ہشام کے ایک حصے کا ترجمہ کیا جس میں سولہ وفود کا ذکر تھا' پھر دیگر کتب سیرت کے حوالے سے مزید چھپن (۵۶) وفود کا ذکر کیا اس طرح اس مقالے میں بہتر (۷۲) وفود کا تذکرہ آگیا ہے۔ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال نے بڑی محنت سے تصحیح کی ہے۔

چونکہ یہ متفرق مقالات کا مجموعہ ہے' باقاعدہ سیرت مبارکہ کی کتاب نہیں ہے' اس لئے قاری کی تشنگی دور کرنے کے لئے جناب صاحبزادہ سید رضی شیرازی' علی پوری (مریدکے) کا ایک مقالہ ابتدا میں ان کے شکریے کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے' اس مقالے کا عنوان ہے آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ مقالہ اگرچہ مختصر ہے مگر معلومات افزا اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کے عمدہ مثال ہے

اللہ تعالیٰ راقم کی اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور دیگر مقالات کی اشاعت کے وسائل عطا فرمائے۔ آمین

۲۲ مئی ۱۹۹۳ء محمد عبدالحکیم شرف قادری

آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ کے ۷۰ افراد کا قبول اسلام
بیعت عقبہ ثانیہ — عمر ۵۳ سال ۱۳ نبوت

ہجرت از مکہ معظمہ و داخلہ غار ثور : عمر ۵۳ سال جمعرات
۲۷ صفر ۱۳ نبوت

قبا میں تشریف آوری : بروز پیر ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت

داخلہ مدینہ منورہ، فرضیت جمعہ کا حکم
قیام بمکان ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ — ۱۲ ربیع الاول ۱ھ — عمر ۵۳ سال ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء

بنیاد مسجد نبوی : عمر ۵۳ سال : ۲۲ ربیع الاول ۱ھ

حکم تحویل کعبہ (در مسجد قبلتین) بروز ہفتہ : ۱۵ شعبان ۲ھ

فرضیت روزہ، زکوٰۃ، جہاد : یکم رمضان : ۲ھ

نماز عید الفطر کی ادائیگی : یکم شوال : ۲ھ

معرکہ بدر : عمر ۵۵ سال : ۱۷ رمضان ۲ھ

معرکہ احد و حرمت شراب : عمر ۵۶ سال : شوال ۳ھ

قاری القرآن صحابہ کرام کی شہادت : عمر ۵۶ سال ۴ھ

غزوہ خندق : عمر ۵۸ سال : ۵ھ

زنا، قذف، لعان کے فوجداری
قوانین کا نفاذ، پردے کا حکم — عمر ۵۸ سال ۵ھ

صلح حدیبیہ — عمر ۵۹ سال — ذی قعدہ ۶ھ

فتح قلعہ خیبر، دنیا کے مختلف بادشاہوں
کے نام حضورؐ نے دعوت اسلام کے خطوط
ارسال فرمائے۔ — یکم محرم ۷ھ

فتح مکہ معظمہ ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ

اسلامی حکومت کا قیام، حکام کا تقرر، قوموں
کی آزادانہ سیاسی انتخابات، غیر مسلم
اقوام سے سلوک : — عمر ۶۰ سال ۸ھ

صدقات و زکوٰۃ کے محصلوں کا تقرر : عمر ۶۱ سال ۹ھ

واقعہ تبوک، ادائیگی حج بامارت صدیق اکبر : ذی الحجہ ۹ھ

مختلف قبائل اور ممالک کے وفود کی آمد : ذی الحجہ ۹ھ

مختلف ممالک یمن، بحرین، عمان وغیرہ تک
اثرات : ۱۰ھ

حجۃ الوداع، آپ کا امت سے آخری خطاب : عمر ۶۳ سال : ۱۰ھ

وصال سے ۵ روز قبل مسجد نبوی میں
امت محمدیہ سے رسول اللہ کا آخری خطاب — جمعرات نماز ظہر

وصال خاتم الانبیاء حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — عمر شریف ۶۳ سال

بروز : پیر
بوقت : چاشت

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

بمطابق : ۷ جون ۶۳۲ء

تدفین جسد اطہر : ۳۲ گھنٹے بعد وصال
۱۳-۱۴ ربیع الاول (منگل، بدھ درمیانی شب)
۱۱ھ

حضور کا سلسلۂ نسب: خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ خاندان آپ کے
والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کے بعد عدنان اور ثابت
سماعیل علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ بعض تاریخی شواہد کے مطابق
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے ۲۶۵۳ سال بعد اس دنیا میں
لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ والد کا نام حضرت
اللہ رضی اللہ عنہ۔ ماں کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا۔

حضور کے دودھ شریک بہن بھائی: حضور خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے دودھ
شریک (رضاعی) بہن بھائی چار تھے (۱) عبداللہ (۲)
(۳) صدیقہ (۴) اور حذافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
حضرت شیما رضی اللہ عنہا دونوں اسلام کی نعمت سے مشرف ہوگئے۔ باقی حضرات کا حال معلوم نہیں ہوسکا۔
کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بچپن میں حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیے وہ بھی رضاعی
تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادری زبان مبارک عربی تھی۔ اللہ تعالٰی نے اپنی آخری مقدس کتاب
آن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ حضور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اپنا
اس عموماً سفید، سادہ، موٹا اور روئی سے تیار شدہ استعمال فرماتے۔ ملبوسات میں۔ جبہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، حلہ
، ازار بند، وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ کو بہت پسند تھی۔ جو بُردِ یمانی کے نام
مشہور ہے۔ سُرخ لباس مردوں کے لیے منع فرماتے۔ کبھی سیاہ عمامہ اور اکثر عمامے کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے
ٹوپی پہنتے جو سر مبارک کے بالوں کے ساتھ چپٹی ہوتی۔ عمامے کے شملے دونوں پیچھے شانے مبارک
تے۔ نمائش اور فاخرہ لباس کو ناپسند فرماتے۔ کرتے کا تکمہ اکثر کھلا رکھتے تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ
سلم کے خصوصی دوست احباب قبل از نبوت (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حکیم بن حزام
اللہ عنہ رئیس مکہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی جنہوں نے قبول اسلام کے بعد مکہ

کا دا اللہ وہ ایک لاکھ درہم میں خرید کے خیرات کر دیا۔ حضور سے عمر میں ۵ سال بڑے تھے (۲۱) حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بنی ازد قبیلہ کے معروف طبیب تھے۔ جنہوں نے حضور کی زبان مبارک سے کلام القدس کا اعلان کیا تھا کہ "یہ کسی مجنون کا کلام نہیں۔ بلکہ اللہ کا ہے" اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حُضور کی ازواجِ مُطہرات

اسم گرامی	سن نکاح	عمر وقت نکاح	حضور کی عمر	حضور کی خدمت میں عرصہ
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	سنہ ۲۵ میلاد	۲۸/۴۰ سال	۲۵ سال	۲۵ سال
حضرت سودہ "	سنہ ۱۰ نبوت	۵۰ "	۵۰ "	۱۳ "
حضرت عائشہ صدیقہ "	سنہ ۱۰ نبوت	۹/۱۸ "	۵۰ "	۹ "
حضرت حفصہ "	شعبان سنہ ۳ھ	۲۲ "	۵۵ "	۸ "
حضرت زینب بنت خزیمہ "	شعبان سنہ ۳ھ	۳۰ "	۵۵ "	۳ ماہ
حضرت ام سلمہ "	سنہ ۴ھ	۲۶ "	۵۶ "	۷ سال
حضرت زینب بنت جحش "	سنہ ۵ھ	۳۶ "	۵۷ "	۶ "
حضرت جویریہ "	شعبان سنہ ۵ھ	۲۰ "	۵۷ "	۶ "
حضرت ام حبیبہ "	سنہ ۶ھ	۳۶ "	۵۷ "	۶ "
حضرت صفیہ "	جمادی الاخریٰ سنہ ۷ھ	۱۷ "	۵۸ "	۳/۳/۴ "
حضرت میمونہ "	سنہ ۷ھ	۳۶ "	۵۹ "	۳/۱/۲ "

حضور کی تمام ازواج مطہرات اور بیٹیوں کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ نقرہ سے زائد نہ تھے۔ امہات المومنین میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ معظمہ میں ہے۔ باقی ازواج مطہرات مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رسول اللہ کے فرزندان ارجمند تین تھے۔ (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ (۳) حضرت

ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ کی کنیت طیب اور طاہر تھی۔ طیب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ کنیت اور طاہر کنیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تھی۔

بڑے لڑکے کی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما دونوں فرزند حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں فرزند حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ سب سے پہلے حضرت قاسم اور سب سے چھوٹے حضرت ابراہیم تھے یہ سب بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ پہلے دونوں فرزند مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں مدینہ منورہ ہی میں مدفون ہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ سب سے بڑی حضرت زینب اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ تھیں۔ چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد اور چاروں کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ حضرت زینب کا نکاح اُن کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ نے اپنے خالہ زاد ابو العاص بن ربیع اُموی سے کیا تھا۔ ایک صاحبزادہ علی اور ایک صاحبزادی امامہ ان کی اولاد تھی ۸ھ کو مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ سیدہ رقیہ کا نکاح قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عتبہ کے ساتھ ہوا تھا اور ظہور اسلام کے بعد طلاق ہوئی اور حضرت عثمان غنی سے ان کا نکاح ہوا ان کی اولاد ایک لڑکا عبداللہ تھے۔ وفات ۲ھ میں ہوئی۔ سیدہ اُم کلثوم حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں ان کا نکاح بھی قبل از اسلام ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اسی طرح ان کی بھی طلاق ہوئی اور سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد وہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں بیٹیوں کی مناسبت سے ہی حضرت عثمان غنی (ذی النورین) کے لقب سے نوازے گئے۔ اُم کلثوم نے ۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے حضرت حسن اور حسین اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت اُم کلثوم تھیں۔ اُم کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ نے حضور کے وصال کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وفات پائی۔ آپ مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ کے فرزند ارجمند

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو آپ کے بڑے بیٹے ہیں ان کی قبر بھی آپ کے پہلو میں ہے۔

حضور سید الکونین کا سامان زندگی: حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر میں کیا سامان زندگی تھا اور حضور اکرم کی ازواج مطہرات کے لیے حضور نے کس قسم کا سامان زندگی مہیا فرمایا تھا۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ انہیں جو اثاثہ میسر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک ٹوٹے ہوئے پیالے میں ہی تمام قسم کے مشروبات نوش فرماتے تھے۔ حضور کی ازواج مطہرات اپنی ضروریات کی چیزیں گھر میں رکھ کر باقی سب اللہ کے راستے میں غریبوں، یتیموں میں خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ تمام امہات المومنین کے مکان الگ الگ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور مختصر تھے۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصے میں کھلتا جسے "رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ جنت کے باغات میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے"۔ یہ اس قدر تھا کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے لیے صحابہ کرام حجرے میں داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ ان تمام حجروں کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کے آرام فرمانے کے لیے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا موجود ہوتا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ حضور کے تمام حجروں کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور ان میں شگاف پڑ گئے تھے کہ سوراخوں سے دھوپ اندر آتی تھی۔ تمام چھتیں کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھائی تھیں۔ بارش سے بچنے کے لیے کمبل لپیٹ دیئے جاتے۔ حجروں کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔ کاشانۂ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا۔ لیکن اس میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا۔ گھر کی ظاہری زیب و آرائش آپ کو پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دھاری دار رنگین کپڑے لٹکا دیئے تو حضور سخت ناراض ہوتے اور فرمایا کہ ہمیں مال اینٹ اور پتھروں کو لباس پہنانے

کے لیے نہیں دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم کے اخلاق و عادات: محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات سراپا قرآن مجید تھے آپ نہایت خلق و محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے، سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے، مصافحہ اور معانقہ کرتے۔ وقار اور متانت کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ غریبوں، بیواؤں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کا پانی بھرتے ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے لاکر دیتے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات خود کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی نذر ہو جاتی۔ تمام اہل و عیال فاقہ کرتے، ہمیشہ سادہ اور ایک ہی غذا پر گزارہ کرتے کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے سامنے جو کھانا ہوتا اسی پر اکتفا کرتے سب کے مل جل کر زمین پر اس طرح فروکش ہوتے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ دکھائی دیتا۔ آپ کا مقدس چہرہ انور ہی پہچان کی علامت تھا۔ عام انسانوں کے ساتھ یکساں اور مساوات کا سلوک کرتے امیر غریب، چھوٹے بڑے، کالے گورے کی کوئی تمیز اور فرق نہ رکھتے، زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، انسانوں کی عزت و توقیر صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر کرتے۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ حضور کی خدمت میں آپ کے جانثار صحابہ کرام ہر وقت حکم کے منتظر اور مستعد رہتے۔ آپ کے ادنیٰ اشارۂ ابرو پر جانثاری کو دنیا و آخرت میں سرخروئی اور نجات کا باعث سمجھتے۔ باایں ہمہ حضور اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے تاکہ امت کا کوئی فرد محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ سے کام کو معیوب خیال نہ کرے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے معمولات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضور گھر کے کام کاج میں معروف رہتے اور کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے گھر میں خود جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو خود ہی اس کی مرمت کر لیتے تھے۔ ڈول میں ٹانکے خود لگا لیتے۔ اونٹ اور سواری کے جانور خود باندھتے۔ چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا خود گوندھتے تھے۔ ہاتھ سے کبھی اپنے کسی غلام، لونڈی، کسی عورت اور کسی جانور کو نہیں مارا۔ آپ نے کسی سائل کی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ آپ حیوانات پر بھی رحم فرماتے تھے اور اس بے زبان مخلوق پر جو ظلم روا رکھے جاتے، آپ نے اس سے منع فرمایا۔ جانوروں کے گلے میں قلادہ

ڈالنے کا رواج ختم کرایا۔ زندہ جانور کے بدن کا گوشت کاٹنے جانور کی دم اور بال کاٹنے، پرندوں کے انڈے اور ان کے گھونسلوں سے بچے اٹھانے کو منع فرمادیا۔ جانوروں کو بھوکے پیاسے رکھنے والے مالکوں کو سخت تنبیہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم طہارت، پاکیزگی اور خوشبو کو پسند فرماتے، اجلا اور پاکیزہ لباس پہنتے اور دوسروں کو پہننے کا حکم دیتے۔ اجتماع عام خصوصاً جمعہ کی نماز کے لیے صاف ستھرا لباس پہنتے۔ خوشبو اور سرمہ لگانے کا حکم دیتے تاکہ پسینے کی بو سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو معمولی تکلیف تک بھی نہ پہنچے۔ شرم وحیا کی تلقین فرماتے۔ دوسروں کے سامنے ننگا نہانے، بے پردہ ہونے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، زنا، شراب، سود اور فسق و فجور کی سختی سے ممانعت فرماتے۔

حضور کا عدل و انصاف: حضور خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب کے بے شمار قبائل سے واسطہ پڑتا تھا۔ وہ قبائل اور خاندان ایک دوسرے کے سخت دشمن سمجھتے تھے حضور نے ان تمام قبائل کے ساتھ ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا اور اسلام کی دعوت دینے یا عدل و انصاف کا معاملہ کرنے وقت کسی خاص قبیلے یا کسی خاص فرد کی طرفداری نہیں کی حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم کا فرق و امتیاز بھی روا نہیں رکھا۔ بلکہ سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا چنانچہ ایک مرتبہ مخزوم قبیلے کی ایک عورت نے چوری کی۔ بعض لوگوں نے اس عورت کو سزا سے بچانے کے لیے حضور کے نہایت ہی پیارے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمائش کر کے معافی کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سفارش پر ناراض ہو کر فرمایا۔ "بنی اسرائیل اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں سے درگزر کرتے تھے۔" حضور نے ایسے ہی موقع پر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ حضور محسن انسانیت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں انسانوں کو غلامی کی ذلت اور کالے گورے کے فرق و امتیاز سے نجات دلا کر شرف انسانیت سے سرفراز کیا۔ وہاں انسانوں میں اقتصادی و معاشی مساوات قائم کرنے کے سلسلے میں جو اصلاحات نافذ کیں اور جو اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ وہ تاریخ انسانی کا باعث صد افتخار سرمایہ ہے۔

(۱) حضور نے فرمایا وہ شخص ایماندار نہیں جو خود پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا ہمسایہ فاقے اور بھوک سے نڈھال ہو۔

(۲) آپ نے فرمایا تم مزدور کو جو محنت و مشقت کر کے پسینہ سے شرابور ہو جاتے اس کا پسینہ خشک ہونے سے

پہلے اس کی مزدوری ادا کردو۔ ۳۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے مردہ اور بنجر زمین کو زندہ کر کے قابل کاشت بنالیا اور بیکار زمین پر طیر دکھڑی کر کے قبضہ کر لیا وہ اس کی ہوگی۔ ۴۔ حضورؐ نے فرمایا کہ زمین اس کی ہے جو اس پر کاشت کرتا ہے اور جو شخص کاشت کے بغیر تین سال تک بیکار چھوڑ دے اس کا حق ملکیت خود بخود ساقط ہو جاتا ہے۔

۵۔ آپ نے فرمایا پانی، گھاس اور آگ میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں۔ یعنی جو چیزیں قدرتی پیداوار اور وسائل میں شامل ہیں (درخت، معدنیات، گیس، تیل وغیرہ) وہ سب انسانوں کی مشترکہ میراث ہیں۔ ۶۔ حضورؐ نے فرمایا جس شخص نے چالیس روز تک سامان غذا کو (گراں فروشی) کے لیے ذخیرہ کیا۔ اللہ کی ذات سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔ ۷۔ آپ نے فرمایا، جس شخص نے کھوٹ ملا کر دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضورؐ کی تحریری تبلیغ اسلام: حضور ختم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے زبانی دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ تحریر و نشار کی صورت میں دنیا کے مختلف با اثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط ارسال کر کے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ایسے والا ناموں کی تعداد (۲۵۰) سے زائد بیان کی گئی ہے ان میں سے بعض مشہور افراد کے نام حسب ذیل ہیں۔

مملکت	حکمران کا نام	قاصد نبوی کا اسم گرامی
حبشہ	شاہ نجاشی اصحمہ بن الجبر	حضرت جعفر طیار، حضرت عمرو بن امیہ ضمری
مصر	شاہ مصر مقوقس	حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ
ایران	شاہ کسریٰ خسرو پرویز	حضرت عبداللہ ابن حذافہ
روم	قیصر روم ہرقل	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی
یمامہ	ہوذہ بن علی	حضرت سلیط بن عمرو
بحرین	منذر بن ساوی	حضرت علاء بن الحضرمی
دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	حضرت شجاع بن وہب اسدی
عمان	جیفر بن جلندی بن عامر	حضرت عمرو بن العاص

علاوہ ازیں پاپائے روم، شاہان حمیر اور خیبر کے یہودی سرداروں کے نام بھی والا نامے ارسال کرکے دعوت اسلام دی گئی۔

ان مکتوبات گرامی کی بنا پر دنیا کا سب سے پہلا بادشاہ جس نے دعوت اسلام قبول کرنے کا شرف و اعزاز حاصل کیا وہ شاہ حبشہ حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور دنیا کا وہ بادشاہ جس نے حضور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑ دیا۔ وہ شاہ ایران خسرو پرویز تھا جس کی گستاخانہ حرکت پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہلک کسریٰ۔ کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ قاتلوں نے شاہ ایران خسرو پرویز کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جہنم واصل کیا۔ اور اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔

غزوات، تاریخی جنگیں: تاریخ اسلام میں وہ لڑائیاں غزوات کہلاتی ہیں۔ جن میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت کرکے جہاد فرمایا اور جس جہاد اور معرکہ آرائی کے لیے صحابہ کرام کو سپہ سالار مقرر فرمایا وہ سرایا کہلاتی ہیں جس کے لغوی معنی "قصد" اور "سیر" کے ہیں۔

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد مجاہدین	تاریخ و سنہ	بمقابلہ
۱	ابواء (ودان)	۷۰	سنہ ۲ھ	انسداد قافلہ قریش
۲	بواط	۲۰۰	سنہ ۲ھ	" " "
۳	سفوان	۷۰	سنہ ۲ھ	تعاقب کرز بن جابر ڈاکو
۴	ذی العشیرہ	۱۵۰	سنہ ۲ھ	برائے معاہدہ قبائل ینبوع
۵	بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱۷ رمضان سنہ ۲ھ	کفار قریش ایک ہزار
۶	بنو قینقاع	-	شوال سنہ ۲ھ	قبائل یہود
۷	السویق	۲۰۰	شوال سنہ ۲ھ	تعاقب صخر بن حرب اموی
۸	بنو سلیم	۲۰۰	محرم سنہ ۳ھ	قبیلہ بنو سلیم یا غطفان
۹	غطفان انمار	۴۵۰ سوار	ربیع الاول سنہ ۳ھ	بنو ثعلبہ۔ بنو محارب

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد	تاریخ و سنہ	بمقابلہ
۱۰	اُحد	۶۵۰	۱۷ شوال المکرم ۳ھ	مدینہ سے تین میل کفار عرب
۱۱	حمراء الاسد	۶۳۰	۸ شوال ۳ھ	اُحد کے دوسرے دن تعاقب دشمن
۱۲	بنو نضیر	-	ربیع الاول ۴ھ	یہودی قبیلہ کا تعاقب
۱۳	بدر اُخریٰ	۱۵۱۰	ذی قعدہ ۴ھ	انسداد قبیلہ قریش
۱۴	دُومۃ الجندل	۱۰۰۰	ربیع الاول ۵ھ	مختلف قبائل عرب
۱۵	مریسیع	-	۲ شعبان ۵ھ	بنو مصطلق کا انسداد
۱۶	خندق (احزاب)	۳۰۰۰	شوال ذی قعدہ ۵ھ	سرداران قبائل یہود
۱۷	بنو قریظہ	-	ذوالحجہ ۵ھ	یہودی قبیلہ بنو قریظہ
۱۸	بنی لحیان	۲۰۰ سوار	ربیع الاول ۶ھ	اہل رجیع قاتلین مبلغ اسلام
۱۹	ذی قردہ (غابہ)	۵۰۰	ربیع الثانی ۶ھ	ڈاکوؤں کے خلاف
۲۰	حدیبیہ	۱۴۰۰	ذی قعدہ ۶ھ	قریش مکہ۔ مانعین عمرہ
۲۱	خیبر	۱۴۲۰	محرم ۷ھ	یہودی قبائل
۲۲	وادی القریٰ	۳۹۲	محرم ۷ھ	یہودی قبائل
۲۳	ذات الرقاع	۴۰۰	۱۰ محرم ۷ھ	مختلف قبائل
۲۴	فتح مکہ	۱۰۰۰۰	رمضان ۸ھ	قریش
۲۵	حنین	۱۲۰۰۰	شوال ۸ھ	مختلف قبائل
۲۶	طائف	۱۲۰۰۰	شوال ۸ھ	مختلف قبائل
۲۷	تبوک		رجب ۹ھ	افواج ہرقل قیصر روم کا انسداد

غزوات کے علاوہ سرایا کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ یہ تمام ۲ھ سے ۹ھ تک آٹھ سال کے اندر معرکے ہوئے۔ ان جنگوں میں فریقین کے کل ۱۰۱۸ افراد کا جانی نقصان ہوا اور کفار کے ۶۵۶۴ افراد قیدی بنائے گئے جن میں سے ۶۳۴۷ قیدی حضور رحمۃ العالمین نے آزاد کر دیے تھے۔

پیغمبر انسانیت کا عالمی منشور پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں جب اپنی حیات طیبہ کے آخری حج کا ارادہ فرمایا تو جملہ اطراف و اکناف میں اطلاع بھیج دی گئی۔ اس پر فرزندان اسلام کی ایک کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ جس میں ہر طبقہ اور ہر درجے کے افراد شامل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سمیت ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں اور پھر میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا چوالیس ہزار) قدسیوں کے ساتھ تشریف لائے تو پورا میدان تکبیر و تہلیل کی ایمان افروز صداؤں سے گونج اٹھا۔

حضور محسن انسانیت نے جبل رحمت کے قریب قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر کائنات انسانی کے لیے ایک ایسا بین الانسانی منشور پیش فرمایا۔ جو بنی آدم کی فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کے ابدی پیغام اور طریق کار پر مشتمل ہے۔ حضور کا یہ آخری خطاب "خطبہ حجۃ الوداع" کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے خداوند قدوس کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں تمہیں اس کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ میری باتیں پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنو کیونکہ میں نہیں دیکھتا کہ اس سال کے بعد اس مقام پر، اس مہینہ میں اور شہر میں پھر تم سے ملاقات ہو سکے۔ خدا تعالے نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو کو ایک دوسرے پر آج کے دن اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت کی طرح حرام کر دیا ہے۔ لوگو! تمہارا خدا ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک، تم سب اولاد آدم ہو۔ اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی امتیاز حاصل ہے۔ یعنی وطنیت اور رنگ و نسل کے سب امتیازات ختم ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اخوت اسلامی کے رشتے میں منسلک ہے۔ تمہارے یہ غلام، تم اپنے خادموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے

ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ لوگو! دورِ جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں
اس زمانے کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (ابنِ ربیعہ بن الحارث) کا جو بنی
سعد میں ابھی شیر خوار تھا اور ہذیل نے جسے قتل کر دیا تھا، معاف کرتا ہوں اور زمانہ جاہلیت کے تمام سودی لین دین
باطل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود (عباس ابن عبدالمطلب) کا باطل قرار دیتا ہوں۔ لوگو! اپنی عورتوں
کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہاری عورتوں کو
تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق اور ذمہ داریاں بھی ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں اور
بستروں پر کسی غیر مرد کو ہرگز نہ آنے دیں۔ اور گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی شخص کو داخل نہ ہونے دیں اور
وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور تمہارے ذمے عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کی خوراک اور پوشاک کا اہتمام کرو
اے لوگو! تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا
جائز نہیں۔ میرے بعد کہیں اس اخوتِ اسلامی کو ترک کر کے کافرانہ ڈھنگ اور طرزِ زندگی اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے
کی گردنیں کاٹنے لگو! اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی یا پیغمبر آنے والا نہیں۔ اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اور اُمت
پیدا کی جائے گی۔ پس غور سے سن لو! تم اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ پانچوں وقت نماز ادا کرتے رہو۔ ماہ
رمضان المبارک کے روزے رکھتے رہو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ حج بیت اللہ کرتے
رہو اور اپنے اُمراء و حکام کی اطاعت پر کاربند رہو تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو سکو۔ لوگو! میں تمہارے
لیے ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم اس پر کاربند رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب
(قرآن مجید) اے لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس
کی جائے گی اور تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا۔ تو بتاؤ تم وہاں کیا جواب دو گے؟ اس پر تمام حاضرین نے
بآوازِ بلند عرض کیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغامِ حق پہنچا دیا اور اُمت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حقیقت
سے پردے اُٹھا دیئے اور امانتِ الٰہی کو صحیح طریقے سے ہمارے سپرد کر دیا۔ حاضرین کے اس جواب پر حضور سرورِ کائنات
نے انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا۔ اے خدا تو سن لے اور گواہ رہنا کہ تیرے بندے کیا گواہی دے
رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ سب باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت یہاں حاضر

نہیں ہیں ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر خوب حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اس مقام پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارے لیے "دین اسلام" کو پسند کیا۔ بعد ازاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم مناسک حج ادا کر کے بیت اللہ میں آئے طواف وداع سے فارغ ہو کر صحابہ کی جماعت کے ساتھ "مدینہ منورہ" واپس تشریف لے گئے اور صرف اکیاسی روز بعد محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

کائنات کے لئے نعمتِ عُظمیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم : علامہ ابن حجر مکی کے عربی رسالے کا ترجمہ
رسالہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کی کتاب مبارک جواہر البحار کی تیسری جلد سے
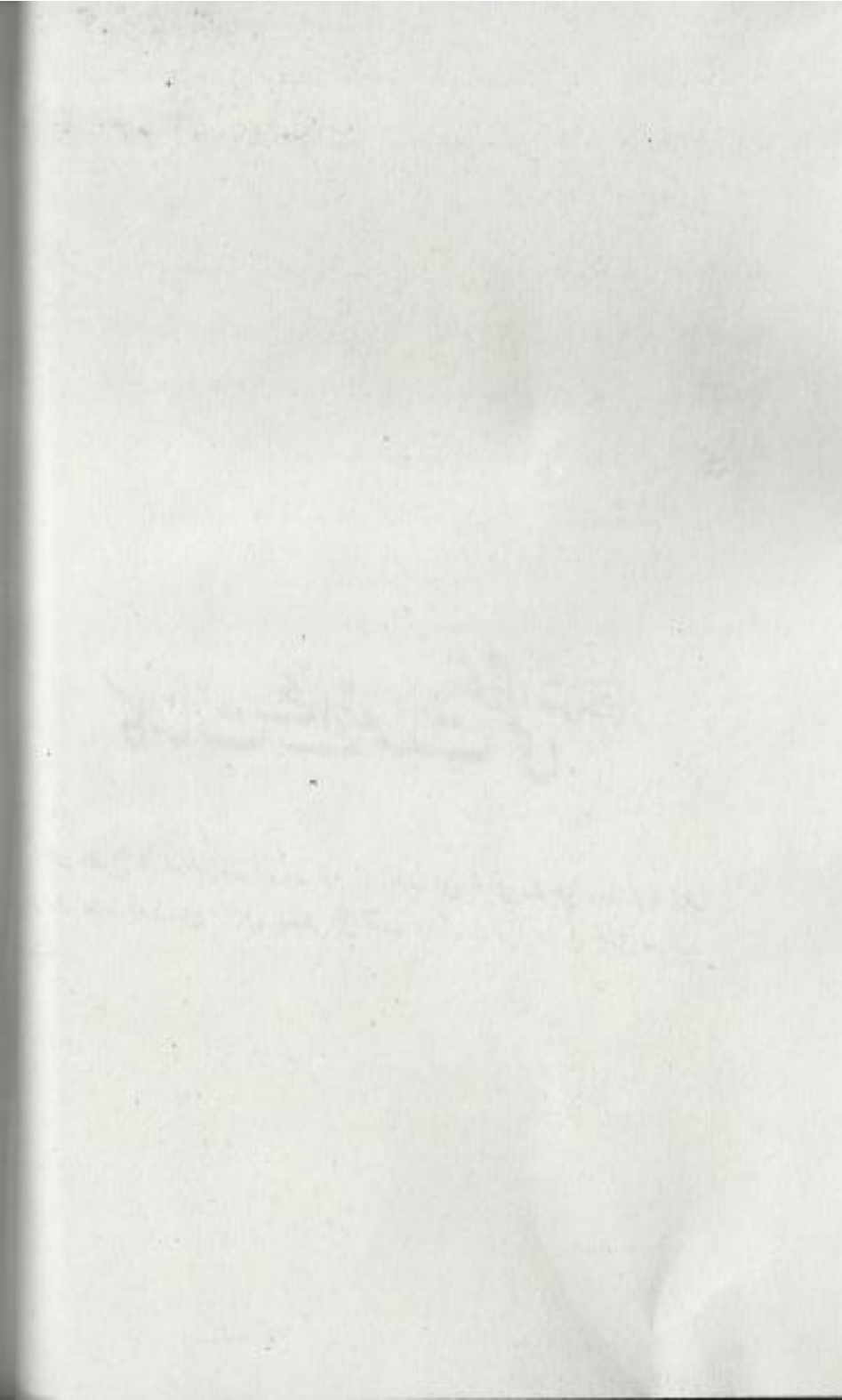
ترجمہ النعمۃ الکبریٰ علی العالم از ابن حجر مکی

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اس جہان کو اولادِ آدم کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے مشرف فرمایا، ان کے ذریعے انبیاء و مرسلین، تمام فرشتوں خصوصاً مقربین اور کرّوبیین کی سعادت کی تکمیل فرمائی، آپ کی ذاتِ اقدس میں تمام ظاہری اور باطنی کمالات جمع فرما دئے، آپ کو سب کا امام، محسن اور دنیا و آخرت میں امداد کرنے والا بنایا، آپ کی ظاہرہ باہرہ اور واضح شریعت کے ذریعے سلسلہ نبوت ختم کر دیا، وہ شریعت جو صورِ اسرافیل کے پھونکے جانے تک تغیر اور تبدیلی سے محفوظ رہے گی، لہٰذا یہ شریعت تمام شریعتوں سے اعلیٰ و اکمل ہے، جس طرح آپ کی اُمت تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں جو کچھ تھا وہ سب آپ کی کتاب میں جمع فرما دیا، یہ کتاب تمام کتب سابقہ سے بے شمار اجمالی اور تفصیلی کمالات میں بلند و برتر ہے۔

کیوں نہ ہو جس نے اس کتاب کے ذریعے آپ پر احسان فرمایا اور ازراہِ کرم آپ پر یہ کتاب نازل کی وہ خود اس کی تعریف اور اس کی کسی قدر شرح کرتے ہوئے فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ۔ (۶/۳۸)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا '

پھر یہ کتاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساٹھ ہزار بلکہ اس سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، جیسے کہ وہ لوگ جانتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے علوم و معارف سے آگاہی عطا فرمائی ہے ، نیز یہ کتاب سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح طرح کی تعظیم و تکریم بلندئ کمال اور رفعتِ مراتب کے بیان پر مشتمل ہے ، آپ کو قسم قسم کی تعریفوں اور کمالات سے خطاب کیا گیا ہے' آپ کی اُمت کو ان مقامات اور خصوصیات سے آگاہ کیا گیا جن تک آپ پہنچے ، جن کی حقیقت کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ، اور جن تک مخلوق کا کوئی فرد نہیں پہنچ سکا ، جو عظمتیں اور حقوق آپ کو دیے گئے کوئی صاحبِ کمال اُن تک نہیں پہنچ سکا ۔

اس اعلیٰ ترین خطاب کی ایک مثال یہ ہے :

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) ! بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کارساز ۔

(ترجمہ کنز الایمان) (۳۳ / ۴۸ - ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عزت و کرامت عطا فرمائی کہ آپ کو اس بات پر تمام رسولوں کا گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی جو کچھ ان کی طرف بھیجا بھیجا

اُنھوں نے وہ سب اپنی اُمتوں کو پہنچا دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسول آپ کے متبعین اور خلفاء ہیں، اس حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے:

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں" (۳/۸۲-۸۱) (ترجمہ کنز الایمان)

رسول سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عظیم مقام کو اس ارشاد کے ساتھ ختم فرمایا ہے کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، ہمیں آپ کی ارفع و اعلیٰ شرافت اور بلندیٔ مرتبہ بتانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا اور بتا دیا کہ آپ ہی امام ہیں باقی تمام انبیاء مقتدی ہیں اور آپ ہی مقصود بالذات ہیں اور باقی سب آپ سے وابستہ ہیں، اس جہان میں جسمی طور پر آپ کا ظہور سب سے بعد اس لئے ہوا کہ آپ باقیماندہ کمالات کی تکمیل کر دیں اور تمام فضائل و محامد کے جامع ہوں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے:

"یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو تم اُنھیں کی راہ چلو" (۶/۹۱) (ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام کا ہر کمال، ہدایت، معجزہ اور ہر خصوصیت آپ کی ذاتِ اقدس میں مکمل طور پر پائی گئی ہے اور دیگر انبیاءِ کرام کی طرح یا ان سے بھی اعلیٰ جلالت مرحمت فرمائی اور معاندین بدبختوں پر غلبہ عطا فرمایا گیا، اور اگر کچھ اور نہ ہوتا صرف وہی کمالات ہوتے جو دورانِ حمل، اس سے پہلے، ولادتِ باسعادت کے وقت، دُودھ پینے اور تربیت کی مدت میں رُونما ہوئے تو وہی کافی ہوتے، جیسے کہ میں نے اپنی کتاب میں بیان کیا، اس کتاب کا نام ہے

اَلنِّعْمَةُ الْكُبْرٰى عَلَى الْعَالَمِ بِمَوْلِدِ سَيِّدِ وُلْدِ آدَمَ

اولادِ آدم کے سردار کا میلاد تمام جہان پہ عظیم احسان (ہے)

میں نے یہ کمالات ان سندوں کے حوالے سے بیان کئے ہیں جو مضبوط حافظے اور جلیل الشان، عظیم البرہان ائمہ سُنّت و حدیث نے بیان کی ہیں، یہ سندیں واضعین کی جعل سازی، ملحدوں اور افتراپردازوں کی کارستانی سے محفوظ ہیں؛ جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں موجود میلاد کی اکثر کتابیں موضوع اور خود ساختہ روایات سے بھری ہوئی ہیں لیکن اس طرح کتاب طویل ہو گئی اور ایک مجلس میں پڑھی نہیں جا سکتی، لہٰذا میں نے سندیں اور غریب روایات حذف کر کے اسے مختصر کر دیا اور ایسی روایات پر اکتفا کیا جنھیں متابعات اور شواہد سے تقویت حاصل ہے، اس طریق کار سے میرا مقصد یہ ہے کہ مدح و ثنا کرنے والوں کو سہولت حاصل ہو اور انھیں اُن فضائل و کمالات کی معرفت حاصل ہو جائے تاکہ وہ بھی اس عرش آشیاں اور عظیم المرتبت ذاتِ اقدس کے محبین کے سلسلہ سے منسلک ہو جائیں۔

میں نے اس آیت سے آغاز کیا ہے جو مقصد سے مناسبت رکھتی ہے اور عالمِ رنگ و بُو میں تشریف لانے والی ہستی کی عظمت و جلالت پر دلالت کرتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے ؛

بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے؛

(ترجمہ کنز الایمان ؛) (۹/ ۲۹-۱۲۸)

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

ایمان والو! حبیبِ اکرم پر درود بھیجو اور خوب سلام۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولین و آخرین، ملائکہ مقربین اور تمام مخلوق کے سردار، اللہ تعالیٰ کے سب سے باکمال رسول، سب مخلوق سے افضل اور قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ فرمانے والے ہیں، نص کے مطابق آپ کی رسالت تمام جہانوں کو محیط ہے اگلے پچھلے انسان، جنات اور فرشتے اس میں داخل ہیں، لواءِ حمد آپ کا ہے، حوضِ کوثر آپ کا ہے جس سے تمام ایمان والے پانی پیئیں گے، مقامِ محمود پر آپ فائز ہوں گے جہاں اولین و آخرین آپ کی نعت خوانی کریں گے، اور انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین آپ کے مقام و مرتبہ کی طرف محتاج ہوں گے۔ آپ کو روشن معجزے، ظاہری اور باطنی رفعتیں، مضبوط دلائل، مستحکم براہین اور لاتعداد فضائل و شمائل عطا کیے گئے۔

فَبَالِغْ وَاَكْثِرْ لَنْ تُحِيْطَ بِوَصْفِهٖ
وَاَيْنَ الثُّرَيَّا مِنْ يَدِ الْمُتَنَاوِلِ

تم جتنا بھی مبالغہ کرلو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتے بھلا ہاتھ بڑھا کر ثریا کو بھی پکڑا جا سکتا ہے!

آپ ہی وُہ پیکرِ حُسن و کمال ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے محبّت و خلّت کے لئے منتخب کیا، وہ قرب عطا فرمایا جو جہت سے ماورا اور ہمارے ادراک سے بالا ہے، آپ کو معراج عطا کی، عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرایا اور فضائل و خصوصیات سے نوازا، روانگی اور واپسی پر بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کرائی، اس میں راز یہ تھا کہ آپ آغاز اور انجام میں سب کے مددگار ہیں، قیامت کے دن آپ اور آپ کی اُمّت، انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے اوامر و نواہی اپنی اُمتوں کو پہنچا دیئے تھے، آپ کو لواء الحمد اور مقامِ وسیلہ عطا کیا جائیگا، تمام جہانوں کے لئے آپ خوشخبری اور ڈر سنانے والے، سراپا رحمت، ہادی اور امام ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، آپ عرض کریں گے میرے رب! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ انھیں آگ سے نکال کر نیکوں اور متقیوں کے ساتھ شامل فرما دے گا، نعمت آپ پر مکمل کر دی گئی، امدادیں آپ سے وابستہ کر دی گئیں، سینہ کھول دیا گیا، ذکر بلند کر دیا گیا، جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے گا ساتھ ہی آپ کا ذکر کیا جائے گا، فتح و ظفر آپ کے ہم رکاب تھی، دشمن ایک مہینے کی مسافت پر ہی مرعوب ہو جاتا، فرشتے آپ کی نصرت کے لئے اترے، آپ اور آپ کی اُمت پر سکینہ (اطمینان) کا نزول ہُوا، آپ کی دعاؤں کو شرفِ قبول عطا کیا گیا، خصوصاً وُہ دعا جو آپ نے اپنی اُمت کی خاطر اس دن کیلئے محفوظ رکھی جب کہ اُمت کو کوئی دوسری چیز نفع نہ دے گی، اور اس دعا کی خیر و برکت ہی سب کو محیط ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم یاد فرمائی،

ڈوبا ہوا سورج آپ کے لئے واپس لایا گیا، آپ کے لئے حقائق میں انقلاب آیا،
آپ کی بدولت تمام بیماریاں دُور ہو جاتیں، آپ کو امورِ غیبیہ، یہاں تک کہ آپ کی
امت میں قیامت تک واقع ہونے والے امور کی اطلاع دی گئی، اللہ تعالےٰ کی
رحمتیں ہمیشہ آپ پر نازل ہوتی ہیں، فرشتے جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے اور آپ
کے اُمتی ہر جگہ اور ہر زمانے میں آپ پر درود بھیجتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بلکہ آپ کے اہلِ بیت، خلفاء راشدین، آل و اصحاب اور راہِ ہدایت میں آپ
کے ہر دور کے ان گنت پیروکاروں کے وسیلے سے دُعا مقبول ہوتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ، وقتِ ضرورت کام آنے والے، ہماری جائے پناہ،
ہمارے راہبر، ملجأ و ماوٰی، ہمارے مددگار، نجات دینے والے، تکمیل فرمانے
والے اور خیر خواہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف
بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر، قریش
کا نسب ان ہی تک پہنچتا ہے، بہت سے علماء نے کہا کہ فہر تک پہنچتا ہے،
نضر بیٹے ہیں کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کے
یہاں تک سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے، اس کے آگے کے بارے میں مختلف
اقوال ہیں، ان میں سے کوئی قول بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، صاحب مسند الفردوس
کی روایت کردہ حدیث کے مطابق اس میں غور و فکر مناسب نہیں ہے، لیکن
زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے تاہم
وہ بھی حکماً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا فرمان ہے، کیونکہ ایسی بات
قیاس سے نہیں کہی جا سکتی، اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
نسب بیان کرتے ہوئے عدنان تک پہنچتے تو رک جاتے، اور فرماتے نسب
بیان کرنے والوں نے غلط کہا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے؛

وَقُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا (۲۵/۳۸)

اُن (قومِ عاد و ثمود اور کنوئیں والوں) کے درمیان بہت سی اُمتیں ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کے بارے میں بھی بتادیتا۔

صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سابقہ سے مشرف فرمادیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آئندہ پیدا ہونے والی تمام مخلوقات سے پہلے خالص نور سے حقیقۃ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو جلوہ گر فرمایا، پھر اس حقیقۃ سے تمام جہانوں کو پیدا فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا کہ تمہاری نبوت سب سے پہلے ہے اور آپ کو عظیم رسالت کی خوشخبری عطا فرمائی، یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے تھا، پھر اس حقیقت سے رُوحوں کے چشمے جاری ہوئے، اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاءِ اعلیٰ میں تمام جہانوں کی اصل اور مددگار کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مٹی لاؤ جو زمین کا دل ہے۔ حضرت جبرائیل، جنت فردوس اور ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس سے مٹی لے لی، یعنی اس مٹی کی اصل بیت اللہ شریف کی جگہ سے تھی جسے طوفان نے مدینہ منورہ پہنچا دیا تھا، وہ مٹی تسلیم کے پانی میں

گوندھی گئی، پھر اسے جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا تو وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی، پھر اسے لے کر فرشتوں نے عرش اور کرسی کا طواف کیا، آسمانوں، زمین اور سمندر کا چکر لگایا، چنانچہ فرشتوں اور تمام مخلوقات نے حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، حضرت آدم علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور عرش کے پردوں میں اور آپ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تمھاری اولاد میں سے نبی ہیں، آسمانوں میں ان کا نام احمد اور زمین میں محمد ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو تمھیں پیدا نہ کرتا، اور نہ ہی زمین و آسمان بناتا۔ انھوں نے دعا کی کہ مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا، جب آدم علیہ السلام کا جسدِ عنصری تیار کیا گیا تو اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نکالا گیا اور (ایک دفعہ پھر) تاجِ نبوت پہنایا گیا اور انبیاءِ کرام سے پہلے آپ سے عہد و میثاق لیا گیا، پھر آپ کو آدم علیہ السلام کے جسم کی طرف لوٹا دیا گیا، اور ان کے جسم میں روح پھونکی گئی، پھر عہد و پیمان لینے کے لئے ان کی تمام اولاد نکالی گئی۔

ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقصودِ تخلیق ہیں، اللہ تعالیٰ سے مخلوق کے تعلق کا واسطہ ہیں اور رسولوں کے رسول ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مرسلین سے وعدہ لیا کہ وہ رسولِ عظیم کے تبعین ہیں؛ اسی لئے آپ کی رسالت قیامت تک ہونے والی تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام قیامت کے دن آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا، پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوّا پیدا کی گئیں تو انھوں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا، فرشتوں نے انھیں روک دیا اور کہا کہ پہلے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تین مرتبہ اور ایک روایت کے مطابق بیس مرتبہ درود بھیجیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب حکمتوں کے تحت انھیں زمین پر اتارا، اور اگر یہی حکمت ہوتی کہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ظہور کے وقت اپنی اُمّت میں جلوہ گر ہوں وہ اُمّت جو بہترین اُمّت ہے جسے تمام انسانیت کے سامنے پیش کیا گیا تو یہی حکمت کافی ہوتی۔

حضرت حوّا نے بیس بطنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچوں کو جنم دیا، ہر بطن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی، صرف حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے، اس میں اشارہ تھا کہ وہی اپنے والد کے علم اور نبوت کے وارث ہیں، اسی لیے نورِ محمدی اُن کی طرف منتقل ہو گیا، پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہی وصیت کی جو اُن کے والدِ گرامی حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں کی تھی کہ یہ نورانی امانت، طیب و طاہر خواتین ہی کے سپرد کرنا، یہی وصیت سلسلہ وار چلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے زمانے تک پہنچی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی قباحتوں اور خرابیوں سے پاک رکھا۔

یہ نور آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگاتا تھا، اور جب اصحابِ فیل مکہ معظمہ کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے آئے تو اسی نور کے وسیلے سے حضرت عبدالمطلب' اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے' اس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی گھڑی

بھی قریب پہنچ چکی تھی، اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل پر سمندر سے ابابیل بھیجے اور انھیں حرم شریف تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کردیا، صرف ایک آدمی بچا تاکہ بعد میں آنے والوں کو جاکر خبر دے، یہ ارہاص (اعلانِ نبوت سے پہلے خرقِ عادت) تھا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کی کرامت تھی۔

پھر وُہ نور آپ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ ذبیح کی پیشانی میں جلوہ افروز ہُوا، جنھیں اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے ذریعے بچالیا تھا، زمزم کا کنواں بند کردیا گیا تھا حضرت عبد المطلب نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اس تک میری راہنمائی فرما دے تو میں ایک بیٹے کی قربانی دوں گا، نذر پُوری کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ کو ذبح کرنے لگے تو اس نورِ درخشاں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں نجات عطا فرمائی، اوران کے والد کے دل میں القا کیا کہ بیٹے کی جگہ سَو اونٹ کی قربانی دے دیں۔

اس واقعے کے بعد ایک عورت نے اس نورِ مبین کی جھلک دیکھی تو اس نے پیش کش کی کہ میرے ساتھ نکاح کرلیں تمھیں وُہ سو اونٹ دے دوں گی جو تمھارے بدلے قربان کئے گئے ہیں، حضرت عبد اللہ نے کہا کہ میں والد ماجد کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔ حضرت عبد المطلب انھیں وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس لے گئے وہ اس وقت نسب اور شرافت میں بنو زہرہ کے سردار تھے، انھوں نے اسی وقت اپنی بیٹی اور قریش کی افضل ترین خاتون حضرت آمنہ سے ان کا نکاح کردیا، اور سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے شکم مبارک میں منتقل ہو گئے، اس کے ساتھ ہی اس نور کی چمک دمک کا بڑا حصہ بھی ان سے جُدا ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ اس پہلی خاتون سے ملے اور اسے اس کی پیش کش یاد دلائی تو اس نے انکار کردیا اور کہنے لگی کہ جس نور کے حصول کی میں طلب گار تھی وہ تم سے جُدا ہو چکا ہے۔

رجب کا مہینہ، جمعہ کی شب تھی، اس رات زمین و آسمان میں اعلان کیا گیا کہ وہ مخفی نور جس سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہوگی، آج رات بطنِ آمنہ میں قرار پائے گا، اور وہ لوگوں کو خوشخبری اور ڈرسنانے والے پیدا ہوں گے، رضوان کو حکم دیا گیا کہ جنت الفردوس کا دروازہ کھول دیں، اس رات قریش کا ہر چوپایہ گویا ہوا اور کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکمِ اطہر میں منتقل ہو چکے ہیں، وہ دنیا کے امام اور اہلِ دنیا کے لیے سراجِ منیر ہیں، دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اُلٹ گیا، ہر بادشاہ گونگا ہوگیا اور اس دن قوتِ گویائی سے محروم ہوگیا، مشرق کے وحشی جانور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشخبری دیتے ہوئے مغرب کے جانوروں تک جا پہنچے، اسی طرح سمندر کے باسیوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

آپ کی والدۂ ماجدہ نے خواب اور بیداری کے درمیان دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم اس اُمت کے نبی اور سردار کی ماں بننے والی ہو؟ اور یہ نظارہ تو کئی بار دیکھا کہ ان سے ایک نور برآمد ہوا جس کا چمکا چوند مشرق سے مغرب تک پھیل گئی، جب چھ مہینے گزر گئے تو انھوں نے خواب دیکھا کہ کسی آنے والے نے انھیں پاؤں مار کر بتایا کہ تمھارے پیٹ میں سیدِ عالم ہیں اُن کا نام محمد رکھنا اور اپنی حالت کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سخت بوجھ محسوس کیا، مشہور روایات میں ہے کہ انھیں کسی قسم کا بوجھ محسوس نہیں ہُوا، دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی روایت حمل کی ابتدا کے بارے میں ہے اور دوسری انتہا کے بارے میں، تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام امور خلافِ عادت ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ابھی آپ والدۂ ماجدہ

بطنِ اطہر میں ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے، اکثر علماء اسی کے قائل ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نو ماہ سے زیادہ عرصہ اُمید سے رہیں، اصح یہ ہے کہ یہ مدّت نو ماہ ہی تھی۔ ایامِ حمل میں آپ کی والدہ آپ کی عظمتِ شان پر دلالت کرنے والی کرامات اور روشن آیات مسلسل دیکھتی رہیں جو تواتر سے منقول ہیں۔

یہاں تک کہ وہ مہینے گزر گئے اور اس نور سے کائنات کے جگمگانے کا وقت آگیا، حضرت آمنہ کو نسوانی تکلیف نے آلیا، اس وقت کسی کو ان کی خبر نہ تھی، اچانک ایک آواز آئی جس نے انھیں دہلا دیا، کیا دیکھتی ہیں کہ ایک سفید پرندے نے اپنا پَر اُن کے دل پر پھیرا، تمام خوف جاتا رہا، پھر اچانک اُن کی نظر سفید مشروب پر پڑی جس میں دودھ کی آمیزش تھی، وہ پیتے ہی پیاس جاتی رہی، پھر انھوں نے کھجور ایسی دراز قامت عورتیں دیکھیں تو انھیں تعجب ہوا کہ یہ کون ہیں! انھوں نے کہا کہ ہم آسیہ اور مریم ہیں اور یہ جنتی حوریں ہیں، اتنے میں پھر تکلیف محسوس ہوئی اور دوبارہ خوفناک آواز سنائی دی، اچانک ان کے سامنے زمین سے آسمان تک سفید ریشمی دیباج لہرا گیا، اور کوئی کہہ رہا تھا کہ انھیں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دو، نیز انھوں نے کچھ مردوں کو فضا میں ٹھہرے ہوئے دیکھا، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے جن سے کستوری سے زیادہ خوشبودار عرق کا چھڑکاؤ کیا جا رہا تھا، پھر اُنھوں نے پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جنھوں نے آکر حجرۂ مقدسہ کو ڈھانپ لیا، ان کی چونچیں زمرد کی اور پَر یاقوت کے تھے، اس وقت انھوں نے زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھا، انھیں تین جھنڈے بھی دکھائی دئے، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبۂ مقدسہ کی چھت پر، تب انھیں شدّت کی وہ مخصوص درد

محسوس ہوئی۔ یوں لگا کہ حجرۂ مبارکہ میں عورتوں کا ہجوم ہے اور گویا حضرت آمنہ نے ان کے ساتھ ٹیک لگا رکھی ہے۔ اس وقت انھوں نے حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنم دیا۔[1]

صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت رات کو ہوئی یا دن کو؟ دونوں روایات موجود ہیں اور ان میں مخالفت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ولادت صبح صادق کے نمودار ہونے کے کچھ دیر بعد ہوئی ہو، ولادت کے وقت آپ ان اوصاف سے موصوف تھے جو آپ کے عظیم کمال اور سیادتِ عظمیٰ کے لائق تھے، ان میں سے ایک کمال یہ تھا کہ پیدائش کے وقت نہ تو خون برآمد ہوا اور نہ ہی نجاست، اُس وقت ایک نور دیکھا گیا جو اس گھر اور پورے گھر میں چھا گیا، ستارے اتنے قریب آگئے کہ وہاں موجود خواتین نے گمان کیا کہ ان پر گر پڑیں گے، آپ کی دایہ نے کہنے والے کو سُنا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے، اور ایک نور چمکا جس سے مشرق تا مغرب روشنی پھیل گئی، آپ نے پیدا ہوتے ہی گھٹنے اور ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔

---

[1] کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی والدہ سے ایک نور برآمد ہُوا، اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شہاب نمودار ہُوا جس نے مشرق سے مغرب تک خصوصاً شام تک روشنی پھیلادی' یہ اشارہ تھا کہ آپ بنفسِ نفیس ملک شام تشریف لے جائیں گے اور سفرِ معراج میں پہلے آپ وہاں جائیں گے' پھر آسمانوں کا سفر شروع ہوگا۔ اور یہ اشارہ تھا کہ شام آپ کی حکومت کا ایک مرکز ہوگا' جیسے کہ ایک اثر میں وارد ہوا ہے، وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا دارِ ہجرت ہے' جتنے بھی انبیاءِ کرام ہوئے وہ یا تو شام سے تعلق رکھتے تھے یا وہاں ہجرت کر کے گئے، وہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام اُتریں گے، وہی حشر و نشر کی زمین ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تم شام کو لازم پکڑو، کیونکہ اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ زمین کا منتخب حصہ ہے' اپنے منتخب بندوں کو وہاں جمع فرمائے گا"۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوتے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی ہوئی تھی، پھر آپ نے مٹی کی مٹھی بھری اور سرِ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، مٹی کے قبض کرنے میں اشارہ تھا کہ آپ زمین کے مالک ہوں گے' اور دشمنوں کے چہروں پر مٹی پھینک کر انھیں پسپا کر دیں گے، چنانچہ بدر اور حنین کے دن ایسا ہی ہُوا، آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور دشمنوں کے چہروں کی طرف اُچھال دی، کوئی دشمن ایسا نہ رہا جس کے منہ پر مٹی نہ پڑی ہو، سب خائب و خاسر ہو کر بھاگ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ پیدا ہوتے ہی دو زانو ہو کر بیٹھ گئے'، نگاہیں آسمان کی سمت اُٹھی ہوئی تھیں، پھر آپ نے زمین سے مٹی کی مٹھی بھری اور سجدے میں چلے گئے۔ عربوں کی عادت تھی کہ بچوں کو پیدا ہوتے ہی ہنڈیا

کے نیچے رکھا جاتا تھا، آپ کو بھی ہنڈیا کے نیچے رکھا گیا تو وہ پگھل کر ٹوٹ گئی، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں اور آپ انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دُودھ نکل رہا تھا، آسمان سے ایک سفید بادل اترا جس نے کچھ دیر آپ کو والدۂ ماجدہ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا، اُنھوں نے سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین کے مشرقی اور مغربی خطوں کی سیر کراؤ، تمام سمندروں میں لے جاؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے سب لوگ آپ کے نام، آپ کے اوصاف اور آپ کی برکت سے واقف ہو جائیں، پھر وہ بادل چھٹ گیا، کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سفید اُونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں، آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا ہے اور آپ کے ہاتھ میں سفید اور چمکدار موتیوں کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح و نصرت اور نبوت کی چابیاں لے لی ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک بادل دیکھا جو پہلے سے بڑا تھا، اس سے پروں کے پھڑپھڑانے اور گھوڑوں اور آدمیوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، اور کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام زمینوں کی سیر کراؤ، تمام انبیاءِ کرام، جنوں، انسانوں اور فرشتوں کے پاس لے جاؤ، پھر وہ بادل ہٹ گیا، دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں سبز ریشم ہے جسے سختی کے ساتھ لپیٹا ہوا ہے، اور اس سے پانی تیزی سے بہہ رہا ہے، کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو قبضے میں لے لیا ہے، دنیا کی ہر مخلوق آپ کے قبضے میں ہے اور فرماں بردار ہے، نیک کام کرنے اور بُرائی سے باز رہنے کی طاقت، اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہی کی طرف سے ہے وہ قادر ہے جو چاہے کرے۔

پھر تین فرشتوں نے آپ کو گھیر لیا، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دُوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا تھال اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا، اُس نے ریشمی کپڑا پھیلا کر ایک انگوٹھی نکالی جسے دیکھ کر آنکھیں چُندھیا گئیں، لوٹے کے پانی سے آپ کو سات مرتبہ غسل دیا، انگوٹھی کے ساتھ کندھوں کے درمیان مُہر لگائی اور ریشم میں لپیٹ کر آپ کو اٹھایا اور اپنے پروں میں چھپا لیا، ایک ساعت کے بعد پھر اسی جگہ رکھ دیا، یہ روایت اس روایت کے مخالف نہیں ہے جس میں آیا ہے کہ آپ مُہر سمیت پیدا ہوئے، اور نہ ہی اُس روایت کے مخالف ہے جس میں ہے کہ اس وقت مُہر لگائی گئی جب حلیمہ سعدیہ کے ہاں آپ کا سینہ کھولا گیا، کیونکہ ہو سکتا ہے مزید عزت، تمیز اور اہتمام کے لئے کئی بار مُہر لگائی گئی ہو اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

شب ولادت آپ کی پیدائش سے پہلے اہلِ کتاب کے علماء اور پادریوں نے آپ کی تشریف آوری کی خبر دی، وہ اس بات پر متفق تھے کہ بنی اسرائیل کی حکومت ختم ہو جائے گی، ان میں سے بعض تو آپ پر ایمان بھی لے آئے، اسی رات شاہِ فارس کے محل پر لرزہ طاری ہو گیا حالانکہ وہ دنیا کی مضبوط ترین عمارت تھی، اس میں شگاف پڑ گئے اور چودہ کنگرے گر گئے، یہ اشارہ تھا کہ ایرانیوں کے صرف چودہ بادشاہ باقی رہ گئے ہیں، اور اسی طرح ہوا، آخری بادشاہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ اُس رات ایران کی آگ بھی بجھ گئی جسے ایرانی پُوجتے تھے حالانکہ وہ آگ دو ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی، پُورے جوش و خروش سے اُسے دن رات روشن رکھا جاتا تھا، اُس رات کوئی بھی اُسے روشن نہ کر سکا۔

بحیرہ طبریہ اچانک خشک ہو گیا، اس میں کشتیاں چلتی تھیں، اس رات

اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ رہا، اس جگہ ساوہ نامی ایک شہر آباد کیا گیا۔

اس رات چوری چھپے آسمانی فرشتوں کی گفتگو سننے والے شیاطین کو شہاب مارے گئے اور انھیں دوبارہ جانے کی جرأت نہ ہوئی، ابلیس لعین کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا، چنانچہ وہ چیخ اٹھا، شیطان کئی مواقع پر چلایا جب اسے ملعون قرار دیا گیا، جب جنت سے نکالا گیا، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی، جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور جب آپ پر سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

اکثر علماء قائل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کا ختنہ کیا ہوا تھا اور ناف کٹی ہوئی تھی، آپ کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا، اس کا ایک سبب یہ روایت ہے کہ انھوں نے خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک زنجیر نکلی ہے جس کا ایک کنارہ آسمان پر اور دوسرا زمین پر ہے، اسی طرح ایک کنارہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے، پھر یوں دکھائی دیا کہ وہ زنجیر درخت بن گئی ہے اس کے ہر پتے میں نورانیت ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے لپٹے ہوتے ہیں، اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا مشرق و مغرب کے لوگ اس کی پیروی کریں گے اور زمین و آسمان والے اس کی تعریف کریں گے، اسی لیے انھوں نے آپ کا نام محمد رکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آپ کی ولادت باسعادت کس مہینے اور کس دن میں ہوئی؟ اہلِ علم کا اس میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں، البتہ اس

میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ آپ پیر کے دن عالمِ رنگ و بُو میں جلوہ گر ہوئے، مشہور ترین قول یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو آپ کی ولادت سراپا سعادت ہوئی، بہت سے متقدمین ائمہ حفاظ وغیرہم نے ربیع الاول کی آٹھ تاریخ بیان کی، صحیح یہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، اس کے ماسوا کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے، مشہور ترین قول یہ ہے کہ آپ کی جائے ولادت سوق اللیل ہے اور اس وقت وہ مسجد ہے، ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے اسے وقف کیا (اس وقت وہاں لائبریری قائم کر دی گئی ہے ۱۲ قادری)

ابتداءً آپ کے چچا ابولہب کی کنیز ثُوَیبہ نے آپ کو دُودھ پلایا، جب اس کنیز نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا، اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے پر ہر پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف فرما دی، ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے اس کنیز کو ہجرت کے بعد آزاد کیا، اس روایت کے مطابق اُس کے عذاب کی تخفیف کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے اس کنیز کو حکم دیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دُودھ پلائے۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو دُودھ پلایا، حضرت حلیمہ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے، اسی طرح ان کے شوہر سعدی اور ان کی صاحبزادی شیماء کا احترام فرماتے، شیماء اپنی والدہ کے ہمراہ آپ کو (بچپن میں) گود میں کھلایا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ کے دُودھ پلانے کے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ معظمہ آئیں، محمد عربی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یتیم ہونے کے سبب تمام عورتوں نے اعراض کیا (اور سوچا کہ ایک یتیم بچے کی پرورش کا معاوضہ ہمیں کیا ملے گا؟) یہاں تک کہ پہلی مرتبہ تو حضرت حلیمہ بھی چھوڑ کر چلی گئیں، پھر جب انھیں کوئی بچہ نہ ملا تو دوبارہ آ کر آپ کو گود میں لے لیا، وہ جب آئیں تو انھوں نے دیکھا کہ آپ کو دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپیٹا گیا ہے، آپ سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے، اور آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھایا ہوا ہے، آپ گدی کے بل لیٹے ہوئے تھے، ان پر ہیبت طاری ہو گئی اور وہ آپ کو جگانے کی ہمت نہ کر سکیں، آہستگی کے ساتھ آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں، آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں تک چلا گیا، انھوں نے بے ساختہ آپ کو چوم لیا اور اپنا دایاں پستان پیش کیا جس سے آپ نے دودھ پیا، پھر بایاں پستان پیش کیا تو اسے قبول نہ فرمایا، گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کے ذریعے عدل سکھا دیا تھا اور آپ کو آگاہ کر دیا کہ حضرت حلیمہ کا ایک بیٹا بھی اس دودھ میں شریک ہے، چنانچہ آپ نے بایاں پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ اور اُن کی اونٹنی سخت بھوک، لاغری اور دودھ کی قلت سے دوچار تھیں، اس دُرِ یتیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں لیتے ہی دودھ کی فراوانی دیدنی تھی، آپ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر حضرت حلیمہ کا دودھ پیا، اس رات ان کی اونٹنی نے بھی اتنا دودھ دیا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا، صبح ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے انھیں رخصت کیا، حضرت حلیمہ اپنی دراز گوش پر سوار ہوئیں اور آپ کو اپنے آگے بٹھایا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کی دراز گوش نے بیت اللہ شریف

کی طرف رُخ کر کے تین مرتبہ سجدہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا (اس طرح اس نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری بننے کا شکریہ ادا کیا ۱۲ قادری) حضرت حلیمہ جب اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئیں تو ان کی سواری سب سے آگے جا رہی تھی، جب کہ پہلے وہ تنہا انھیں اٹھ کر مشکل سے اُٹھتی تھی، دوسری عورتیں کہنے لگیں کہ یہ پہلے والی دراز گوش نہیں ہے، جب انھیں پتا چلا کہ یہ وہی ہے تو کہنے لگیں اس کی شان عظیم ہے۔ حضرت حلیمہ نے سنا کہ وہ دراز گوش کہہ رہی تھی میری بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی ہے، کاش تم جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے! وہ افضل الانبیاء اور اولین و آخرین کے سردار ہیں۔

جب یہ لوگ اپنے علاقے میں پہنچے تو اس وقت زمین خشک سالی کا شکار تھی، حضرت حلیمہ کی بکریاں چراگاہ سے واپس آتیں تو دودھ سے بھری ہوئی ہوتیں، جبکہ دوسرے لوگوں کی بکریوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ ہوتا، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک دو سال ہو گئی تو حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئیں اور تقاضا کر کے اپنے ساتھ واپس لے آئیں، ابھی دو مہینے ہی گزرے تھے کہ ایک دن آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مکانوں کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اپنے والدین کو پکار کر کہنے لگا کہ میرے قریشی بھائی کی خبر لو، جب وہ دونوں پہنچے تو آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، انھوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور پوچھا کیا ہوا تھا؟ آپ نے بتایا کہ میرے پاس سفید کپڑوں والے دو آدمی آئے تھے انھوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا تھا، وہ دونوں ڈر گئے کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اور آپ کو ساتھ

لے کر فوراً آپ کی والدۂ ماجدہ کے پاس پہنچ گئے، اُنھوں نے فرمایا تمھیں تو اِس دُرِ یتیم کو اپنے پاس رکھنے کا بہت شوق تھا، اب واپس کیوں لے آئے؟ پہلے تو انھوں نے وجہ بتانے میں پس و پیش کی لیکن ان کے اصرار پر تمام واقعہ بیان کر دیا انھوں نے فرمایا، کیا تمھیں میرے بیٹے کے بارے میں شیطان کے نقصان پہنچانے کا خطرہ ہے؟ خدا کی قسم! شیطان کی اِن تک رسائی نہیں ہو سکتی، میرا بیٹا عظیم شان والا ہے اور یہ نبی ہو گا۔

آپ کا سینۂ مبارک دس سال کی عمر میں، پھر اعلانِ نبوت کے وقت اور اس کے بعد سفرِ معراج کے وقت بھی کھولا گیا تا کہ بچپن، بلوغ، بعثت اور معراج، ہر مرحلے پر آپ کو شایانِ شان، خصوصی کمال سے نوازا جائے اور آپ آئندہ حاصل ہونے والے غیر متناہی کمالات کے لیے تیار ہو جائیں جن میں آپ ہمیشہ ترقی کرتے رہے، لہٰذا یہ شقِ صدر اس امر کے منافی نہیں ہو گا کہ آپ ابتداء ہی سے کامل ترین ظاہری اور باطنی احوال پر پیدا کیے گئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن دنوں حضرت حلیمہ کے ہاں تھے جب بکریوں کے ساتھ جاتے تو ایک بادل آپ پر سایہ فگن رہتا، جب آپ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب روانہ ہوتے تو وہ بھی چل پڑتا، قریشی ہاشمی دُرِ یتیم گہوارے میں چاند سے گفتگو فرماتے، آپ جس طرف انگلی سے اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ؎

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

(مترجم)

جب یہ واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا: میں اس سے گفتگو کرتا تھا اور وہ مجھ سے گفتگو کرتا تھا، وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں عرش مجید کے نیچے چاند کے سجدے میں واقع ہونے کی آواز سنتا تھا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طفولیت کے ابتدائی دنوں میں گفتگو کی، آپ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے، حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے کہا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار تعریفیں ہیں اور ہم صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف چار سال اور ایک قول کے مطابق چھ سال ہوئی تو مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے آپ کی والدہ محترمہ وصال فرما گئیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال بنی عدی بن نجار سے ملنے گئی تھیں، مقامِ فرع کے پاس ابواء نامی گاؤں میں انھیں سپردِ خاک کیا گیا، آپ کی دایہ، دودھ پلانے والی اور گود کھلانے والی حضرت اُمِّ ایمن برکت رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے آئیں، کہتے ہیں کہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ آپ کو والدِ گرامی یا والدہ ماجدہ کی طرف سے وراثت میں ملی تھیں یا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو ہبہ کی تھیں، کہا گیا ہے کہ وہ حجون میں دفن ہوئیں، بہت سی روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔

جب آپ کی عمر شریف آٹھ سال اور بقولِ بعض اس سے کم یا زیادہ تھی

تو آپ کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب ایک سو بیس یا ایک سو چالیس سال کی عمر میں رحلت فرما گئے اور حجون میں مدفون ہوئے، حضرت عبد المطلب کی وصیت کے مطابق آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا، بارہ سال کی عمر میں آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام گئے یہاں تک کہ بصریٰ بھی تشریف لے گئے، تو بحیرا راہب نے آپ کو پہچان لیا، آپ کے ساتھیوں کو آپ کے اور آپ کی نبوت و رسالت کے اوصاف بیان کیے، آپ کے کندھوں کے درمیان موجود مہرِ نبوت کی نشان دہی کی، اور آپ پر ایمان لے آیا۔ پھر اس نے آپ کے چچا کو قسم دے کر کہا کہ انھیں واپس لے جائیں ورنہ خوف ہے کہ یہودی آپ کے درپئے ایذا ہوں گے۔ اتنے میں سات یہودی آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگئے جنھیں بحیرا نے روک دیا، انھوں نے بتایا کہ یہودی ہر راستے میں بکھرے ہوئے ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہو چکا ہے کہ محمد عربی ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مہینے میں مکہ معظمہ سے باہر نکلیں گے۔ بحیرا نے جو علامات دیکھی تھیں اُن میں ایک علامت یہ تھی کہ سفید بدلی آپ پر سایہ کیے ہوتے تھی، نیز جس درخت کے نیچے آپ نے قیام کیا آپ پر سایہ کرنے کے لیے اس کی شاخیں جھک گئی تھیں۔

پھر جب آپ کی عمر شریف بیس سال ہوئی تو تجارت کے ارادے سے پھر ایک مرتبہ شام تشریف لے گئے۔ اس دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بحیرا سے پوچھا تو انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ آپ نبی ہیں۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلے میں ایک بار پھر شام تشریف لے گئے اس دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام

میسرہ آپ کے ساتھ تھا، اس نے دیکھا کہ آپ کو دھوپ سے بچانے کے لیے دو فرشتے آپ پر سایہ کیے رہتے تھے، واپسی پر حضرت خدیجہ نے بھی یہ منظر دیکھا، تقریباً تین ماہ بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیش کش پر آپ نے ان سے نکاح کیا، آپ کی عمر شریف پینتیس سال تھی تو قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی، تب آپ نے ہی حجرِ اسود کو اس کی جگہ نصب کیا۔

چالیس سال کی عمر شریف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت، رحمۃ للعالمین اور تمام مخلوق کے لیے رسول ہونے کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل، اصحاب اور تبعین پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے، معلوماتِ الٰہیہ کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کی سیاہی کے برابر ہمیشہ ہمیشہ افضل ترین صلوٰۃ و سلام نازل فرمائے، والحمد للہ رب العالمین۔
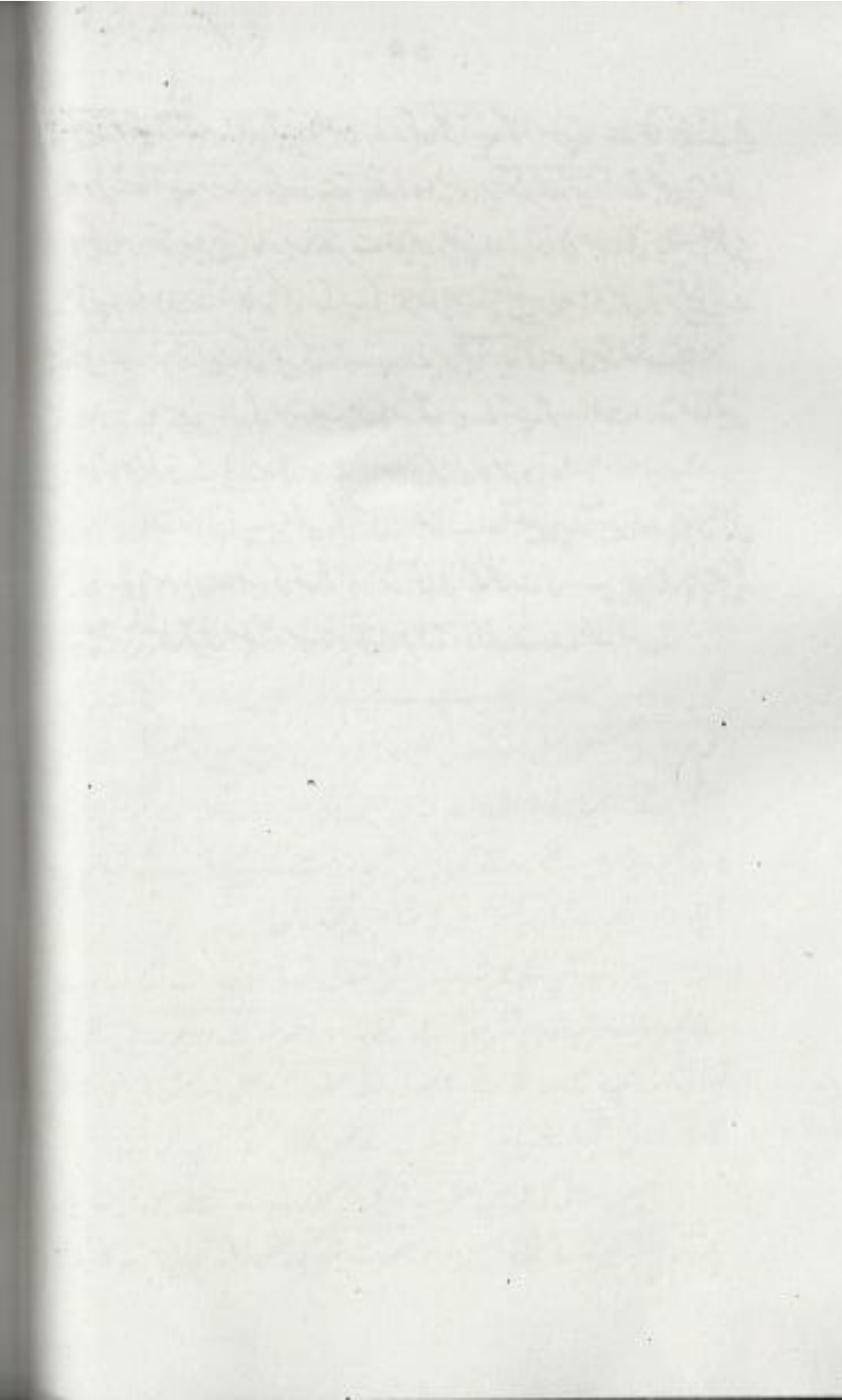
محافلِ میلاد اور غیر مستند روایات

۲۔ محافل میلاد اور غیر مستند روایات : علامہ ابن حجر مکی کی طرف منسوب ایک عربی رسالہ ترکی سے چھپا جس کا اردو ترجمہ پاکستان میں شائع ہوا ' یہ رسالہ نہ صرف یہ کہ جعلی تھا بلکہ غیر مستند روایات پر بھی مشتمل تھا ' راقم نے ازراہ دیانت داری اس مقالے میں اس کا جعلی ہونا بیان کیا' بعد ازاں اصل رسالے کا ترجمہ کیا جس کا تذکرہ نمبر ا پر کیا گیا ہے۔

ماہِ ربیع الاول شریف میں دنیا بھر کے مسلمان اپنے آقا و مولیٰ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر حسبِ استطاعت خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جلسہ، جلوس، چراغاں، صدقہ و خیرات سب اسی خوشی کے مظاہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کے شکریے کے انداز ہیں۔ کچھ ذوقِ لطیف بلکہ نورِ ایمان سے محروم ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ان تمام امور کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے تاہم وُہ وقت بے وقت اپنے دل کا اُبال نکالتے رہتے ہیں۔

دوسری طرف اہلِ سنّت وجماعت کے اکثر خطباء اور مقررین ہیں جو تبلیغِ دین کو ایک مشن بنانے کی بجائے سُنی سنائی باتوں یا غیر مستند کتابوں کے حوالے سے روایات بیان کر کے جوشِ خطابت کے جوہر دکھانے پر اکتفا کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام الناس جذبات کی رَو میں بہ کر نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگا کر خوش ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں علامہ ابن حجر مکی ہیتمی قدس سرہٗ (متوفی ۹۷۴ھ) کے نام سے ایک کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" دیکھنے میں آئی ہے جس میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و محامد کے

ساتھ ساتھ میلاد شریف منانے کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ مقررین حضرات کیلیے یہ کتاب بڑی دلچسپی کی چیز ثابت ہوئی ہے، اکثر خطباء اس کے حوالے سے اپنی تقریروں کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

اس کتاب میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے میلاد شریف پڑھنے کے فضائل اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (حضرت ابوبکر صدیق)

۲۔ جس شخص نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ جس شخص نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ غزوۂ بدر و حنین میں حاضر ہوا۔ (حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۴۔ جس شخص نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ ہی جائے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس کے علاوہ حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کرخی، امام رازی، امام شافعی، سری سقطی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، اکابر علماء اہلسنت سے درخواست ہے کہ وہ ان کا جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف بھی مقبول ہے۔ علامہ ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں: "معتبر اور مستند حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث ضعیف فضائلِ اعمال میں حجت ہے۔" (تطہیر الجنان ص ۱۳)

شیخ الشیوخ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔" (مقدمہ مشکوٰۃ شریف)

علامہ ابنِ حجر مکی دسویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں، لازمی امر ہے کہ انھوں نے مذکورۂ بالا احادیث صحابہ کرام سے نہیں سنیں، لہٰذا وہ سند معلوم ہونی چاہیے جس کی بنا پر احادیث روایت کی گئی ہیں خواہ وہ سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو یا ان روایات کا کوئی مستند ماخذ ملنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابنِ مبارک فرماتے ہیں: "اسناد دین سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا۔" (مسلم شریف ج ۱، ص ۱۲)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اُمت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تمھیں ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سُنی ہوں گی اور نہ تمھارے آباء نے، فایاکم وایاھم تم اُن سے دُور رہنا۔" (مسلم شریف ج ۱ ص ۹)

سوال یہ ہے کہ خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین کے یہ ارشادات امام احمد رضا بریلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، مُلا علی قاری، علامہ سیوطی، علامہ نبہانی قدست اسرارہم

اور دیگر علماءِ اسلام کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ رہے ؟ جبکہ ان حضرات کی وسعتِ علمی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔

(۳) خود ان اقوال کی زبان اور اندازِ بیان بتا رہا ہے کہ یہ دسویں صدی کے بعد تیار کیے گئے ہیں۔ میلاد شریف کے پڑھنے پر دراہم خرچ کرنے کی بات بھی خوب رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں نہ تو میلاد شریف کی کوئی کتاب تھی جو پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی میلاد کے پڑھنے کے لیے انھیں دراہم خرچ کرنے اور فیس ادا کرنے کی ضرورت تھی، اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ صرف ربیع الاول کے مہینے میں ہی میلاد شریف مناتے تھے بلکہ ان کی ہر محفل اور ہر نشست محفلِ میلاد ہوتی تھی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حُسن و جمال، فضل و کمال اور آپ کی تعلیمات کا ذکر ہوتا تھا۔

آج یہ تصور قایم ہو گیا ہے کہ ماہِ ربیع الاول اور محفلِ میلاد میں صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا تذکرہ ہونا چاہیے بلکہ بعض اوقات تو موضوعِ سخن صرف میلاد شریف منانے کا جواز ثابت کرنا ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر مقرر اپنی تقریر میں میلاد شریف کے جواز پر دلائل پیش کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتا ہے اور جلسہ برخاست ہو جاتا ہے حالانکہ میلاد شریف منانے کا مقصد تو یہ ہے کہ خدا اور رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت مضبوط سے مضبوط تر ہو اور کتاب و سنّت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو، ہماری بعض محفلیں مستند روایات کے حوالے سے میلاد شریف کے بیان سے بھی خالی ہوتی ہیں اور عمل کی تو بات ہی نہیں کی جاتی۔

(۴) علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہٗ نے جواہر البحار کی تیسری جلد میں صفحہ ۳۲۸ سے ۳۳۷ تک علامہ ابنِ حجر مکی ہیتمی کے اصل رسالہ "النعمۃ الکبریٰ

علی العالم بمولد سیّد ولد آدم" کی تلخیص نقل کی ہے جو خود علامہ ابن حجر مکی نے تیار کی تھی۔ اصل کتاب میں ہر بات پوری سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی، تلخیص میں سندوں کو حذف کردیا گیا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں،

"میری کتاب واضعین کی وضع اور ملحد و مفتری لوگوں کے انتساب سے خالی ہے جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو میلاد نامے پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر میں موضوع اور جھوٹی روایات موجود ہیں۔"

(جواہر البحار ج ۳ ص ۳۲۹)

اس کتاب میں خلفاء راشدین اور دیگر بزرگان دین کے مذکورہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔

علامہ سید محمد عابدین شامی، صاحب رد المحتار کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین شامی نے اصل "نعمۃ کبریٰ" کی شرح "نثر الدرر علی مولد ابن حجر" لکھی جس کے متعدد اقتباسات علامہ نبہانی نے "جواہر البحار" جلد ۳ میں صفحہ ۳۳۷ سے ۳۴۷ تک نقل کیے ہیں اس میں بھی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذکورہ بالا اقوال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ محافل میلاد میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت طیبہ اور آپ کی تعلیمات بھی بیان کی جائیں اور میلاد شریف کی روایات مستند اور معتبر کتابوں سے لی جائیں مثلاً مواہب لدنیہ، سیرت طیبہ، خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب، مدارج النبوۃ اور جواہر البحار وغیرہ اور اگر صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معروف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے خاصا مواد جمع کیا جاسکتا ہے۔

اگر مواد ایسی مطلوب ہو جس سے بآسانی استفادہ کیا جا سکے تو اس کے لیے سیرت رسولِ عربی از علامہ نور بخش توکلی، میلاد النبی از علامہ احمد سعید کاظمی، الذکر الحسین از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، دینِ مصطفےٰ از علامہ سید محمود احمد رضوی، المولد الروی از حضرت ملا علی قاری، حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف از محمد بن علوی المالکی الحسنی، مولد العروس از علامہ ابن جوزی اور حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیتِ الٰہی

۳۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیت الٰہی : اس مقالے کا مقصد یہ تھا کہ مقررین اور نعت گو حضرات اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھیں تاکہ افراط کا شکار نہ ہو جائیں
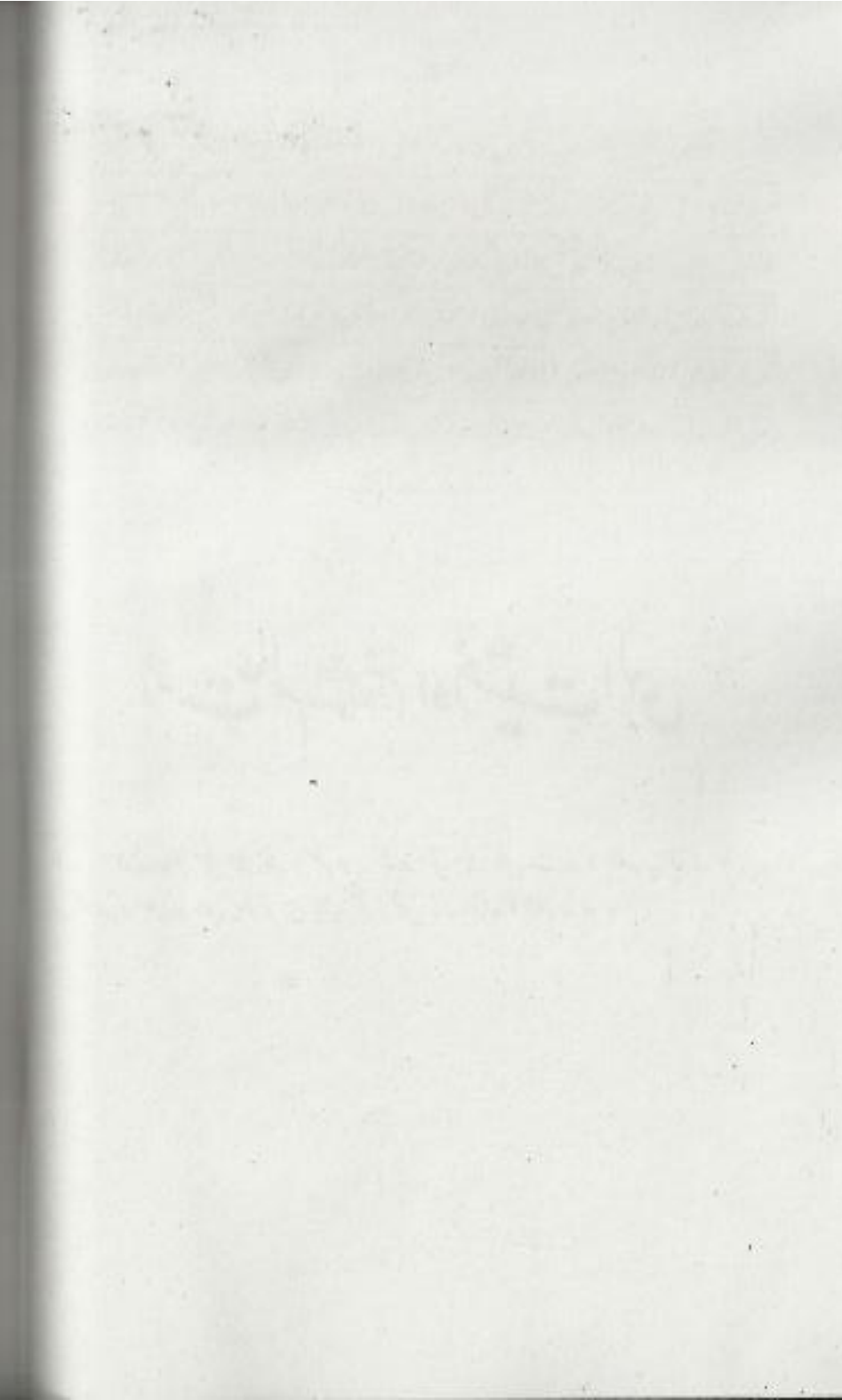
آج دنیا کے جس خطے میں بھی دیکھئے مسلمان کمزوری اور زبوں حالی کا شکار نظر آئیں گے۔ کون سا جبر و تشدد ہے جو اُن پر روا نہیں رکھا جا رہا، کون سی پابندی ہے جو اُن پر عائد نہیں کی گئی، اسلامی ممالک ہر قسم کی نعمت و دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود، اغیار کے دست نگر ہیں، دشمنانِ اسلام سے خائف اور مرعوب ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں واضح طور پر سربلندی کی بشارت دی ہے، کمزوری اور دشمنوں کے خوف سے انھیں بلند و بالا قرار دیا ہے، لیکن یہ سب کچھ شرطِ ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔

لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔[1]

نہ ہی تم کمزوری کا مظاہرہ کرو اور نہ ہی غمگین ہو اور تم ہی سربلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کے باوجود اگر ہم دشمنوں کے خوف اور بزدلی کا شکار ہیں اور سربلندی سے محروم ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ہم شرطِ ایمان کا مطلوبہ معیار پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

---

[1] آل عمران ۳، آیت ۱۳۹

واقعات وشواہد بھی اسی امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ایمان کا جو معیار ہم سے مطلوب ہے اسے پورا کرنے میں ہم قطعاً ناکام رہے ہیں، مستحبات اور سنتوں کی ادائی تو دور کی بات ہے ہم تو فرائض اور واجبات تک ادا نہیں کرتے، فسق و فجور اور محرمات کا بے دھڑک ارتکاب کیا جا رہا ہے، عریانیت، فحاشی، جنسی بے راہ روی کے مظاہرے گلی کوچوں میں جاری ہیں، نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ شرمانے والا۔ کیا ایسا معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلا سکتا ہے؟ اس معاشرے کو دیکھ کر کوئی بھی ذی شعور اسلام کی طرف مائل نہیں ہو سکتا، البتہ اسلام سے برگشتہ اور متنفر ضرور ہو سکتا ہے، بقولِ اقبال ہماری حالت یہ ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بقولِ امام احمد رضا بریلوی:

دن لہو میں کھونا تجھے، شب عیش میں سونا تجھے
شرمِ نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے عاری ہو چکے ہیں، ہمیں بھولے سے بھی یہ حقیقت یاد نہیں آتی کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جواب دہ ہونا ہے، جہاں ہر خیر و شر کا حساب ہوگا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[1]۔

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بُرائی کرے گا وُہ اسے دیکھے گا۔

دراصل ہمارا معاشرہ اس نہج پر چل نکلا ہے کہ آغوشِ مادر سے لے کر

---

[1] الزلزال ۹۹ آیت ۸-۷

آخو شش لحد تک یہ اہتمام ہی ترک کر دیا گیا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے معمور کیا جائے اس کوتاہی کی ذمہ داری اگر حکومتی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصابِ تعلیم پر ہوتی ہے تو اربابِ خانقاہ اور اصحابِ محراب و منبر بھی اس سے بری الذمہ نہیں ہیں، بلکہ نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو زیادہ تر ذمہ داری ان ہی حضرات پر عاید ہوتی ہے کیونکہ وہی وارثانِ انبیاءِ کرام ہیں۔

پیشِ نظر مقالہ میں ہادیٔ اعظم سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ایک اہم پہلو "خشیتِ الٰہیہ" پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے مولائے کریم جل مجدہٗ ہمارے دلوں کو اپنی یاد، اپنی خشیت اور خوفِ آخرت سے مالا مال فرمائے اور اس خوف و خشیت کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خوف اور خشیت کی بنیاد علم ہے، بچے کے سامنے سانپ رکھ دیا جائے تو چونکہ وہ اس کی مضرت سے ناآشنا ہے اس لیے فوراً اسے پکڑنے کی کوشش کرے گا، جبکہ اس کے والدین جو اس کی ایذا سے واقف ہیں اس کے قریب بھی نہیں جانے دیں گے، ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو اہلِ علم ہیں۔

فرق یہ ہے کہ مخلوق سے ڈرنے والا اس سے دور بھاگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا زیادہ سے زیادہ اس کے قریب ہونا چاہتا ہے، اس کا اطاعت شعار بندہ بن جاتا ہے اور اس کی نافرمانی سے کوسوں دور بھاگتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی معصیت سے منع کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُہُمْ بِاللّٰہِ وَ اَشَدُّہُمْ لَہٗ خَشْیَۃً (متفق علیہ)[1]

بخدا! میں ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف اور خشیت رکھتا ہوں۔

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے زیادہ رکھتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بھی سب سے آگے ہیں، صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو بوڑھے، بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھتے، بعض اوقات صبح کی نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سماعت فرماتے تو اس خیال سے نماز مختصر فرما دیتے کہ کہیں بچے کی ماں پریشان نہ ہو جائے، لیکن جب رات کو نوافل ادا فرماتے تو بعض اوقات طویل ترین قراءت فرماتے اور رکوع و سجود بھی اس کے مطابق طویل طویل ادا فرماتے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آپ نے دو رکعتوں میں سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء اور سورۂ مائدہ پڑھی۔[2]

رات کے نوافل میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ پائے اقدس سوج جاتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ کے طفیل تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ آپ کے شکم اطہر سے اس طرح آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] مشکوٰۃ شریف، عربی ص ۲۷

[2] الشفاء، عربی ج ۱ ص ۵۸

علیہ وسلم پر ہمیشہ خشیت اور فکر طاری رہتا تھا کبھی بے فکر نہیں رہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی، جب آیتِ رحمت پڑھتے تو ٹھہر کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی درخواست کرتے، اور جب آیتِ عذاب پڑھتے تو ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔[1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی ذاتِ اقدس میں پیرانہ سالی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں، فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے سورۂ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔[2]

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں قیامت کے ہولناک مصائب اور پہلی اُمتوں پر نازل ہونے والے عذاب کی مختلف قسموں کا ذکر ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف تھا کہ کہیں میری اُمت ان مصیبتوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے دو مقام ہیں:

۱۔ اس کے عذاب سے ڈرنا۔

۲۔ اس کے جلال سے خائف ہونا۔

پہلا مقام عامۃ المسلمین کے لیے ہے، ان کا ایمان ہے کہ جنت برحق ہے، اور وہ اطاعت کی جزا ہے، اور دوزخ برحق ہے اور وہ نافرمانی کی سزا ہے۔

دوسرا مقام اہلِ علم و معرفت کا ہے، اللہ تعالیٰ کے جلال اور کبریائی سے

---

[1] الشفا ج ۱ ص ۸۵
[2] مشکوٰۃ شریف، عربی ص ۴۵۸

مرعوب اور خائف ہونا انہی کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ۔

اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔

نیز فرماتا ہے:

اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ۔

اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

(احیاء العلوم، عربی ج ۴ ص ۱۶۸)

ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیکرِ معصومیت ہیں آپ کے حق میں خوفِ خدا کا دوسرا مقام ہی پایا جا سکتا ہے، نیز آپ اپنی اُمت کے بارے میں خائف ہیں کہ وہ اپنی بدعملی کی بنا پر مبتلائے غضب و عذاب ہو جائے، حاشا وکلا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ معاذ اللہ! آپ کو اپنے انجام کا بھی علم نہ تھا اور آپ اپنی ذاتِ اقدس کے بارے میں پریشان اور خوف زدہ تھے، آپ کی ذاتِ کریم تو وہ منبعِ نجات و فلاح اور مرکزِ رشد و ہدایت ہے کہ آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، اُسے زمین کی دھرتی پر چلتے پھرتے جنت کی نوید دے دی جاتی ہے، آپ کے دامنِ عالی سے وابستگان ہزاروں کی تعداد میں حساب و کتاب کے بغیر سیدھے جنت میں جائیں گے، کئی اعمالِ صالحہ پر آپ نے اپنے اُمتیوں کو جنت کی ضمانت دی ہے، لواء الحمد آپ کے دستِ اقدس میں ہوگا، آپ ساقیِ کوثر ہوں گے، شفاعتِ کبریٰ آپ ہی فرمائیں گے، مقامِ محمود پر آپ ہی فائز ہوں گے، آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاءِ کرام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، تمام مخلوق یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نگاہیں آپ ہی کی سمت اٹھیں گی،

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

ماہ و شما تو کیا کہ خلیلِ جلیل کو
کل دیکھنا کہ اُن سے تمنا نظر کی ہے

جنّت کا دروازہ اگر کسی کے لیے کھولا جائے تو وہ آپ ہی کے لئے کھولا جائے گا، آپ کی اُمّت سے پہلے کسی اُمّت کو جنّت میں داخلے کی اجازت نہ ہوگی، ایسی ذاتِ اقدس کے لئے کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ معاذ اللہ! آپ تو اپنے انجام سے بھی بے خبر تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کا یہ پہلو بھی خاص توجہ کا طالب ہے کہ آپ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کسی لمحہ غافل نہ رہنے دیتے، سیرت و حدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابۂ کرام کیسی بھی گفتگو میں مصروف ہوتے آپ انھیں کمالِ لطافت سے یادِ الٰہی کی طرف متوجہ فرما دیتے، نیز آپ کی گفتگو اس قدر مؤثر اور بلیغ ہوتی کہ صحابۂ کرام کے دل دہل جاتے، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی یاد میں محو ہو جاتے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر تم وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے، بستروں پر امورِ زوجیت سے لطف اندوز نہ ہوتے، تم جنگلوں کا رُخ کرتے اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ــــــ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔[1]

---

[1] مشکوٰۃ شریف عربی ص ۴۵۷

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و تلقین کے دُور رس اثرات کا اندازہ اس سے کیجیے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ چلتے ہوئے اعلان کر رہے ہیں کہ حنظلہ منافق ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، حنظلہ منافق نہیں ہوا۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے آپ نے وعظ و نصیحت فرمائی جس سے ہمارے دل لرز گئے، آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ہم نے اپنے نفوس کو پہچان لیا، لیکن جب میں اپنے گھر گیا تو دُنیا کی باتوں میں مصروف ہو گیا اور آپ کی بارگاہ میں جو حالت تھی وہ نسیاً منسیا ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حنظلہ! اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہتے تو فرشتے راہ چلتے ہوئے اور تمھارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے، حنظلہ! یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے[1]۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ تین صحابہ کرام نے مل کر ایک معاہدہ کیا، ایک صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو نوافل ادا کیا کروں گا، دوسرے نے فرمایا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا اور کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم نے یہ یہ عہد و پیمان کئے ہیں؟ خدا کی قسم، میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میری راہ پر نہیں ہے[2]۔

---

[1] احیاء العلوم عربی ج ۴ ص ۱۶۴ [2] مشکوٰۃ شریف عربی ص ۲۷

غور کیجئے! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، اس کے باوجود جلالِ الٰہی کے پیشِ نظر سراپا خوف وخشیت ہیں، اُمت کے غم میں اشکوں کی ندیاں بہا دیتے ہیں؛ صحابۂ کرام پر آپ کے کلمات طیبات کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ دنیا اور اہلِ دُنیا سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھتے ہُوئے بھی خائف ہیں کہ کہیں یہ تعلق نفاق ہی میں شمار نہ ہو جائے، ان پر رب کریم کی صفاتِ جلال کی اس قدر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ صرف فرائض وواجبات کی ادائی کو ناکافی تصوّر کرتے ہُوئے یہ چاہتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مصروف اور محو ہو جائیں اور دنیا کے تمام دھندوں اور لذّاتِ نفسانیہ کو یکسر ترک کر دیں۔

دُوسری طرف ہم اپنی افسوسناک حالت پر نظر ڈالیں کہ اللہ تعالےٰ کے فرائض وواجبات اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّتوں پر ہم کہاں تک عمل پیرا ہیں، خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل کے لئے حلال وحرام کی تمیز فراموش کر چکے ہیں، ہمارے دل خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محروم ہو چکے ہیں تو سر بارِ ندامت سے جُھک جاتا ہے اور یہ احساس شدّت سے اُبھرتا ہے کہ ہم کس منہ سے ایماندار ہونے اور خدا اور رسول کے محب اور عاشق ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ[1]

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو۔

بارِ الٰہا! اپنی ذاتِ کریمی کے طفیل اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمارے ظاہر و باطن کی کثافتوں کو دُور فرما دے، ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمائے ؎

کیست مولائی بہ از ربِّ جلیل
حسبنا اللہ ربنا نعم الوکیل

اخلاقِ عظیمہ

۴۔ اخلاقِ عظیمہ : یہ مقالہ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی ادبی اور تنقیدی نشست میں ۲۳ فروری اور ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو دو قسطوں میں پڑھا گیا

جب اخلاقِ عظیمہ موضوعِ سخن ہوں تو سننے والے کا ذہن خود بخود اس ذاتِ اقدس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو جلال و جمال کا حسین امتزاج ہے، پیکرِ اخلاق ہے، مجسمۂ علم و کرم ہے اور سراپا رحمت و شفقت ہے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم، کیونکہ آپ اخلاقِ جمیلہ کے اس مقامِ رفیع پر فائز ہیں جہاں تک کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک بات عرض کر دوں کہ اچھے اخلاق کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اچھے اخلاق جس چیز کے پیشِ نظر اپنائے جاتے ہیں وہ خیر ہی خیر ہے، لیکن اس خیر اور اچھائی کا تعین مختلف طریقوں پر کیا گیا؛

(ا) یونان کے قدیم فلاسفہ، سقراط اور افلاطون کہتے ہیں کہ تمام فضیلتوں میں سرِ فہرست مسرت یا لذت ہے، یہی مقصدِ اخلاق ہے اور اسی کے حصول کے لیے انسان با اخلاق بنتا ہے۔ انگلستان کے جدید فلاسفر پالے، بنتھم اور مل اسی نظریے کے مبلغ ہوئے ہیں۔ یہ نظریہ، نظریۂ لذتیت اور نظریۂ افادیت کہلاتا ہے۔

البتہ اس مکتبِ فکر میں یہ اختلاف ہے مسرت سے کس کی مسرت مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ خود اپنی مسرت مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسروں کی مسرت مقصود ہوتی ہے۔ بنتھم نے اپنا نقطۂ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بڑی سے بڑی تعداد کی بڑی سے بڑی مسرت۔

(۲) بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ افعال و اخلاق کسی غایت کے حصول کے لیے نہیں اپنائے جاتے بلکہ یہ بجائے خود مقصد ہیں، ان کے ذریعے ہم مقصدِ حیات کو پورا کرتے ہیں، اور علم و معرفت حاصل کرنے کے لیے جو قوتیں ہمیں دی گئی ہیں انہیں بروئے کار لاتے ہیں۔ یہ تصور مسیحی اخلاقیات کی بنیاد ہے[۱]

(۳) اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ تمام عقاید، اعمال اور اخلاق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اے حبیب! تم فرمادو کہ میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

آج کے دَور میں اخلاق کے سلسلے میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی کردار اور عوامی رابطے کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ اقدس کے جس پہلو کا مطالعہ کیا جائے وہی پہلو بے مثال ثابت ہوگا۔ اس مختصر مقالے میں اخلاقِ عظیمہ کے صرف چند پہلو پیش کیے گئے ہیں، تمام پہلوؤں کے کماحقہٗ جائزہ لینے کی نہ طاقت ہے نہ گنجایش۔

---

[۱] پرائمر آف فلاسفی (ترجمہ میر ولی الدین) ص ۲-۱۰۱

خُلُق کی تعریف

اخلاق جمع ہے خُلُق کی، لغت میں خُلُق (پہلے دو حرف مضموم) سیرتِ باطن کو اور خَلْق (خا ر کے فتحہ کے ساتھ) ظاہری صورت کو کہتے ہیں [۱]

اصطلاحِ عقلاء میں خُلُق وہ ملکۂ نفسانیہ ہے کہ جسے وہ ملکہ حاصل ہو اس کے لیے اچھے کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

اَلْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْاِتْيَانُ بِالْاَفْعَالِ الْجَمِيْلَةِ [۲]

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نفسِ انسانی کو حاصل ہونے والی کیفیت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عارضی اور قابلِ زوال، اسے حال کہتے ہیں، جیسے ایک طالب علم صرف سبق پڑھنے پر اکتفاء کرے اور یاد نہ کرے، اُسے علم تو حاصل ہو گیا لیکن کسی وقت بھی اسے فراموش ہو سکتا ہے۔

(۲) دل و دماغ میں راسخ اور جاگزین ہو جائے اس کے لیے طویل محنت اور ریاضت کی ضرورت ہے اسے ملکہ کہتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک طالب علم پڑھنے کے بعد اپنا سبق بار بار اپنے ساتھیوں کو سناتا ہے، ان سے سنتا ہے اور پھر وقتاً فوقتاً دُہراتا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیفیت علمیہ اس قدر پختہ ہو جائے گی کہ جب وہ چاہے گا اسے بلا تکلف بیان کر سکے گا۔ اچھے کام کرنا اور چیز ہے اور ان کا آسانی سے سرزد ہونا دوسری چیز ہے، خُلُق ایسی

---

[۱] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۰

[۲] فخرالدین رازی، امام: تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۵

ہی کیفیتِ راسخہ کا نام ہے جس کی بنا پر اچھے کام سہولت کے ساتھ صادر ہو سکتے ہیں! اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ امام رازی نے اچھے خُلق کی تعریف بیان کی ہے؛ ورنہ مطلق خُلق کی تعریف یہ ہے:

وہ ملکۂ نفسانیہ ہے جس کی بنا پر اچھے یا بُرے کام بآسانی سرزد ہو سکتے ہیں۔

کیا اخلاق میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اخلاق پیدائشی اور طبعی ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

اگر تمہیں اطلاع دی جائے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو مان لو اور اگر تمہیں بتایا جائے کہ کسی مرد نے اپنی عادت چھوڑ دی ہے تو نہ مانو۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اخلاق کو تبدیل فرما دے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ پختہ عادتوں کی تبدیلی بہت مشکل ہے۔ دراصل انسانوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جن کی عادت راسخ ہو چکی اُسے زائل کرنا بہت ہی مشکل کام ہے مسلسل محنت و ریاضت سے ان کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) جن کی عادتوں کی جڑیں گہری نہ ہوں ایسے لوگ محنت سے کام لیں اور صالحین کی صحبت اختیار کریں تو اچھے اخلاق جو کمزور ہوں وہ قوی ہو سکتے ہیں اور بُرے اخلاق جو قوی ہوں وُہ کمزور بلکہ ختم ہو سکتے ہیں۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام رُشد و ہدایت کا سبق دینے، تعلیم و تربیت اور تہذیبِ اخلاق کے لیے مبعوث ہُوئے، اگر اخلاق میں تبدیلی ناممکن ہوتی تو ان کی بعثت کیوں ہوتی؟[1]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۰

حدیث شریف میں تعلیمِ اُمت کے لیے یہ دُعا آئی ہے :

اے اللہ ! مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت فرما کہ بہترین اخلاق کی ہدایت تیرا ہی کام ہے اور بُرے اخلاق کو مجھ سے دُور فرما کہ ان کا دُور کرنا تیرا ہی کام ہے[1]

اقسامِ اخلاق

حکماء کہتے ہیں کہ نفسِ انسانی کی تین قوتیں ہیں :

(۱) قوتِ ناطقہ (عقل) : یہ وہ قوت ہے جس کے ذریعے اشیاء کی حقیقتوں میں نظر کی جاتی ہے۔ یہی سوچ بچار اور اچھے بُرے کے درمیان فرق کرنے کا ذریعہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں :

صحیح یہ ہے کہ عقل وُہ روحانی نور ہے جس کے ذریعے بدیہی اور نظری علوم حاصل ہوتے ہیں[2]

اس قوت کو قوتِ ملکیہ کہتے ہیں، یہ دماغ کو بطور آلہ استعمال کرتی ہے۔

(۲) قوتِ غضبیہ : اس کے سبب انسان پُرخطر مقامات میں کُود جاتا ہے اور بلندئ درجات اور فضائل و کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسے قوتِ سبعیہ کہتے ہیں۔ یہ قوت دل کو بطور آلہ استعمال کرتی ہے۔

(۳) قوتِ شہوانیہ : یہ انسانی خواہشات مثلاً کھانے پینے، ازدواجی اُمور اور دیگر ضروریاتِ انسانیہ کی طلب کا منبع ہے۔ اس کا آلہ بدنی جگر ہے۔ اسے قوتِ بہیمیہ کہتے ہیں۔

---

[1] ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری، امام : صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۳

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۵

یہ قوتیں باہم متخالف اور متبائن ہیں، اگر ان میں سے ایک قوی ہو جائے تو دوسری قوتوں کو گزند پہنچائے گی اور اگر ان میں توازن اور اعتدال قائم ہو تو یہی قوتیں حصول کمال کا ذریعہ بن جائیں گی، اگر قوتِ ناطقہ کی حرکت معتدل ہو اور علوم و معارف کی طرف شوق صحیح ہو تو یہ قوت فضیلتِ علم کے حصول کا سبب ہوگی اور اسے مقامِ حکمت حاصل ہوگا۔ جب قوتِ شہوانیہ کی حرکت معتدل اور قوت عاقلہ کے تابع ہوگی تو اسے فضیلتِ عفت حاصل ہوگی اور اس ضمن میں صفت سخاوت حاصل ہوگی۔ اسی طرح جب قوتِ غضبیہ معتدل اور قوتِ عاقلہ کے تابع ہو تو اسے فضیلتِ حلم حاصل ہوگی اور اس ضمن میں صفتِ شجاعت حاصل ہوگی۔

یہ نفس انسانی کی وہ صفات فاضلہ ہیں جو تمام صفات کی بنیاد ان تینوں (حکمت، عفت اور شجاعت) کے اجتماع سے ایک اور فضیلت حاصل ہوتی ہے جسے عدالت کہتے ہیں، اسی لیے حکماء کا اتفاق ہے کہ انسانی فضائل کے بنیادی اصول چار صفات ہیں:

۱۔ حکمت	۲۔ عفت
۳۔ شجاعت	۴۔ عدالت

یہ چاروں انسانی اخلاق کی حدِ اعتدال ہیں، ہر ایک کی دو جانبیں ہیں جو رذائل میں شمار ہوتی ہیں۔

حکمت کی ایک طرف سفہ ہے اور دوسری طرف "بلہ" ہے۔ سفہ کا مطلب یہ ہے کہ قوتِ فکریہ کو نامناسب امور میں ناروا طریقے پر استعمال کیا جائے اسے علم اخلاق کی اصطلاح میں جربزہ" کہتے ہیں، "بلہ" کا معنی قوتِ فکریہ سے محروم ہونا نہیں بلکہ جان بوجھ کر اس قوت کو معطل کر دینا ہے۔

عفت کی ایک جانب شرہ" ہے یعنی لذتوں کے حصول میں محو ہو جانا

اور دوسری جانب خمود ہے یعنی خواہشات سے بالکل دستبردار ہو جانا اور بدنِ انسانی کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے کنارہ کش ہو جانا۔

شجاعت کی ایک جانب جُبن (بُزدلی) ہے ایسی چیزوں سے ڈرنا جن سے ڈرنا نہ چاہیے اور دوسری جانب تہوّر (خودکشی) ہے ایسی جگہ پیش قدمی کرنا جہاں پیش قدمی نہ چاہیے۔

اسی طرح عدالت کی دو طرفیں ہیں :

۱۔ ظلم اور

۲۔ مظلومیت

ظلم کا معنی اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ناروا طریقے اختیار کرنا اور حد سے تجاوز کرنا ہے، اور مظلومیت یہ ہے کہ ایسی جگہ جُھک جانا جہاں نہ جھکنا چاہیے اور اپنے جائز حقوق کے حصول کی طاقت نہ رکھنا[1]۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ قوتِ عاقلہ، غضبیہ اور شہوانیہ میں سے ہر ایک کی تین حالتیں ہیں :

افراط، تفریط اور متوسط۔

اور حدیث شریف خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا (درمیانی چیزیں بہترین ہوتی ہیں) کے مطابق حکمت، عفت اور شجاعت جو کہ درمیانے درجے ہیں بہترین انسانی صفات ہیں۔

خُلقِ عظیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ

---

[1] محمد فرید وجدی؛ دائرۃ المعارف القرن العشرین مطبوعہ بیروت ج ۳ ص ۷۷۸ - ۷۷۴

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَ
اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم پ ۲۹)

قلم اور ان کے لکھے کی قسم! تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

(کنز الایمان: ترجمہ امام احمد رضا بریلوی)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ غارِ حرا میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا، پہاڑی سے اتر کر حضرت جبریل امین نے وضو کیا اور دو رکعتیں پڑھیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی وضو کیا اور ان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی، جب آپ گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے چہرۂ انور کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے تمام صورتِ حال بیان کی وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے پوچھا، کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو یہ کہا ہے کہ آپ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، ورقہ نے کہا: بخدا! اگر میں آپ کی دعوت و تبلیغ تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا۔ یہ واقعہ مشرکین تک پہنچا تو انہوں نے کہا:

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ - یہ تو مجنون ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان

---

[1] فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر (طبع جدید) ج ۳۰ ص ۹۰

کے اظہار اور بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کی مذمت سے پہلے قلم اور فرشتوں کے لکھنے کی قسم یاد فرمائی، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو کس قدر اہمیت دی ہے!

اس آیت میں نفیِ جنون کی ایک اجمالی اور قطعی دلیل بیان فرمائی ہے،

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔

جس سے ہزاروں تفصیلی دلائل مستنبط ہو سکتے ہیں، وہ اجمالی دلیل یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں ظاہری اور باطنی انعامات مثلاً فصاحت و بلاغت، کمالِ عقل، جودتِ ذہن، نبوت و ولایت، صداقت و امانت، ہدایت عامہ اور ان گنت اخلاق عظیمہ میں غور کرو ان میں سے ہر وصف بارگاہِ رسالت کے گستاخ کافروں کے خلاف گواہی دے گا[1]

دوسری دلیل ارشاد فرمائی؛

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۔

اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا سلسلۂ عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے:

(۱) صدقہ جاریہ

---

[1] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ مولانا: تفسیر عزیزی (مطبوعہ افغانی دار الکتب دہلی) پ ۲۹ ص ۴۳

(۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔
(۳) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔[1]

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تمہارے ہاتھ سے ایک جہان ہدایت پائے گا اور وہ ہدایت قیامت تک جاری رہے گی، خوش بخت اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل کرتے رہیں گے، اس طرح تمہیں ثواب ملتا رہے گا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، مجنون کو اپنی حرکات و سکنات کی خبر نہیں ہوتی، اس کا عمل نیت سے خالی ہونے کے سبب ذریعۂ اجر و ثواب نہیں ہوتا، وہ دوسروں کے لیے باعثِ ہدایت کیسے بنے گا اور وہ بے انتہا ثواب کا مستحق کیسے ہوگا؟

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ تین میں صالحین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔

ان کے لیے نہ منقطع ہونے والا ثواب ہے۔

جب اُمت کیلئے بھی یہ بشارت ہے تو اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت کیا رہی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مومنوں کو ثواب میں جنت عطا کی جائے گی اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک ثواب پہنچتا رہے گا اور آپ کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہے گا جب تک آپ کا ایک امتی

---

[1] ابو داؤد، امام: سنن ابی داؤد (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) (باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت) ج ۲ ص ۴۲

بھی اس دنیا میں رہے گا اور نیک کام کرتا رہے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ اُمتیوں کو جو ثواب ملے گا وہ منقطع نہیں ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثواب میں دن بدن اضافہ ہوتا رہے گا۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چونکہ سابقہ ادیان منسوخ ہو چکے ہیں اور صرف دینِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی قیامت تک جاری و ساری رہے گا اس لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے اجر و ثواب کا سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا اور کبھی منقطع نہیں ہوگا۔[۱]

جنون کا الزام رد کرنے کے لیے تیسری دلیل یہ بیان فرمائی،

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔

اور بے شک تم عظیم خُلق پر فائز ہو۔

یعنی مجنون کے حالات اور اوہام وخیالات ہر لمحہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اس کی کوئی حالت پائدار اور راسخ نہیں ہوتی اور اے حبیب! تمہیں تو اخلاق عالیہ اور اوصافِ جمیلہ میں وہ ثابت قدمی حاصل ہے کہ کوئی انسان اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا، تمہاری طرف جنون کی نسبت وہی کرے گا جس کا اپنا ذہنی توازن درست نہیں ہے اور معیاس الجنون کی آخری ڈگری پر پہنچا ہوا ہے۔

عظیم وہ ہے جو انسانی ادراک کے احاطہ سے باہر ہو اگر وہ چیز محسوس ہے تو اس کے عظیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسانی آنکھ اس کو مکمل طور پر نہیں دیکھ سکتی، مثلاً عظیم پہاڑ کا مطلب یہ ہوگا کہ انسانی آنکھ یکبارگی اسے دیکھنے سے قاصر ہے اور اگر وہ چیز معقول ہے تو اس کے عظیم ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ عقل اس کا

---

[۱] عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ: تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۸-۴۷

احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

تم پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

نیز فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

بے شک تم عظیم خُلق پر فائز ہو۔

معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضل و کرم اس درجہ ہے اور آپ کے اخلاقِ عظیمہ اس پائے کے ہیں کہ کوئی بھی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی[1]

وُہ رب کریم جو تمام دنیا کے مال و متاع کے بارے میں فرماتا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ۔

تم فرما دو کہ دُنیا کا ساز و سامان تھوڑا ہے۔

جب وہی فرمائے کہ تم پر میرا عظیم فضل ہے اور تم عظیم خُلق کے مالک ہو تو اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

حقیقت آں ست کہ ہیچ فہم و ہیچ قیاس بحقیقت مقام آنحضرت وکنہ حال وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانچہ ہست نرسد وہیچ کس او را چنانکہ ہست جز خدا نشناسد، چنانکہ خدا را چوں وے

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوت فارسی ج ۱ ص ۴۳

ہیچ کس نشناخت وہر کہ در درک حقیقت آں تکلم کرد گویا دعوائے علم متشابہات کرد وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ[1]

حقیقت یہ ہے کہ کوئی فہم و قیاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفس الامری حال اور مقام کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اسے کما حقہٗ نہیں پہچانتا، جیسے کہ آپ کی طرح کسی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، جو شخص اس کی حقیقت کے دریافت کرنے کی بات کرتا ہے وہ متشابہات کے جاننے کا دعویدار ہے، حالانکہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال اور مقام کی حقیقت تک کسی انسان کی رسائی نہیں ہے تو حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے!

تمام صحابۂ کرام سے زیادہ مقرب افضل البشر بعد الانبیاء یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا جاتا ہے:

یَا اَبَا بَکْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَةً غَیْرُ رَبِّیْ[2]

اے ابوبکر! اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا مجھے میرے رب کے سوا حقیقۃً کسی نے بھی نہ جانا۔

انبیاء اور خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ کس منہ سے اس قسم کی نازیبا باتیں کہہ دیتے ہیں۔

لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ کہ لفظ علیٰ استعلاء

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳-۳۲

[2] محمد المہدی ابن احمد الفاسی، الشیخ الامام: مطالع المسرات (مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) ص ۱۲۹

کے لیے آتا ہے مثلاً کہا جائے کہ زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (زید چھت پر ہے) یعنی چھت نیچے اور زید اُوپر ہے ۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا مفاد یہ ہوا کہ اے حبیب! تمہیں اخلاقِ جمیلہ پر تسلط حاصل ہے اور تمہیں اخلاق حسنہ کی طرف وہ نسبت ہے جو آقا کی غلام کی طرف اور بادشاہ کی رعایا کی طرف ہوتی ہے[1]

اس جگہ لفظ خُلُق مفرد لایا گیا ہے اور اسے عظمت سے موصوف کیا گیا ہے اس میں اشارہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خُلق انبیاء سابقین کی خصوصیات کاملہ کا جامع ہے ۔ حضرت نوح کا شکر، حضرت ابراہیم کی خُلت، حضرت موسیٰ کا اخلاص، حضرت اسماعیل کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب کا صبر، حضرت داؤد کی بارگاہِ خداوندی میں معذرت خواہی، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ کی تواضع غرضیکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق وشمائل اپنے تمام تر کمال کے ساتھ جس ہستی میں مجتمع ہیں وہ ہمارے اور تمام مخلوق کے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے ان کی ہدایت کی پیروی کرو ۔

اس ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں ہے کیونکہ معرفت باری تعالیٰ میں کسی کی تقلید کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان

---

[1] فخر الدین الرازی، امام : تفسیر کبیر ج ۳۰ ص ۸۱

[2] اسمٰعیل حقی، امام علامہ : تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۶

نہیں ہے، سابقہ شریعتیں بھی مراد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی شریعت نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے، بلکہ زمانے میں مؤخر ہونے کے سبب انبیاء کرام کے ان اوصاف محامد میں پیروی کا حکم دیا گیا ہے جو ان کے دیگر اوصاف میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔[1] نتیجہ یہ نکلا کہ جو ارفع و اعلیٰ اوصاف دیگر انبیاء میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے وہ سب کے سب مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے گئے۔ یوں یہ آیتِ مبارکہ بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کے دلائل میں سے ایک روشن دلیل ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْأَنَامِ فَضِيْلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ

مخلوق میں ہر نبی کی ایک امتیازی فضیلت ہے اور وہ تمام فضیلتیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جمع کر دی گئی ہیں۔

مصرع: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلکہ حقیقت تو یہ ہے: ؎

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بر وست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر و تمام[2]

عالمِ امکاں میں جو مرتبہ بھی تھا وہ آپ پر ختم ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانۂ قدرت میں جو بھی نعمت تھی وہ آپ پر مکمل ہو گئی۔

---

[1] فخر الدین الرازی، امام: تفسیر کبیر ج ۳۰ ص ۸۰

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۶

خُلُقِ عظیم کی تفسیر مختلف حضرات نے اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہے، چند اقوال ملاحظہ ہوں؛

(۱) خُلُقِ عظیم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس آیت میں فرمائی ہے؛

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔

درگزر کی عادت اپناؤ، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں کو منہ نہ لگاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے دوران اِن امور پر عمل پیرا ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہُوئی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے اس کی وضاحت چاہی، اُنہوں نے فرمایا؛

أُوْتِيْتَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ

آپ کو بہترین اخلاق عطا کیے گئے ہیں، جو آپ سے قطع تعلق کرے اسے اپنے ساتھ ملائیں، جو آپ کو نہ دے اسے عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اُسے معاف کر دیں۔

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو جائیگی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان مراتب کو آخری حد تک پہنچا دیا جس سے آگے بڑھنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُلُقِ عظیم یہ ہے کہ بظاہر مخلوق کے ساتھ مشغول ہونے کے باوجود آپ کا باطن ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف

متوجہ اور اس کی یاد میں مشغول رہنا۔ یہ امر نہایت ہی دشوار ہے کیونکہ اگر ظاہر و باطن ایک طرف متوجہ ہو تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے، بیک وقت دونوں طرف ملتفت رہنا اور دو طرفہ حقوق کامل طور پر ادا کرنا حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔[1]

(۳) حدیث شریف میں ہے ؛

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

چنانچہ وہ عظمتیں اور شرافتیں جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی گئیں (جس کی چند مثالیں اس سے پہلے بیان ہو چکی ہیں) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کی تکمیل فرمائی اسی لیے آپ کے خُلق کو عظیم فرمایا گیا۔[1]

(۴) حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ کے خُلق کو اس لیے عظیم قرار دیا گیا ہے کہ آپ کے فیض جُود سے دُنیا و آخرت مستفیض ہے۔[2]

علامہ شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں ؛

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک دنیا و آخرت آپ کے جود و کرم کا ایک حصہ ہے اور لوح و قلم آپ کے علم کا بعض ہے۔

(۵) حضرت حسین نوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؛

---

[1] عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ : تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۹-۴۸

[2] اسمٰعیل حقی، امام علامہ : تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۷

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق عظیم کیوں نہ ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دلِ اقدس پر اپنے اخلاقِ کریمہ کے انوار کی تجلی فرمائی ہے۔[1]

(۶) علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

آپ کا خُلق عظیم ہے کیونکہ آپ عظیم ذات کے مظہر ہیں، اس لیے عظیم کا خُلق بھی عظیم ہے۔[2]

(۷) سب سے بہتر اور جامع تفسیر وہ ہے جو حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی، حضرت سعد بن ہشام فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: اے اُم المومنین! مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خُلق کے بارے میں بتائیے۔ اُنہوں نے فرمایا: تم قرآن پاک نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: پڑھتا ہوں۔ اُنھوں نے فرمایا:

فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلّم کَانَ الْقُرْاٰنَ۔[3]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خُلق قرآن پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (المومنون پ ۱۸)

یعنی سورۂ مومنین کی ابتدائی دس آیتیں پڑھو، یہ آپ کا خُلق ہے۔[4]

---

[1] اسمٰعیل حقی، امام علامہ: تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۷

[2] ایضاً

[3] مسلم بن الحجاج قشیری، امام: مسلم شریف (مطبوعہ نور محمد کراچی) ج ۱ ص ۲۵۶

[4] اسمٰعیل حقی، امام علامہ: تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۷

ان آیات میں اخلاق قلبیہ کی بنیاد ایمان[1]، اخلاق بدنیہ کے ستون نماز[2] اور اخلاق مالیہ کے اہم جز زکوٰۃ اور ایسے دیگر اہم امور کا بیان کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں حضرت ام المومنین کا جواب ان الفاظ میں وارد ہے؛

کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خُلق قرآن ہے۔

حضرت ام المومنین کے اس بلیغ جواب کے اہلِ علم نے کئی مطلب بیان فرماتے ہیں،

(۱) اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن پاک میں پسندیدہ قرار دیا ہے وہ آپ سے طبعی طور پر صادر ہوتی تھی اور جس چیز کو ناپسندیدہ قرار دیا اس سے آپ طبعی طور پر نفرت رکھتے تھے[1]

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسین وجمیل اخلاق کا خاکہ کتابی صورت میں دیکھنا ہو تو قرآن پاک کو دیکھ لو اور اگر قرآن پاک کی چلتی پھرتی تفسیر دیکھنا چاہتے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق کو دیکھ لو۔

بعض اکابر نے فرمایا جس نے آپ کا زمانہ نہیں پایا اور اسے زیارت کا شوق ہے تو وہ قرآن کریم کی زیارت کر لے، کیونکہ قرآن پاک کی زیارت اور آپ کے دیدار میں فرق نہیں ہے، گویا قرآن پاک اس ذاتِ اقدس کا عکس ہے جس کا نام محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تاویلات نجمیہ میں ہے:

آپ کا خُلق قرآن ہے بلکہ آپ ہی قرآن ہیں جیسے کہ ایک عارف نے آپ کی زبان سے کہا ہے:

---

[1] عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ: تفسیر عزیزی فارسی پ ۲۹ ص ۴۷

أَنَا الْقُرْآنُ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ
وَرُوْحُ الرُّوْحِ لَا رُوْحُ الْاَوَانِیْ [1]

میں ہی قرآن، سبع مثانی (سورۂ فاتحہ کا نام) اور روح کی روح ہوں نہ کہ روحِ جسم۔

(۲) ام المؤمنین یہ کہنا چاہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں، لیکن عظمتِ باری تعالیٰ کے احترام کے پیشِ نظر یوں فرمایا:

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔

یہ اندازِ گفتگو حضرت ام المؤمنین کی انتہائی زیرکی اور کمالِ ادب کی دلیل ہے، اور یہ معنیٰ عظمتِ اخلاق کے زیادہ مناسب ہے [2]

(۳) بعض حضرات نے فرمایا، جس طرح قرآن پاک کے معانی غیر متناہی ہیں اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ جمیلہ اور اوصافِ فاضلہ کے آثار و انوار غیر متناہی ہیں، ہر لمحہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر علوم و معارف القا فرماتا ہے اور آپ کے اخلاق حسین سے حسین تر انداز میں جلوہ گر ہوتے ہیں، آپ کے اوصافِ حمیدہ کی جزئیات کا احاطہ کرنا قدرتِ انسانی سے باہر ہے اور عادۃً محال ہے [3]

(۴) یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف آیاتِ متشابہات پر مشتمل ہے جن کی یقینی تاویل اس دنیا میں معلوم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت معلوم کرنا ہمارے بس سے باہر ہے [4]

---

[1] اسمٰعیل حقی، امام علامہ: تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۰۷

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مدارج النبوت فارسی ج ۱ ص ۲۲ (بحوالہ عوارف المعارف)

[3] ایضاً ص ۲۳

[4] ایضاً

آئندہ صفحات میں حضور سید العالمین امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق وشمائل کی ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے وباللہ التوفیق ۔

عقلِ کل

چونکہ اخلاق کی عمدگی کا دار ومدار عقل وخرد پر ہے ۔ عقل جتنی زیادہ ہوگی اخلاق میں اتنی ہی جاذبیت پائی جائے گی اس لیے ابتداءً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیرکی اور دانائی کی ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے ۔

حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں میں نے ۷۱ کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول سے لے کر آخر تک تمام انسانوں کو جو عقل عطا فرمائی ہے اس کی حیثیت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے وہی ہے جو ایک ذرّے کی ریگستان کے سامنے ہے[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

> اگر عقل کے ایک ہزار اجزاء فرض کیے جائیں اور کہا جائے کہ ان میں سے ایک جزء تمام انسانوں کو اور باقی اجزاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے ہیں تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ آپ کے کمال کی کوئی حد نہیں ہے لہٰذا جو کچھ کہا جائے روا ہے[2]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل ودانش کا اعجاز وہ انقلاب ہے جو آپ نے مختصر ترین عرصے میں بپا کیا، مکی زندگی کے تیرہ سالہ دورِ آغاز

۱؎ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۶

۲؎ ایضاً

میں اسلام لانے والوں کی تعداد ایک سو سے متجاوز نہیں، لیکن مدنی زندگی (۶۲۲ء تا ۶۳۲ء) کے دس سالوں میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر جاتی ہے، اتنی مختصر مدت میں اتنا بڑا انقلاب تاریخ عالم میں نہ اس سے پہلے کبھی رُونما ہُوا نہ قیامت تک ہو سکے گا۔

نبی اکرم صلی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے خطۂ عرب کے باسیوں کی یہ حالت تھی؛

- مختلف قبائل ہمیشہ باہم دست بگریباں رہتے، ایک دوسرے کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے رہتے، بڑے سے بڑا حادثہ انہیں اتحاد کی لڑی میں نہ پرو سکتا تھا ہر شخص یا تو کسی کے قتل کے درپے ہوتا یا کوئی اس کے قتل کے درپے ہوتا۔
- بُت پرستی کے علاوہ ان کا کوئی دین نہ تھا۔
- جاہلیت کے علاوہ کسی راہ سے واقف نہ تھے۔
- ان کو منظم کرنے والا کوئی نظام نہ تھا۔
- انھیں متحد کرنے والی کوئی کتاب نہ تھی۔
- جھگڑے نمٹانے کے لیے ان کے پاس کوئی قانون نہ تھا۔
- ان کا رہنمائی کرنے والا کوئی نہ تھا۔

غرض یہ کہ وُہ اعتقادی، عملی، اخلاقی اور معاشی اعتبار سے بُری طرح پراگندگی کا شکار تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کی بدولت وہی قوم خالص توحید و رسالت کی علم بردار بن گئی، اخلاقی حالت اتنی بلند ہو گئی کہ اخلاقیات کے ماہر فلاسفہ کی صدیوں کی کوششوں کا نتیجہ فلسفۂ اخلاق قصۂ پارینہ

ہو گیا، اتحاد کا یہ عالم کہ تمام مسلمان جسمِ واحد کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ایک کو تکلیف ہوتی ہے تو سب بے چین ہو جاتے ہیں۔ حکومت اس قدر مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہو جاتی ہے کہ فلسفہ و فکر کے مرکز یونان اور دنیا کی دو بڑی حکومتوں روم اور فارس کے نظریات حکومت اس کے سامنے خواب و خیال دکھائی دیتے ہیں قانون ایسا مضبوط کہ باطل اس کے آس پاس گزر ہی نہیں سکتا، اجتماعیت ایسی کہ تمام مسلمان ایک مضبوط عمارت کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، دس سال پہلے دیکھنے والا شخص یہ حالت دیکھے تو حیرت زدہ رہ جائے اور کسی طرح یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا کہ یہ وہی قوم ہے جسے میں پہلے دیکھ چکا ہوں اور اس شخص کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا کہ وہ تائیدِ الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال عقل پر ایمان لے آئے۔

ان تمام تبدیلیوں کے باوجود اگر مسلمان جمود زدہ قوم ہوتے تو شاید اس انقلاب کی کوئی توجیہ کی جا سکتی لیکن ہادیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ہر لحظہ مائل پرواز رکھنے والی رُوح پھونک دی تھی جس کی بدولت مسلمانوں نے ہر میدان میں حیرت انگیز ترقی کی اور ان کے قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہے تا آنکہ آپ کی تعلیمات سے چشم پوشی برتی جانے لگی اور اس کے ساتھ ہی اس قوم کا زوال شروع ہو گیا۔

نیز آپ نے نہ تو کسی سے تعلیم حاصل کی، نہ سابقہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور نہ ہی اہلِ کتاب کے علماء کے پاس بیٹھے اس کے باوجود آپ کے انوار و حکمت

---

[1] محمد فرید وجدی: دائرہ معارف القرن العشرین ج ۱۰ ص ۴۷۹ ھ

مُنے معمور احوال و اوصاف اور افعال، آپ کے جامع ارشادات، احکامِ شرعیہ، آدابِ زندگی، رُوح پرور خصائل و شمائل، تنظیم و سیاست، تعلیم و تربیت، نیز کتبِ سابقہ، تاریخِ عالم اور ضرب الامثال کے بارے میں وسیع معلومات اس قدر بلند و بالا اور بے مثال ہیں کہ کوئی بھی سلیم الطبع انسان ان کے مطالعہ کے بعد یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور علم و عقل کے اس مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہیں کہ دنیا کا کوئی عبقری وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر بارہ ہزار کفار نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسلمانوں پر پُوری قوت سے آخری ضرب لگانے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں، طویل محاصرے کے بعد انہوں نے یکبارگی حملے کا پروگرام بنایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ایسی تدبیر فرمائی کہ ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے، آپ نے حضرت حذیفہ ابن الیمان کو سمجھا کر بہ طور جاسوس روانہ کیا وہ قریش کے ایک ایک سردار سے جا کر ملے اور انہیں خبردار کیا کہ کل حملے کے وقت فتنے کے ذمہ دار لوگ تمہیں آگے کر دیں گے، دونوں طرف قریش ہی قتل ہوں گے یا زخمی ہوں گے نتیجہ یہ نکلے گا کہ قریش کی قوت تباہ ہو جائے گی پھر دوسرے قبائل کسی وقت بھی تم پر چڑھ دوڑیں گے۔

یہ بات انھیں سمجھ آ گئی اور ان کے عزائم متزلزل ہو گئے، لشکرِ کفار افتراق و انتشار کا شکار ہو گیا اور وہ بغیر کسی ظاہری سبب کے واپس چلے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حُسنِ تدبیر کی بدولت تاریخ اسلام کا یہ نازک ترین مرحلہ بخیر و خوبی گزر گیا ورنہ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی انتہائی قلیل تعداد کا اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل تھا۔

پیکرِ صبر و حِلم

نبوت و رسالت کی گراں بار ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے صبر، حلم اور عفو وغیرہ صفات انتہائی اہمیت رکھتی ہیں، ان کے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ صحیح طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا۔

حلم کا معنی یہ ہے کہ جب طیش دلانے والے اسباب پائے جائیں تو باوقار اور ثابت قدم رہنا۔

عفو درگزر اور معاف کرنے کو کہتے ہیں[1]

صبر کا مفہوم بہت وسیع ہے مصائب و آلام پر جزع فزع نہ کرنا، اپنے آپ کو نیک کاموں کا پابند بنانا اور بُرے کاموں سے روکے رکھنا اس میں داخل ہے اس جگہ مخلوق کی اذیت برداشت کرنا مراد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت ہیں اس لیے آپ کی انتہائی آرزو یہ ہوتی کہ کفار ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں اور جہنم کے دائمی عذاب سے نجات پا کر جنت کی لازوال نعمتوں کے مستحق بن جائیں، جب آپ کی تمام تر ہمدردی اور تبلیغ کے باوجود ان کی طرف سے انکار اور انکار پر شدید اصرار کا مظاہرہ ہوتا تو آپ کے قلبِ اطہر کو شدید صدمہ پہنچتا۔[2] اس کے باوجود آپ سلسلہ تبلیغ جاری رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔

تم صبر کرو جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔

---

[1] عیاض بن موسیٰ یحصبی، قاضی: شفا شریف عربی ج ۱ ص ۶۰

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۶

پر کما حقہ، عمل کرتے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ جہدِ مسلسل اور کفار کے جَور و جفا کے برداشت کرنے سے عبارت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔

تمہیں جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے علی الاعلان بیان کرو۔

اس حکم کی تعمیل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کا پیغام پوری صراحت کے ساتھ اہلِ مکہ کے سامنے پیش کیا اور تلقین فرمائی کہ جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک سچے خدا کے پرستار بن جاؤ، اسی میں تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے ورنہ دو جہان کی تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔

یہ اعلان کیا تھا! ایک دھماکہ تھا جس نے قریشِ مکہ کو سراپا اشتعال بنا دیا آتشِ غضب نے انہیں پاگل کر دیا، انہوں نے ایسی ایسی حرکتیں کیں جو کسی ذی ہوش سے متصور نہیں ہو سکتیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر مٹی ڈالی گئی، آپ کے دروازے کے آگے گوبر، لید اور کوڑا کرکٹ لاکر پھینک دیا جاتا، ابو لہب کی بیوی اُمِ جمیل آپ کی راہ میں کانٹے بچھا دیتی۔ ایک موقع پر اُمیہ ابنِ خلف نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ ایک دفعہ آپ سربسجود تھے تو عقبہ ابن ابی معیط آپ کی گردن پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ طواف کے دوران چادر آپ کے گلے میں ڈال کر اس زور سے بل دیا گیا کہ قریب تھا کہ آنکھیں اُبل پڑیں[1]

آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے مشرکین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، نہ صرف خود تکذیب کی بلکہ ایک ایک شخص کو سمجھایا کہ ان کے پاس نہ جانا، یہ

---

[1] عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السہیلی، امام، الروض الانف ج ۱ ص ۱۸۴

جادوگر ہیں، کاہن ہیں، مجنون ہیں، شاعر ہیں۔[1] ابوطالب کو کہا کہ ان کی حمایت چھوڑ دو انھیں ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم سمجھیں گے کہ تم بھی ہمارے دشمن ہو۔[2]

خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ[3]

جتنی اذیتیں مجھے دی گئیں کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

جور و جفا کی آندھیاں چلتی رہیں، جہالت اور بدتمیزی کے طوفان اُمڈتے رہے، آپ کی ذاتِ اقدس کو نشانۂ ستم بنایا گیا، صحابۂ کرام پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے مگر کبھی آپ نے اُف تک نہ کی اور نہ کبھی حرفِ شکایت زبان پر لائے، بلکہ اہلِ طائف نے جب تبلیغِ اسلام کی پاداش میں گالیاں دیں، طعن و تشنیع کی اور اتنے پتھر برسائے کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو گئے تو پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کیا، آپ فرمائیں تو میں ان پر پہاڑ اُلٹ دوں؟ آپ نے فرمایا:

میں ان کی تباہی نہیں چاہتا بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پُشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔[4]

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا،

حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان، حضرت نوح علیہ السلام

---

[1] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۷۱

[2] ایضاً ص ۱۷۰

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۳۶

[4] ایضاً ج ۲ ص ۵۰-۴۹

نے کافروں کی ہلاکت کی دُعا فرمائی تھی ، اگر آپ ایسی ہی دعا
ہم پر فرماتے تو ہم سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے ، آپ کا
چہرۂ انور خُون آلود کیا گیا ، آپ کا دندانِ مبارک شہید کیا گیا لیکن
آپ کی زبانِ اقدس پر کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہ آیا ، آپ نے دعا کی
تو یہ کہ :

اے اللہ ! میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ بے علم ہیں [1]

مشرکینِ مکہ نے جب دیکھا کہ ہماری تمام کوششیں رائیگاں جا رہی ہیں ،
آپ ہمارے تمام مظالم کا پورے عزم اور حوصلے سے مقابلہ کر رہے ہیں ، آپ کی
استقامت تو اپنی جگہ ہر قسم کے تشدد کے باوجود کسی ایک مسلمان کو بھی ایمان
سے برگشتہ نہیں کیا جا سکا بلکہ اب تو مدینہ طیبہ کے لوگ بھی اس دعوت کو قبول
کر رہے ہیں اور مسلمان وہاں منتقل ہو رہے ہیں تو انہوں نے دار الندوہ میں
اکٹھے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے ، جلا وطن کرنے اور شہید کرنے کے
مشورے کئے ، ابلیس شیخ نجد کی صورت میں اس اجتماع میں شرکت کرتا ہے
اور آپ کو شہید کرنے کی تائید کرتا ہے ، مشرکین کی ایک جماعت حملہ کرنے کی غرض
سے آپ کے دروازے پر جمع ہو جاتی ہے ، آپ سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی آیات
پڑھتے ہوئے باہر تشریف لاتے ہیں ، مشرکوں کی آنکھوں اور عقلوں پر اللہ تعالیٰ
نے ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ کچھ بھی نہ دیکھ سکے [2]

اسی رات آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر

---

[1] عیاض بن موسیٰ یحصبی ، قاضی : شفا شریف ج ۱ ص ۶۱-۲

[2] ابن ہشام : السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۹۱-۲

سفرِ ہجرت پر روانہ ہو جاتے ہیں، بیت اللہ شریف کے فراق کا آپ کے دلِ اقدس پر کس قدر اثر تھا! اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے، آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

بخدا! تو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے، اگر مکہ والے مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔[1]

اس کے باوجود قریش کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، انھوں نے اعلان کیا کہ جو شخص حضور کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ اسی لالچ میں سراقہ ابن مالک نے تعاقب کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔[2]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان

ہجرت کے بعد مشرکین کی جارحیت میں کوئی فرق نہ آیا کبھی مسلمانوں کے اونٹ ہنکا کر لے جاتے، کبھی اور کچھ ہاتھ نہ آیا تو ستو ہی اٹھا کر لے جاتے، جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید کر دیا۔ غزوۂ احزاب میں تمام قبائل نے مل کر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی۔ حدیبیہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی زیارت اور عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر موقع پر کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ اور اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیا۔

ممکن ہے کوئی غیر مسلم مظالم برداشت کرنے اور بدلہ نہ لینے کو کمزوری پر محمول

---

[1] السہیلی، الامام: الروض الانف ج ۲ ص ۳

[2] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۶

کرے لیکن رمضان المبارک ۸ھ میں جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اس وقت آپ نے اہلِ مکہ کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک کیا غیر مسلم نہ تو اس کی توجیہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی تاریخ عالم میں اس عفو و درگزر کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہیں، مشرکین سرنگوں بے چینی اور بے قراری سے اپنے انجام کے منتظر ہیں، ماضی کے ظلم و تشدد کی تاریخ کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، ایسے مجرموں کو جو بھی سزا دی جاتی کم تھی، لیکن آپ فرماتے ہیں:

اے قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کرنے والا ہوں!

زندگی میں پہلی مرتبہ سچ اُن کی زبان پر آیا، بیک آواز بولے:

وہی جو ایک بہترین بھائی اور بہترین بھتیجے کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[1]

جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اس خُلقِ عظیم نے ان کے دلوں کو فتح کر لیا، سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

جنگِ حُنین میں جہاں دس ہزار دوسرے صحابہ جہاد میں شریک تھے وہاں ان آزاد ہونے والوں میں سے دو ہزار افراد بھی شامل تھے۔

مدینہ طیبہ میں یہودی جاننے کے باوجود ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے

---

[1] ابنِ ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۷۴

بلکہ طرح طرح سے درپئے آزار رہتے، انہیں یہ حسد کھائے جاتا تھا کہ ہماری سرداری چھن گئی ہے، لبید ابن اعصم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا جس کا اثر جسمانی طور پر ایک سال تک رہا[1] آپ نے معلوم ہونے پر بھی اس سے تعرض نہ فرمایا، خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے زہر آلود گوشت آپ کو پیش کیا معلوم ہو جانے کے باوجود اسے معاف فرما دیا، البتہ جب اس گوشت کے کھانے سے ایک صحابی بشر بن البراء شہید ہو گئے تو قصاصاً اس عورت کو قتل کروا دیا۔[2]

منافقین دشمنانِ اسلام کی بدترین قسم ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آتے تو اپنے مومن ہونے کا اظہار کرتے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ ہم بڑے محب اور مخلص ہیں، لیکن پسِ پشت کسی بھی ایذا سے گریز نہ کرتے، خفیہ طور پر کفار سے رابطہ رکھتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اُبھارتے، آپ ان سے چشم پوشی اور درگزر کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں فرداً فرداً مسجد سے باہر نکال دیا۔[3]

عبد اللہ ابنِ اُبَی رئیس المنافقین تھا، اس نے ایک دفعہ کہا کہ:

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ (المنافقون)

اگر ہم واپس مدینہ پہنچے تو وہاں سے عزت والا بے قدر کو نکال دے گا۔

---

[1] السہیلی: الروض الانف ج ۲ ص ۲۵

[2] ایضاً: ص ۲۴۳

[3] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۹

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جن منافقوں نے جھوٹا الزام لگایا تھا ان کا سردار بھی یہی عبداللہ بن اُبی تھا۔

لیکن جب وہ مرا تو نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا بلکہ اپنا کُرتہ بھی اسے پہنایا، اس کی منافقت کو جانتے ہوئے جنازہ اس لیے پڑھا کہ ابھی ممانعت نہیں آئی تھی، اس سے ابنِ اُبی کے لڑکے حضرت عبداللہ کی تالیفِ قلب مقصود تھی جو کہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔

دُوسرا فائدہ یہ ہُوا کہ ایک ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ کُرتہ پہنانے میں یہ حکمت تھی کہ حضرت عباس جنگِ بدر کے موقع پر گرفتار ہو کر آئے تو ابنِ اُبی نے اپنا کُرتہ انہیں پہنایا تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے اس احسان کا بدلہ دُنیا میں ہی چُکا دیا۔

شجاعت و استقامت

چند امور شجاعت کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں بدرجۂ اتم موجود تھے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت پر کامل بھروسا

حضرت خباب بن الارت فرماتے ہیں ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا، یارسول اللہ! ہم نے مشرکین سے بہت سختیاں برداشت کی ہیں آپ ان کے خلاف دُعا فرمائیں۔ حضورِ اکرم بیت اللہ شریف کے پاس استراحت فرما تھے آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے، آپ کا چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: پہلے لوگوں پر خوفناک مظالم ڈھائے جاتے تھے وہ انھیں دین سے برگشتہ نہیں کر سکتے تھے، پھر فرمایا:

بخدا! اللہ تعالیٰ اس دین کو کمال تک پہنچائے گا، یہاں تک
کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت (دمشق اور یمن کے دو مقام)
تک سفر کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔[1]

مکی زندگی کے نامساعد ماحول میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسی بے پناہ اعتماد کی بدولت صحابہ کرام بڑی سے بڑی مصیبت کو خندہ پیشانی سے جھیل جاتے تھے، اور ہر صدمے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزم میں مزید پختگی آجاتی تھی۔

(۲) ناقابلِ شکست اعتقاد

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس دین کی طرف لوگوں کو بلا رہے تھے اس پر عقیدہ اس قدر مضبوط تھا کہ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے لیکن آپ کے عقیدے کی قوت میں کوئی فرق نہ آسکتا تھا۔ مشرکینِ مکہ نے جب ابو طالب کو دھمکی دی کہ بے شک ہماری نگاہوں میں تمہارا بڑا احترام ہے لیکن اگر تم نے اپنے بھتیجے کو ہماری مخالفت سے منع نہ کیا تو ہم تمہیں بھی اپنے دشمنوں کی صف میں شمار کریں گے، جب ابو طالب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو آپ نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا،

> بخدا! اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند
> لاکر رکھ دیں تاکہ میں دعوتِ اسلام کو ترک کر دوں، تو میں اس
> کے لیے ہرگز تیار نہیں۔[2]

---

[1] ولی الدین، امام : مشکوٰۃ شریف، باب علامات النبوۃ (بحوالہ بخاری شریف)
[2] ابن ہشام : السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۷۰

اس پر اگر یہ بھی اضافہ کر لیا جائے کہ آپ کو تیرہ سال تک مشرکین طعن و استہزا کا نشانہ بناتے رہے، اس کے باوجود آپ کے عقیدے کے استحکام میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا، تو ماننا پڑے گا کہ دُنیا کی تمام طاقتیں آپ کے عقیدے کی قوت کے سامنے بے بس تھیں۔

(۳) سعیِ مسلسل

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد دعوت و تبلیغ کے پھیلانے میں ہر ممکن طریقہ اختیار فرمایا، مکہ مکرمہ میں خفیہ اور علانیہ دعوت دی، حج کے موقع پر آنے والے قبائل کے ایک ایک سردار کو مل کر پیغام اسلام پہنچایا، آس پاس کے قبائل کے پاس جا کر توحید و رسالت کی تبلیغ فرمائی، جواب میں کوئی نرمی سے ٹال جاتا اور کوئی بڑی شدّت سے انکار کر دیتا، مگر آپ کی سعیِ پیہم میں کبھی فرق نہ آیا۔

(۴) ثابت قدمی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال مشرکین کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک و کفر سے باز رہنے کی تلقین فرمائی، مگر ان کے عناد اور عداوت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ مشرکین نے آپ کو جو اذیتیں دیں آپ کے خلاف جو منصوبے بنائے ان کا کسی قدر ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے، اس کے باوجود آپ پوری ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھتے ہیں۔

اندازہ فرمائیں کہ آپ افضل ترین خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، عمر شریف چالیس سال سے زیادہ ہے، خود خاندان کے لوگ آمادۂ جنگ ہیں، مخالفت و مخاصمت کا کوئی حربہ ایسا نہیں جو انھوں نے استعمال نہ کیا ہو، پھر اگر یہ تمام کوشش اور التفات ملک یا مال کے لیے ہوتی تو زیادہ تعجب کی بات نہ ہوتی،

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام اذیتوں کا برداشت کرنا ایک ایسی دعوت و تحریک کے پھیلانے کے لیے ہے کہ وہ جتنی پھیلتی جائے گی اتنی ہی ذمہ داریاں بڑھتی جائیں گی اور جہاد کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا تو ماننا پڑے گا کہ یہ ضبط و تحمل ایک ایسی ہستی کا کام ہے جو تمام عالم انسانیت میں یکتا و بے مثال ہے۔

(۵) شجاعت

جس ذاتِ اقدس میں یہ تمام امور جمع ہوں اس کی شجاعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، آپ کی شجاعت کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے ظالم و جابر اور بیکرِ تکبر و رعونت سردارانِ قریش کے سامنے علی الاعلان ایک نئے دین کی دعوت پیش کی اور ان کے عقائد کے مخالف دعوت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں بتایا کہ تمہاری عقل و خرد کا جنازہ نکل چکا ہے، تم اور تمہارے آباد و اجداد گمراہ تھے، انھیں صبح و شام ذلیل کُن عذاب سے ڈرایا اور ان پر واضح کر دیا کہ اگر تم راہِ راست پر نہ آئے تو تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے اگر آپ شجاعت کے بلند مقام پر فائز نہ ہوتے تو تنِ تنہا اتنی بڑی جرأت نہ کرتے۔[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

> جب میدانِ کارزار گرم ہو جاتا تو ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے اور کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ دشمنوں کے قریب نہ ہوتا تھا۔[2]

عرب یوں بھی جنگجو تھے اسلام لانے کے بعد جذبۂ شہادت نے ان کے

---

[1] محمد فرید وجدی: دائرہ معارف القرن العشرین ج ۱۰ ص ۹-۵۵۷

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۰

دلوں میں بجلیاں بھر دی تھیں، لیکن بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ وقتی طور پر صحابہ کرام کے پاؤں اُکھڑ گئے جیسا کہ جنگ حنین میں ہُوا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے [1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کے لیے گئے واپسی پر صحابہ کرام درختوں کے نیچے آرام کرنے لگے آپ نے تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکا دی اور استراحت فرمائی اتنے میں ایک کافر (غورث بن الحارث) آپ کے پاس پہنچ گیا، اچانک آپ کی آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ ایک کافر برہنہ تلوار لیے سر پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے: تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟

کیسا دہشت ناک منظر ہے! کوئی شخص کیسا ہی دلاور کیوں نہ ہو ایک دفعہ تو اس کے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے اور پتّا پانی ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا.
یہ سُن کر کافر پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، آپ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا:

اب تجھے کون بچائے گا؟

اُس نے کہا: آپ ازراہِ کرم مجھے رہا فرمادیں.

آپ نے فرمایا: تُو مسلمان ہو جا۔ اُس نے کہا: میں مسلمان تو نہیں ہوتا البتہ وعدہ کرتا ہُوں کہ آئندہ نہ تو آپ سے جنگ کروں گا اور نہ آپ سے جنگ کرنے والوں کا ساتھ دُوں گا۔ آپ نے اسے سزا دیے بغیر چھوڑ دیا، جب وہ اپنی قوم کے

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۰

پاس گیا تو کہنے لگا،

میں افضل ترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں[1]

جُود و سخا

جُود و سخا عام طور پر ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں جُودِ حقیقی یعنی بغیر کسی عوض اور غرض کے عطا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ سخی ہیں، آپ کی خدمت اقدس میں کوئی شخص سوال کرتا تو انکار نہ فرماتے، جو کچھ موجود ہوتا عطا فرمادیتے اگر بروقت کچھ موجود نہ ہوتا تو خوش اسلوبی سے معذرت فرماتے یا قرض لے کر دے دیتے۔

ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا، اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، تم ہمارے نام پر ضرورت کی چیز خرید لو جب مال آئے گا تو ہم ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دی۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ!

اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔

آپ خرچ کیجئے اور اس بات کا خوف نہ رکھیں کہ ربِ عرش آپ کے لیے تنگی فرمائے گا۔

یہ سُن کر آپ مسکرائے اور آپ کے چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار دکھائی

---

[1] ولی الدین، امام، مشکوٰۃ شریف، باب التوکل والصبر

دینے لگے [۱]

حضرت یحییٰ حضرمی نے بحرین کا خراج ایک لاکھ درہم بھجوایا، فرمایا کہ اسے مسجد میں رکھ دو، نماز سے فارغ ہو کر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور اس وقت اُٹھے جب تمام مال تقسیم کیا جا چکا تھا ایک درہم بھی باقی نہ رکھا، حنین کے موقع پر آپ کی عطا بےحد و حساب تھی، کئی بدویوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے، کئی کو ہزار ہزار بکریاں عطا فرمائیں، اس روز زیادہ تر مؤلفۃ القلوب کو نوازا تاکہ انہیں قوتِ ایمان حاصل ہو جائے، دو پہاڑوں کی درمیانی وادی اونٹ اور بکریوں سے بھری ہوئی تھی وہ تمام صفوان بن امیہ کو عطا فرما دیں۔ صفوان نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اتنی داد و دہش نبی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوانِ کرم سے کسے حصہ نہیں ملا، حضرت ابو بکر کو صداقت، حضرت عمر کو عدالت، حضرت عثمان کو سخاوت، حضرت علی کو شجاعت، یارانِ نبی کو صحابیت، حضرت ابن عباس کو فقاہت، حضرت ابو ہریرہ کو حافظہ، حضرت کعب ابن زہیر اور علامہ بوصیری کو چادر اور ہم تمام مسلمانوں کو دولتِ ایمان آپ ہی کی بارگاہ سے ملی ہے ؎

اے رضا! یہ فیض ہے احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا جانتے تھے خدا کون ہے!

حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو نعمتِ وجود آپ ہی کے طفیل ملی،

---

[۱] عیاض بن موسیٰ یحصبی، قاضی: شفا، ج ۱ ص ۶۵-۶۶

تمام انبیاءِ کرام آپ ہی کے خوشہ چین ہیں اور قیامت کے دن آپ ہی کی چشمِ کرم کے منتظر ہونگے اور فیض یاب ہوں۔

آپ کے دربارِ کرم سے صحابۂ کرام کو جہاں دوسری مرادیں حاصل ہوئیں وہاں انھیں خود داری اور عزتِ نفس بھی حاصل ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے:

اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ۔

درحقیقت دولت خودداری کی دولت ہے، آپ نے حضرت حکیم ابن حزام کو فرمایا جہاں تک ہو سکے کسی سے سوال نہ کرو۔ اس کے بعد ان کی یہ حالت تھی کہ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے چابک گر جاتا تو وہ کسی کو نہ کہتے کہ مجھے اٹھا کر دے دو، بلکہ خود اُتر کر اٹھاتے۔ یہ وہ نعمت ہے جو دنیا بھر کی دولت دے دینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

انصاف مجسّم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدل و انصاف میں بے نظیر مقام رکھتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ انصاف و عدالت کا معیار ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، آپ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، ذوالخویصرہ تمیمی نے کہا:

یا رسول اللہ! عدل کیجیے!

کسی بھی مقتدر شخصیت کے لیے اس سے زیادہ سخت اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن آپ نے کمال تحمل سے برداشت کیا اور فرمایا:

وَیْلَكَ وَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ۔[1]

تجھ پر افسوس، اگر میں نے عدل نہیں کیا تو کون عدل کرے گا؟

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری ج ۲ باب علامات النبوۃ فی الاسلام

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ آپ کی ذاتِ اقدس ہی کے طفیل دُنیا میں انصاف قائم ہے اگر آپ کی ذات سے انصاف کی نفی کر دی جائے تو رُوئے زمین پر کوئی بھی صاحبِ انصاف کہلانے کا مستحق نہ رہے گا۔

کسی شخص کا کسی وصف میں کمال بیان کرنا ہو تو بہ طور محاورہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص عالمِ شیر خوارگی میں اس وصف سے موصوف تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو حقیقۃً ان ایام میں عدالت کا ظہور ہوا، آپ اپنی رضاعی والدہ کی دائیں جانب سے دُودھ نوش فرماتے اور جب وہ بائیں جانب سے پلانا چاہتیں تو نہ پیتے۔ یہ آپ کے عدل کی اعلیٰ مثال ہے کہ دوسری جانب کا دُودھ اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔[1]

حالتِ رضا ہو یا ناراضگی، سفر ہو یا حضر، سرزمینِ مدینہ ہو یا میدانِ جنگ کبھی بھی آپ سے مخالفِ انصاف فعل سرزد نہیں ہوا، جنگِ بدر کے موقع پر مجاہدین کی صفیں سیدھی کی جا رہی ہیں، حضرت سواد بن غزیہ صف سے کسی قدر آگے نکل کر کھڑے ہیں، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پہ تیر مارتے ہوئے فرمایا،

اِسْتَوِ سَوَادُ۔ سواد! سیدھے ہو جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے بدلہ دیجئے۔

صحابۂ کرام حیران رہ جاتے ہیں کہ اس وقت زندگی اور موت کا سوال ہے یہ بدلہ لینے کا کون سا وقت ہے، پھر یہ کہ مسلمان تو آقائے دو عالم صلی اللہ

---

[1] جلال الدین سیوطی، امام، الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۵۹

تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں جان قربان کرنے کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں
اور حضرت سواد ہیں جو بدلہ لینے کی بات کر رہے ہیں، اور وہ بھی اس لیے کہ
انھیں فوجی ڈسپلن برقرار رکھنے کے لیے کہا گیا تھا انھیں اذیت پہنچانا مقصد
نہ تھا۔

لیکن یہ دیکھ کر صحابۂ کرام کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضور سراپا عدالت
نے اپنا گریبان کھول کر سینہ مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔

حضرت سواد آگے بڑھتے ہیں اور آپ کے سینے سے لپٹ جاتے ہیں، حضور
نے فرمایا، سواد! تمھیں یہ کیا سوجھی؟

انہوں نے عرض کیا، حضور! حالات آپ کے سامنے ہیں، زندگی کا
کوئی پتا نہیں، میں نے سوچا کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے آپ کے جسد مبارک
سے اپنا جسم مس کر لوں[1]

محبت و وارفتگی کا یہ منظر دیکھ کر فرشتوں پر بھی رقت طاری ہو گئی ہو گی۔

ایک جج کے لیے یہ مرحلہ بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کا کوئی چہیتا مطالبہ
کرے کہ قانون کے خلاف فیصلہ دے دو، زمانۂ رسالت میں ایک مخزومیہ عورت
نے چوری کی قانونِ اسلام کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جانے والا تھا، قریش
اس معاملے میں بہت پریشان تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ کون سفارش کر سکتا ہے؟
طے پایا کہ حضرت اسامہ بن زید ہی سفارش کر سکتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کے منظورِ نظر ہیں، انہوں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کیا تو ناراضگی
سے آپ کے چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا، فرمایا: تم خدا کی مقرر کردہ حد میں

---

[1] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۶۸

سفارش کر رہے ہو ؟ انہوں نے عرض کیا ، حضور! میرے لیے مغفرت کی دُعا فرمائیں۔ شام کے وقت آپ نے صحابۂ کرام سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:

تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک کیے گئے کہ جب کوئی معزز چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

چنانچہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔[۱]

صداقت و امانت

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس کا یہ اعجاز ہے کہ اس سے ہمیشہ سچ اور حق ہی صادر ہوا ، حالتِ رضا ہو یا غضب کبھی غلط بات آپ سے سرزد نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں : میں جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا۔ قریش نے مجھے منع کیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی وقت رضا کی حالت میں ہوتے ہیں اور کسی وقت غضب کی حالت میں ، اس لیے ہر بات نہ لکھا کرو۔" میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا : لکھتے رہو اور اپنی زبانِ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ

---

[۱] مسلم ابن الحجاج قشیری : صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۴

مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ [1]

اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے
اس سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

جس ذاتِ اقدس پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہو اور جن کی زبان حق کی ترجمان ہو ان کی طرف کوئی صاحبِ عقل سچ کے علاوہ کسی چیز کی نسبت بھی نہیں کر سکتا۔

آپ کی صداقت نبوت کی دلیلوں میں سے اہم دلیل ہے۔ آپ نے بطور چیلنج ارشاد فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ۔

میں نے تم میں عمر کا ایک بڑا حصہ گزارا ہے۔

مقصد یہ تھا کہ میرا سابقہ کردار تمہارے سامنے ہے، اس سے پہلے ساری زندگی میں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو آج عمر کے آخری حصے میں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے جواب میں کسی بھی کافر کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ واقعی ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔

آپ کی صداقت وہ حقیقتِ مسلّمہ ہے کہ آپ کے بدترین دشمن بھی اس کا انکار نہ کر سکتے تھے، جب آپ کا مکتوب گرامی شاہِ روم کے پاس پہنچا تو اتفاقاً ابوسفیان بھی شام میں تھے، شاہِ روم نے انہیں بلا کر چند سوالات کیے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا:

کیا تم دعوائے نبوت سے پہلے انہیں جھوٹ کا الزام دیا کرتے تھے؟

---

[1] ابوداؤد، امام: ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۱۵۸

ابوسفیان نے کہا، نہیں!

شاہِ روم نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے بارے میں تو جھوٹ نہ بولیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کہیں[1]۔ یعنی یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

ایک دفعہ ابوجہل نے کہا: ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، ہم تو اس دین کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی،

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ[2]۔

بے شک یہ کافر تمہیں جھوٹا نہیں کہتے، لیکن ظالم اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیانت وامانت بھی ان اوصاف میں سے ہے کہ مشرکین مکہ تمام تر مخالفت کے باوجود کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے تھے، اس کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی امانتیں اپنے ہم مذہب لوگوں کی بجائے آپ کے پاس ہی رکھتے تھے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک مکہ مکرمہ میں اگر کوئی امین تھا تو وہ آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی یہاں تک کہ ہجرت کے موقع پر بھی مشرکین کی امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں، اسی لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا ایک ایک امانت اس کے مالک کے سپرد کر کے مدینہ طیبہ چلے آنا[3]۔

---

[1] ولی الدین، امام: مشکوٰۃ شریف باب علامات النبوۃ فصل ۳

[2] ایضاً: باب فی اخلاقہ وشمائلہ

[3] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۰

حُسنِ معاشرت اور مساواتِ محمدی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجودیکہ محبوبِ خدا ہیں، سیدالانبیاء ہیں، تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل و اعلیٰ اور قربِ الٰہی کے سبب سے بلند مقام پر فائز ہیں اس کے باوجود انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی تواضع اور انکساری کا مظاہرہ فرماتے۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا جوتا مبارک خود درست فرما لیتے، اپنا کپڑا خود سی لیتے، اپنے گھر میں اس طرح کام کرتے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں کام کاج کرتا ہے، آپ عام انسانوں کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے، اپنے کپڑوں کی خود دیکھ بھال فرماتے کہ کہیں کوئی کانٹا کوئی تنکا تو نہیں اٹکا ہوا، بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود انجام دیتے[1] غرض یہ کہ کسی طرح اپنی برتری نہ جتلاتے تھے۔

آپ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا نہ خادم کو نہ عورت کو۔ حضرت انس فرماتے ہیں، میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری عمر آٹھ سال تھی دس سال میں نے آپ کی خدمت کی اس عرصے میں ایک دفعہ بھی تو مجھے سرزنش نہیں فرمائی اگرچہ مجھ سے کوئی نقصان ہو جاتا، اگر اہلِ خانہ میں سے کوئی ملامت کرتا تو فرماتے اسے کچھ نہ کہو جس چیز کی قضا آئی ہوئی ہو وہ ہو کر ہی رہتی ہے[2]

نبوت و رسالت کی گرانبار ذمہ داریوں، تکالیف و مصائب کے ہجوم اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود ہر وقت آپ کے لبہائے مبارک پر دلنواز مسکراہٹ رہتی۔ حضرت عبداللہ ابن حارث فرماتے ہیں میں نے تبسم میں رسول اللہ صلی اللہ

[1] ولی الدین، امام: مشکوٰۃ باب اخلاقہ و شمائلہ

[2] ایضاً: فصل دوم

تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔[1]

آپ کے صحابہ اور اہلِ خانہ میں سے جو بھی آپ کو پکارتا اس کے جواب میں فرماتے، لَبَّیْکَ (میں حاضر ہوں) کبھی صحابہ کے درمیان پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے ہر شخص کو توجہ اور التفات سے نوازتے، کسی کو یہ محسوس نہ ہوتا کہ آپ کی بارگاہ میں مجھ سے زیادہ کسی کی قدر و منزلت ہے، اگر کوئی سرگوشی کرتا تو اس وقت تک اپنا سر مبارک نہ ہٹاتے جب تک وہ فارغ نہ ہوتا، جب کوئی مصافحہ کرتا تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ کسی سے سخت کلامی نہ فرماتے، تیز آواز میں گفتگو نہ فرماتے، کسی کا عیب نہ نکالتے۔

نماز کے دوران کوئی شخص آجاتا تو نماز مختصر فرما کر اس کی حاجت دریافت فرماتے اور اسے فارغ کر کے پھر نماز میں مشغول ہو جاتے، مساکین کی عیادت فرماتے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے، صحابہ کے درمیان مخلوط ہو کر بیٹھتے، دراز گوش پر سواری فرماتے، حج کے موقع پر جس اونٹ پر سواری فرمائی اس کا پالان پرانا تھا اور اس پر پرانی چادر ڈالی ہوئی تھی جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی حالانکہ یہ آخری دور تھا جبکہ فتوحات کی کثرت تھی اور مالِ غنیمت کی فراوانی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ پر فقر کی زندگی اختیار فرمائی۔

صحابہ کرام کے ساتھ بعض اوقات خوش طبعی اور مزاح کی گفتگو فرماتے، لیکن آپ کی زبانِ مبارک پر حق کے علاوہ کوئی بات نہ آتی۔ اُمہات المؤمنین کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ فرماتے، ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت سودہ نے شوربا

---

[1] ولی الدین، امام: مشکوٰۃ باب اخلاقہ وشمائلہ

تیار کر کے بارگاہِ رسالت میں بھجوایا، حضرت عائشہ نے کہا تم بھی کھاؤ۔ وہ شریک نہیں ہوئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا، اگر تم نہیں کھاؤ گی تو میں سالن تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ وہ اس کے باوجود شریک نہیں ہوئیں تو حضرت عائشہ نے سچ مچ سالن اُن کے منہ پر مل دیا، حضور نے مسکراتے ہوئے حضرت سودہ کو فرمایا کہ تم بھی ان کے منہ پر سالن مل دو۔ چنانچہ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس تمام کارروائی کے درمیان مسکراتے رہے اور کوئی مداخلت نہ کی[1]

کرّوفر سے بے نیازی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی رعب عطا فرمایا تھا، آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا آپ کی خداداد ہیبت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا صحابہ کرام بارگاہِ اقدس میں اس طرح باادب اور پرسکون ہو کر بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مجھے اتنا رعب دیا گیا ہے کہ دشمن ایک ماہ کی مسافت پر بھی ہو تو مرعوب ہو جائے، حالانکہ تکلف سے آپ کو دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

آپ صحابہ کرام کے درمیان اس بے تکلفی سے تشریف فرما ہوتے کہ نو وارد آپ کو پہچان نہ سکتا جب تک کسی سے پُوچھ نہ لے۔

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں صحابہ کرام کو آگے روانہ فرما دیتے اور خود پیچھے تشریف لاتے، کوئی کمزور یا مجبور پیچھے رہ جاتا تو اسے سہارا دیتے اور اپنے ساتھ سوار کر لیتے[2]۔ صحابہ کرام کو جلوس کی شکل میں ساتھ لے کر نہیں چلتے تھے بلکہ

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۵-۳۴

[2] ابو داؤد سجستانی، امام: ابو داؤد ج ۱ ص ۳۵۵

دو آدمی بھی آپ کے پیچھے نہیں چلتے تھے، صرف ایک خادم آپ کے ہمراہ ہوتا۔

مساواتِ محمدی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت درسِ مساوات دیا جب دنیا کے کسی گوشے میں اس کا تصور نہ تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں فرمایا:

> یہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا مالک بنایا ہے، لہٰذا جو تم کھاؤ انھیں کھلاؤ، جو تم پہنو انھیں پہناؤ، انھیں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دو، اگر کسی ایسے کام کا حکم دو تو ان کی امداد کرو۔[2]

مسجدِ قُبا کی تعمیر کے وقت سب سے پہلا پتھر لاکر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ دوسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیق نے اور تیسرا پتھر حضرت عمر فاروق نے رکھا، پھر دیگر صحابہ کرام لانے لگے۔ حضور اتنے بھاری پتھر اٹھا کر لاتے تھے کہ صحابہ ان کو اٹھانے سے قاصر رہتے تھے، دورِ اسلام میں تعمیر ہونے والی یہ پہلی مسجد تھی۔[3] اسی طرح جب مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی تو اس میں آپ نے بنفسِ نفیس کام کیا۔[4]

ایک سفر میں آپ نے صحابۂ کرام کو ایک بکری کا گوشت پکانے کا حکم دیا، ایک صحابی نے کہا: میں اسے ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں اس کی کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں اس کا گوشت پکاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد سجستانی، امام: ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷

[2] مسلم بن الحجاج، امام: مسلم شریف ج ۲ ص ۵۲

[3] سہیلی، امام: الروض الانف ج ۲ ص ۱۱

[4] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۲

نے فرمایا: میں ایندھن اکٹھا کر کے لاؤں گا۔ صحابہ نے عرض کیا: حضور! یہ کام کرنے کے لیے ہم جو موجود ہیں۔ فرمایا، مجھے علم ہے لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے درمیان ممتاز ہو کر بیٹھوں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند فرماتا ہے جو اپنے دوستوں کے درمیان ممتاز ہو کر بیٹھتا ہے۔

ایک دفعہ آپ کے نعلِ مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا، ایک صحابی نے عرض کیا، حضور! مجھے عنایت فرمائیں تاکہ میں اسے درست کر دوں۔ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ تمہارے درمیان ممتاز ہو کر رہوں اور کسی کو خدمت کا حکم دوں[1]۔

نجاشی شاہِ حبشہ کے چند نمائندے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت کے لیے خود اُٹھے۔ صحابہ نے عرض کیا، آپ ہمیں حکم دیں ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔ فرمایا، انہوں نے ہمارے ساتھیوں کی بہت خدمت اور تکریم کی ہے میں چاہتا ہوں کہ خود انہیں بدلہ دوں[2]۔

جنگِ احزاب کے موقع پر مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودی گئی تو اس میں آپ نے بنفسِ نفیس کام کیا اور ایک سخت پتھر اپنے دستِ مبارک سے توڑا جسے توڑنے سے صحابۂ کرام عاجز رہ گئے تھے۔ حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں: ہم نے بارگاہِ رسالت میں بھوک کی شکایت کی اور پیٹ پر باندھا ہوا پتھر دکھایا تو آپ نے شکمِ اطہر سے کپڑا اٹھا دیا۔ صحابہ نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ، مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۴۲

[2] ایضاً

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

آپ کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا، آپ کو اختیار دیا گیا کہ نبوت کے ساتھ چاہیں تو فقر اختیار کریں اور چاہیں تو بادشاہی ۔ آپ نے فرمایا: میں نبوت کے ساتھ عبودیت کو پسند کرتا ہوں، ایک دن کھانا کھاؤں گا اور ایک دن خالی پیٹ رہوں گا۔[1]

عوامی رابطہ

کسی بھی اجتماع کے لیے عامۃ الناس کے ساتھ رابطہ رکھنا انتہائی ضروری ہے، جماعت کے اراکین کے دُکھ درد میں شریک ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ان کا حوصلہ بلند رہے اور انھیں یہ احساس نہ ہو کہ ہمیں صرف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، ہماری ذات کے ساتھ کسی کو دلچسپی نہیں ہے، مخالفین کے رابطے اور حُسنِ سلوک کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انھیں اپنا نقطۂ نظر سمجھا کر قریب کیا جاسکتا ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

بندۂ حلقہ بگوش ارنہ نوازی برود
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

زرخرید غلام کے جذبات کا پاس نہ کیا گیا تو وہ بھی بھاگ جائیگا اتنی مہربانی کرو کہ بیگانہ بھی غلام بن جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی خیر و عافیت دریافت فرماتے رہتے

---

[1] السہیلی: الروض الانف ج ۲ ص ۲۶۹

کوئی صحابی حاضر نہ ہوتا تو اس کے بارے میں دریافت فرماتے، کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ صحابہ تو صحابہ کسی غیر مسلم کا آپ کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہوتا تو اس کی بیمار پرسی کے لیے بھی تشریف لے جاتے۔

ایک یہودی بچہ آپ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا توراۃ پڑھ رہا ہے، آپ نے فرمایا،

اے یہودی! میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے توراۃ نازل فرمائی ہے کیا تو توراۃ میں میری صفت اور مکہ سے نکل کر مدینہ آنا پاتا ہے؟

اس نے کہا: نہیں!

اس لڑکے نے کہا: بخدا! ہم آپ کی صفت توراۃ میں پاتے ہیں۔ اور کلمۂ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار درہم میں ایک قمیص خریدی، جب آپ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا،

حضور! یہ قمیص مجھے عنایت فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ کو جنتی کپڑے پہنائے!

آپ نے قمیص اتار کر دے دی پھر دکاندار کے پاس جا کر چار درہم میں ایک اور قمیص خرید لی، اس کے بعد آپ کے پاس دو درہم باقی تھے، راستے

---

[1] ولی الدین، امام: باب اسماء النبی وصفاتہ

میں ایک کنیز رو رہی تھی، آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا: مجھے میرے مالک نے آٹا خریدنے کے لیے دو درہم دیے تھے وہ کہیں کھو گئے ہیں۔ آپ نے دو درہم اسے عطا فرما دیے۔

اتفاقاً پھر اس طرف سے گزر ہوا تو وہ بیٹھی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا، تمہیں دو درہم تو مل گئے ہیں اب کیوں رو رہی ہو؟

اس نے کہا، مجھے ڈر ہے کہ مجھے مار پڑے گی۔

آپ اسے ساتھ لے کر اس کے مالک کے دروازے پر تشریف لے گئے اور سلام کہا، گھر والوں نے آپ کی آواز پہچان لی اور جواب نہ دیا۔ آپ نے دوسری تیسری بار سلام کہا تو انہوں نے جواب دیا۔ آپ نے فرمایا، تم نے پہلی دفعہ سُنا تھا؟

انہوں نے کہا، ہاں، لیکن ہم چاہتے تھے کہ آپ ہمیں زیادہ سے زیادہ سلام کہیں۔ حضور! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

فرمایا: اس خیال سے کہ کہیں تم اس کنیز کی پٹائی نہ کرو۔

اس کے مالک نے کہا، چونکہ آپ اس کے ساتھ تشریف لائے ہیں اس لیے یہ خدا کی رضا کے لیے آزاد ہے۔

آپ نے انہیں خیر اور جنّت کی بشارت دی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دس درہموں میں برکت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی اور ایک انصاری کو قمیص پہنائی اور ایک کنیز کو رہائی عطا فرمائی[1]

---

[1] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۴۰-۳۹

حضرت انس فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کی کوئی بچی آکر آپ کا دستِ اقدس پکڑ لیتی تو آپ اُس سے ہاتھ نہ چھڑاتے، وہ آپ کو جہاں لے جانا چاہتی لے جاتی۔[1]

آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ کسی کی غلطی پر تنبیہ فرمانے کے لیے کسی سے بالمشافہ بات نہیں کرتے تھے اور نہ ہی نام لے کر نشان دہی فرماتے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس اس طرح کہتے ہیں۔[2]

مدینہ طیبہ کے خدام صبح کی نماز کے بعد بارگاہِ رسالت میں برکت اور شفاء کے حصول کے لیے پانی سے بھرے ہُوئے برتن لے کر آتے، کیسی بھی سردی کیوں نہ ہوتی آپ ہر ایک کے برتن میں ہاتھ ڈال کر انہیں فیض یاب اور شادکام فرماتے۔[3]

اعزاز اور حوصلہ افزائی

صحابۂ کرام میں سے جو ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرتا یا تقویٰ و طہارت اور خلوص و للّٰہیت کا ثبوت فراہم کرتا آپ اس کی عزّت افزائی سے دریغ نہ فرماتے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) عشرہ مبشّرہ کو ان کے امتیازی اوصاف کی بنا پر جنّت کی خوشخبری عطا فرمائی۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کا اعتراف ان

---

[1] ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۹

[2] ایضاً ص ۳۸

[3] ولی الدین امام: مشکوٰۃ شریف، باب اخلاقہ وشمائلہ

الفاظ میں فرمایا :

إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ أَبُوبَكْرٍ۔

سب سے زیادہ میرے لیے اپنی صحبت اور مال خرچ کرنے والے ابوبکر ہیں۔

(۳) غزوۂ تبوک میں سازوسامان کی بہت قلت تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کی امداد کے لیے اپیل کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو اونٹ بمع نمدہ اور پالان پیش کیے۔ آپ یہ فرماتے ہُوئے منبر سے نیچے تشریف لائے :

مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا فَعَلَ بَعْدَ هٰذِهٖ۔[1]

اس نیکی کے بعد عثمان جو بھی کریں گے ان کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اس نے زیادہ قیمت کے لالچ میں انکار کر دیا کہ میں نے آپ کے پاس بیچا ہی نہیں، اور کہا کہ گواہ لائیں۔

حضرت خزیمہ نے فرمایا : میں گواہی دیتا ہُوں کہ تُو نے یہ گھوڑا حضور کے پاس فروخت کیا ہے۔

آپ نے فرمایا : خزیمہ! تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو (حالانکہ خریداری کے وقت تم موجود نہ تھے)۔

انہوں نے عرض کیا : آپ کی تصدیق و تائید میں گواہی دے رہا ہوں۔

---

[1] ولی الدین، امام : مشکوٰۃ شریف، باب فی مناقب عثمان

آپ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر کر دیا۔[1] یعنی جہاں دو گواہوں کی ضرورت ہو وہاں صرف ایک خزیمہ کی گواہی ہی کافی ہے۔

(۵) حنین کا مالِ غنیمت تالیفِ قلوب کے لیے قریش اور دیگر قبائلِ عرب کو دیا گیا، انصار کو کچھ نہیں دیا گیا جسے انصار کے بعض افراد نے شدت سے محسوس کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلب فرمایا اور ان سے خطاب فرمایا، اور خطاب کے آخر میں فرمایا:

اے گروہِ انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے گھر لے جاؤ؟ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر چلیں تو میں انصار کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر، ان کے بیٹوں پر، ان کے پوتوں پر رحم فرما۔

یہ سن کر انصار پر رقت طاری ہو گئی اور فرطِ مسرت سے اُن کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں یہاں تک کہ اُن کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے بیک زبان کہا ہم آپ کی تقسیم پر راضی ہیں اور اس پر خوش ہیں کہ آپ ہمارے حصے میں آ گئے ہیں۔

حضراتِ گرامی! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ اور شمائلِ جمیلہ کا یہ بہت ہی مختصر اور مجمل تذکرہ ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ جس

---

[1] ابوداؤد، امام: ابوداؤد شریف ج ۲ کتاب القضاء ص ۱۵۲

خلق کو اللہ تعالیٰ عظیم فرمائے اسے کوئی انسان کما حقہٗ بیان ہی نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ، میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق و الطاف نے دلوں کی دنیا فتح کی، غیروں کو اپنا بنایا اور اپنوں کی محبت و عقیدت کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا، جنگِ اُحد میں بنو دینار کی ایک خاتون کا شوہر، باپ اور بھائی شہید ہو گئے، صحابۂ کرام نے جب انہیں بتایا تو انہوں نے پوچھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے فرمایا: خیریت سے ہیں۔ اس مقدس خاتون نے کہا: مجھے حضور کی زیارت کراؤ۔ زیارت کرنے کے بعد انہوں نے کہا:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔[1]

آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت چھوٹی ہے۔

مولائے کریم ہمیں بھی ایسی محبت اور اخلاقِ عظیمہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ج ۲ ص ۱۴۳

بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود

۵ - بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود : مشہور ادبی مجلہ نقوش ' لاہور کے مدیر محمد طفیل صاحب کی فرمائش پر سیرت ابن ہشام کے ایک حصے کا ترجمہ کیا جس میں سولہ وفود کا ذکر تھا ' پھر دیگر کتب سیرت کے حوالے سے مزید چھپن ۵۶ وفود کا ذکر کیا اس طرح اس مقالے میں بہتر ۷۲ وفود کا تذکرہ آگیا ہے

امام ابو محمد عبد الملک ابن ہشام معافری بصری (متوفی ۲۱۳ھ) کی تصنیف "السیرۃ النبویہ" سیرتِ طیبہ کے مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے عام طور پر اسے "سیرتِ ابنِ ہشام" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذیل میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود کا تذکرہ اِسی کتاب سے کسی قدر تلخیص کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا۔ تبوک سے فارغ ہو گئے اور قبیلۂ ثقیف اسلام لا کر بیعت سے مشرف ہو گیا، تو ہر جانب سے عرب کے وفود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ (ابن اسحاق)

ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے، اس سال کا نام "سنۃ الوفود" قرار دیا گیا۔ (ابنِ ہشام)

عام طور پر عرب، اسلام لانے میں تاخیر سے کام لے رہے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قریش کے تعلقات کیا نوعیت اختیار کرتے ہیں، کیونکہ قریش عام لوگوں کے امام اور ہادی تھے۔ بیت اقدس شریف کے

خادم اور حرم کے باسی تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد تھے اور عرب کے راہنما تھے۔ ان کی یہ حیثیات مسلّم تھیں اور قریش نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برسرِ پیکار اور مخالفت میں پیش پیش تھے۔

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا قریش نے اطاعت اختیار کر لی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو عربوں نے محسوس کیا کہ ہمارے اندر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ اور دشمنی کی سکت نہیں تو ہر طرف سے ان کی جماعتیں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر۔ پ ۳۰)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں، تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو، بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

یعنی اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو کہ اس نے تمہارے دین کو غلبہ عطا فرما دیا اور اس سے بخشش کی دعا مانگو کہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۱۔ وفدِ بنو تمیم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے مختلف وفود حاضر ہوئے چنانچہ بنو تمیم کے معززین میں عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس تمیمی، اقرع بن

حابس تمیمی، زبرقان بن بدر تمیمی، عمرو بن الاہتم اور حتات بن یزید حاضر ہوئے۔
یہ حتات وہی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان بھائی چارہ (عقدِ مواخاۃ) قایم کرایا تھا۔ اُن کے علاوہ آپ نے جن مہاجرین صحابۂ کرام کے درمیان برادرانہ تعلقات قایم کیے ان میں سے چند نام یہ ہیں:
حضرت ابوبکر و عمر، حضرت عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام، حضرت ابوذر غفاری اور مقداد بن عمرو بہرانی، حضرت معاویہ بن ابوسفیان اور حتات بن یزید مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (ابنِ ہشام)
بنوتمیم کے عظیم وفد میں یہ حضرات بھی تھے، نعیم بن یزید، قیس بن الحرث، قیس بن عاصم (یہ بنوسعد میں سے ہیں) (ابن اسحٰق)
ان کے علاوہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری بھی ساتھ تھے۔ حضرت اقرع بن حابس اور حضرت عیینہ بن حصن مکہ معظمہ، حنین اور طائف کی فتح کے موقع پر بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے۔ جب بنوتمیم کا وفد آیا تو یہ حضرات بھی اس میں شامل تھے۔ وفد نے مسجد میں داخل ہوکر حجراتِ مبارکہ کے باہر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا کہ اے محمد! باہر تشریف لائیے (حضور آرام فرما تھے) ان کے اس طرح بلند آواز سے پکارنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی[1]۔ آپ باہر تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس

---

[1] اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی،
اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ
(باقی برصفحہ آئندہ)

اظہارِ فخر کے لیے آئے ہیں۔ ہمارے شاعر اور خطیب کو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے
آپ نے فرمایا: تمھارے خطیب کو اجازت ہے۔

بنو تمیم کا خطاب

عطارد بن حاجب نے اُٹھ کر کہا:

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس کا ہم پر فضل اور احسان ہے، وُہ تمام تعریفوں کے لائق ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور ہمیں بکثرت مال دیا۔ ہم اس مال کو نیک راستوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں مشرق والوں پر عزت، تعداد اور خوشحالی میں فوقیت عطا فرمائی۔ دوسرے لوگوں میں ہم جیسا کون ہے؟ کیا ہم لوگوں کے سردار فضیلت میں اُن سے زیادہ نہیں ہیں؟ جو شخص فخر میں ہمارا مقابلہ کرنا چاہے اُسے چاہیے کہ ہماری بیان کردہ خوبیوں کے مقابل اپنی خوبیاں گنوائے۔ اگر ہم چاہیں تو گفتگو کو طول دے سکتے ہیں لیکن خداداد نعمتوں کے بارے میں ہم اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ ہماری شناخت کے لیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ ۲۶ الحجرات ۴/۵)

بے شک وہ تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے، تو یہ اُن کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہی کچھ کافی ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ بھی جوابی طور پر ایسی ہی گفتگو فرمائیں اور ہمارے فضائل سے بڑھ کر فضائل بیان کریں۔"
یہ کہہ کر عطارد بیٹھ گئے۔

حضرت ثابت بن قیس کا خطاب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو حکم دیا جن کا تعلق بنو حرث بن خزرج سے تھا کہ تم اٹھ کر اس کے خطاب کا جواب دو۔
حضرت ثابت نے کھڑے ہو کر فرمایا:

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا، اس کے حکم نے اُن کے بارے میں فیصلہ کیا، اس کا علم اس کی کرسی کو محیط ہے۔ کوئی چیز اس کے فضل کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس کی قدرت کے کرشمے نے ہمیں بادشاہ بنایا۔ اس نے اپنی تمام مخلوق میں سے افضل ہستی کو رسول منتخب فرمایا جن کا نسب انتہائی اعلیٰ گفتگو حد درجہ سچی اور شرافت میں سب سے بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب اتاری، انھیں مخلوق پر امین بنایا۔ وہ تمام جہان میں سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں، پھر آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی، آپ کے رشتہ دار اور آپ کی قوم کے مہاجرین آپ پر ایمان لائے جو شرافت وجاہت اور نیکی میں سب لوگوں سے افضل ہیں اور دعوتِ اسلام قبول کرنے میں دوسروں کے پیش رو ہیں، پھر ہم نے خدا اور رسول کے بلانے پر لبیک کہی، ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں ہم کافروں سے جنگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں، جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیگا۔ ہم اس کے جان و مال کے محافظ ہیں اور جو کفر پر رہے گا ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے جہاد کریں گے اور اس کا قتل ہمارے لیے آسان ہوگا۔ میں اپنی گفتگو اسی پر ختم کرتا ہوں، اپنے لیے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو!

زبرقان کے اشعار پھر زبرقان بن بدر نے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

نَحْنُ الْكِرَامُ فَلَا حَيٌّ يُعَادِلُنَا   مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينَا تُنْصَبُ الْبِيَعُ

ہم عزت والے ہیں کوئی قبیلہ ہماری ہمسری نہیں کرسکتا، ہم میں سے بادشاہ ہیں اور ہمارے ہاں عبادت گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔

وَكَمْ قَسَرْنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ كُلِّهِمِ   عِنْدَ النِّهَابِ وَفَضْلُ الْعِزِّ يُتَّبَعُ

ہم نے قتل و غارت کے وقت تمام قبیلوں کو شکست دے دی اور عزت کی فضیلت کی پیروی کی جاتی ہے۔

وَنَحْنُ يُطْعَمُ عِنْدَ الْقَحْطِ مُطْعَمُنَا   مِنَ الشِّوَاءِ إِذَا لَمْ يُؤْنَسِ الْقَزَعُ

جب بادل دیکھنے میں نہ آتا ہو اور قحط کا عالم ہو تو ہمارے ہاں بھنا ہوا گوشت کھلایا جاتا ہے۔

بِمَا تَرَى النَّاسَ تَأْتِينَا سَرَاتُهُمُ   مِنْ كُلِّ أَرْضٍ هُوِيًّا ثُمَّ نَصْطَنِعُ

تم دیکھتے ہو کہ ہر خطے کے سرکردہ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آتے ہیں، اور

ہم ان کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔

فَنَنْحَرُ الْكُومَ عُبْطًا فِي أَرُومَتِنَا ۔۔۔ لِلنَّازِلِينَ إِذَا مَا أُنْزِلُوا شَبِعُوا

ہم اپنی فطرت کے مطابق مہمانوں کے لیے بڑی کوہانوں والے اُونٹ ذبح کرتے ہیں اور جب انھیں مہمان بنایا جاتا ہے تو خوب سیر ہوکر کھاتے ہیں۔

فَلَا تَرَانَا إِلَى حَيٍّ نُفَاخِرُهُمْ ۔۔۔ إِلَّا اسْتَفَادُوا فَكَانُوا الرَّأْسَ يُقْتَطَعُ

تم ہمیں جس قبیلے کے پاس بھی فخر کرتے ہوئے دیکھو گے اس قبیلے نے ہم سے فائدہ حاصل کیا ہوگا اور اُس کا سر ہمارے سامنے جھکا ہوا ہوگا۔

فَمَنْ يُفَاخِرُنَا فِي ذَاكَ نَعْرِفُهُ ۔۔۔ فَيَرْجِعُ الْقَوْمُ وَالْأَخْبَارُ تُسْتَمَعُ

جو شخص اس معاملے میں ہم پر فخر کرتا ہے ہم اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں، لوگ واپس چلے جاتے ہیں اور خبریں پھر بھی سُنی جاتی ہیں۔

إِنَّا أَبَيْنَا وَلَا يَأْبَى لَنَا أَحَدٌ ۔۔۔ إِنَّا كَذَلِكَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ

ہم انکار کر دیتے ہیں اور ہمارے سامنے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہم عظمتِ شان کے اظہار کے وقت ایسے ہی سربلند رہتے۔

ابن ہشام نے کہا ایک روایت میں یہ شعر بھی ہے:

مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينَا تُقْسَمُ الرُّبُعُ ۔۔۔ مِنْ كُلِّ أَرْضٍ هَوَانًا ثُمَّ نُتَّبَعُ

ہم میں سے بادشاہ ہیں مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ (جاہلیت کے طریقے کے مطابق) ہم میں ہی تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر علاقے کے لوگ ذلیل ہوکر ہمارے پاس آتے ہیں پھر ہماری پیروی کی جاتی ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے یہ اشعار بنو تمیم کے بعض افراد نے بیان کئے لیکن اشعار کے اکثر ماہرین تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اشعار زبرقان کے ہیں۔

حضرت حسّان کا جواب

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت حاضر نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پیغام بھیج کر انھیں بلایا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں: میرے پاس حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا قاصد آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ تمھیں بنو تمیم کے شاعر کا جواب دینے کے لیے بلایا ہے۔ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لیے چل دیا اور میری زبان پر یہ اشعار تھے:

مَنَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذْ حَلَّ وَسْطَنَا   عَلٰى اَنْفِ رَاضٍ مِّنْ مَّعَدٍّ وَّرَاغِمِ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے قبیلہ مَعَدّ کی خوشی اور ناخوشی کی پروا کیے بغیر آپ کی حفاظت کی۔

مَنَعْنَاهُ لَمَّا حَلَّ بَيْنَ بُيُوْتِنَا   بِاَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَّظَالِمِ

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری بستی میں تشریف لائے، تو ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ہر باغی اور ظالم سے آپ کی حفاظت کی۔

بَيْتٍ حَرِيْدٍ عِزُّهٗ وَ ثَرَاؤُهٗ   بِجَابِيَةِ الْجُوْلَانِ وَسْطَ الْاَعَاجِمِ

هَلِ الْمَجْدُ اِلَّا السُّوْدَدُ الْعَوْدُ وَالنَّدٰى   وَجَاهُ الْمُلُوْكِ وَاِحْتِمَالُ الْعَظَائِمِ

ایسے منفرد گھر میں جس کی عزت و منزلت وہی ہے جو عجمیوں میں جابیۃ الجولان (شام کے بادشاہوں یعنی قبیلہ غسان) کی ہے۔

بزرگی کیا ہے؟ پشت در پشت منتقل ہونے والی سرداری، سخاوت، شاہانہ جاہ و حشم اور بڑی بڑی ذمہ داریاں اٹھانے کا نام ہے۔

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں میں جب بارگاہِ رسالت میں پہنچا تو بنو تمیم کا شاعر اپنا کلام پیش کر رہا تھا، میں نے اس کے کلام پر تعریض کی اور اسی کی زمین میں شعر کہے۔ جب زبرقان فارغ ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت حسان بن ثابت کو فرمایا:

"حسان! کھڑے ہو کر اس کے اشعار کا جواب دو۔"

حضرت حسان نے اُٹھ کر یہ شعر کہے:

إِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ — قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَّبَعُ

قبیلۂ فہر اور ان کے معاصر قبیلوں کے چوٹی کے سرداروں نے لوگوں کو وہ طریقہ بتایا جس کی پیروی کی جاتی ہے۔

يَرْضَى بِهِمْ كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ — تَقْوَى الْإِلٰهِ وَكُلَّ الْخَيْرِ يَصْطَنِعُ

ان سرداروں سے ہر وہ شخص راضی ہے جس کی سرشت میں خوفِ خدا اور ہر نیکی کا اختیار کرنا شامل ہے۔

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا ضَرُّوا عَدُوَّهُمْ — أَوْ حَاوَلُوا النَّفْعَ فِي أَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوا

یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ میں اپنے دشمن کو نقصان پہنچائے بغیر نہیں رہتے اور جب اپنے ہمنواؤں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں، تو پہنچا کر رہتے ہیں۔

سَجِيَّةٌ تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ — إِنَّ الْخَلَائِقَ فَاعْلَمْ شَرُّهَا الْبِدَعُ

ان کی فطرت یہ ہے کہ وہ نئی نئی چیزیں پیدا نہیں کرتے۔ اچھی طرح جان لو کہ مخلوق سے بدترین لوگ وہ ہیں جو بدعات (مخالفِ شریعت امور) کو رواج دیتے ہیں۔

إِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَّاقُونَ بَعْدَهُمْ — فَكُلُّ سَبْقٍ لِأَدْنَى سَبْقِهِمْ تَبَعُ

اگر ان کے بعد کچھ لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے، تو ان کی ہر سبقت ان سرداروں کی معمولی سبقت سے بھی پیچھے ہو گی۔

لَا يَرْقَعُ النَّاسُ مَا أَوْهَتْ أَكُفُّهُمْ — عِنْدَ الدِّفَاعِ وَلَا يُوهُونَ مَا رَقَعُوا

ان کے ہاتھوں نے جس عمارت کو منہدم کر دیا تھا تمام لوگ مل کر بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتے اور جسے یہ استوار کر دیں اسے دوسرے لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اِنْ سَابَقُوا النَّاسَ یَوْمًا فَازَ سَبْقُهُمْ
اَوْ وَازَنُوا اَهْلَ مَجْدٍ بِالنَّدیٰ مَتَعُوا

اگر یہ دوسرے لوگوں کا مقابلہ کریں تو سبقت انھی کے حصے میں آتی ہے اور اگر سخاوت میں بڑے لوگوں کا موازنہ کریں، تو اُن کا پلہ بھاری رہتا ہے۔

اَعِفَّةٌ ذُکِرَتْ فِی الْوَحْیِ عِفَّتُهُمْ
لَا یَطْبَعُوْنَ وَلَا یُرْدِیْهِمْ طَمَعٌ

یہ ایسے پاکدامن ہیں جن کی پاکدامنی کا قرآنِ پاک گواہ ہے بداخلاقی ان کے پاس سے بھی نہیں گزری اور نہ ہی لالچ انھیں ہلاک کر سکتا ہے۔

لَا یَبْخَلُوْنَ عَلٰی جَارٍ بِفَضْلِهِمْ
وَلَا یَمَسُّهُمْ مِنْ مَطْمَعٍ طَبَعٌ

وہ اپنے مال سے اپنے ہمسایوں پر بخل نہیں کرتے اور نہ ہی لالچ کی آلودگی ان کے قریب سے گزرتی ہے۔

اِذَا نَصَبْنَا لِحَیٍّ لَمْ نَدِبَّ لَهُمْ
کَمَا یَدِبُّ اِلَی الْوَحْشِیَّةِ الذَّرَعُ

جب ہم کسی قبیلے سے محاذ آرائی کرتے ہیں تو اُن کی طرف دبے قدموں نہیں بڑھتے جیسے وحشی گائے کا بچہ اپنی ماں کی طرف بڑھتا ہے (بلکہ کھلم کھلا پیش قدمی کرتے ہیں)

نَسْمُوْا اِذَا الْحَرْبُ نَالَتْنَا مَخَالِبُهَا
اِذَا الزَّعَانِفُ مِنْ اَظْفَارِهَا خَشَعُوْا

جب جنگ کے پنجے ہم تک پہنچتے ہیں، تو ہمارے مجاہد کچھ اور اونچے ہو جاتے ہیں، حالانکہ ایسے وقت میں حاشیہ بردار قسم کے لوگ جنگ کے ناخنوں سے خوفزدہ ہو کر دبک جاتے ہیں۔

لَا یَفْخَرُوْنَ اِذَا نَالُوْا عَدُوَّهُمْ
وَاِنْ اُصِیْبُوْا فَلَا خَوْفٌ وَلَا هَلَعٌ

جب وہ اپنے دشمن پر غلبہ پالیں تو اتراتے نہیں ہیں اور اگر چوٹ لگ جائے تو کمزوری اور بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

کَاَنَّهُمْ فِی الْوَغٰی وَالْمَوْتُ مُکْتَنِعٌ
اُسْدٌ بِحَلْیَةَ فِیْ اَرْسَاغِهَا فَدَعٌ

جب میدانِ جنگ میں موت سامنے نظر آ رہی ہو، تو وہ یوں محسوس کرتے ہیں گویا حلیہ (ایک مقام) کے شیر ہیں، جن کے پنجوں میں کجی ہے۔

خُذْ مِنْهُمْ مَا أَتَى عَفْوًا إِذَا غَضِبُوا ۔ وَلَا يَكُنْ هَمُّكَ الْأَمْرَ الَّذِي مَنَعُوا

ان کے غضب کی حالت میں جو عطیہ مل جائے لے لو اور جس چیز سے وہ منع کر دیں اس کا ارادہ بھی نہ کرو۔

فَإِنَّ فِي حَرْبِهِمْ فَاتْرُكْ عَدَاوَتَهُمْ ۔ شَرًّا يُخَاضُ عَلَيْهِ السُّمُّ وَالسَّلَعُ

ان کی دشمنی کو چھوڑ دو کیونکہ ان کی دشمنی میں ایسی پریشانی ہے جس میں زہر اور انتہائی کڑوی بوٹی سلع ملا دی گئی ہے۔

أَكْرِمْ بِقَوْمٍ رَسُولُ اللهِ شِيعَتُهُمْ ۔ إِذَا تَفَاوَتَتِ الْأَهْوَاءُ وَالشِّيَعُ

وہ قوم کتنی معزز ہے کہ خواہشات اور جماعتوں کے اختلاف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی جماعت ہیں۔

أَهْدَى لَهُمْ مِدَحِي قَلْبٌ يُؤَازِرُهُ ۔ فِيمَا أُحِبُّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ

ان کے لیے میری مدح و ثنا کا تحفہ ایسے دل نے پیش کیا ہے جس کی ایک فصیح و بلیغ اور فنکار پشت پناہی کر رہی ہے۔

فَإِنَّهُمْ أَفْضَلُ الْأَحْيَاءِ كُلِّهِمِ ۔ إِنْ جَدَّ بِالنَّاسِ جِدُّ الْقَوْلِ أَوْ شَمَعُوا

بے شک وہ تمام قبیلوں سے افضل ہیں، خواہ لوگوں کو سنجیدہ گفتگو چل رہی ہو یا ہنسی مزاح کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں ابو زید نے یہ شعر سنایا:

يَرْضَى بِهَا كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ ۔ تَقْوَى الْإِلٰهِ وَبِالْأَمْرِ الَّذِي شَرَعُوا

جس کے دل میں خوف خدا ہے وہ ان حضرات سے اور ان کے شروع کئے ہوئے کام سے ضرور خوش ہوگا۔

زبرقان کے مزید اشعار

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے بنو تمیم کے بعض ماہرین اشعار نے بیان کیا کہ جب زبرقان بن بدر، بنو تمیم

کے وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو اس نے یہ اشعار پڑھے :

أتيناك كيما يعلم الناس فضلنا — إذا اختلفوا عند احتضار المواسم

بأنا فروع الناس في كل موطن — وأن ليس في أرض الحجاز كدارم

وأنا نذود المعلمين إذا انتخوا — ونضرب رأس الأصيد المتفاقم

ہم آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ جب لوگ مختلف مواقع کی حاضری کے وقت محفلیں منعقد کریں تو انھیں ہماری فضیلت معلوم ہو جائے ۔

اور یہ کہ ہم ہر جگہ سرکردہ لوگ ہیں اور حجاز کی زمین میں قبیلہ دارم (بنو تمیم کی شاخ) جیسا کوئی نہیں ہے ۔

اور یہ کہ جب نشان لگا کر لڑنے والے تکبر کا مظاہرہ کریں، تو ہم انھیں پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور ٹیڑھی گردن والے متکبروں کا سر قلم کر دیتے ہیں ۔

وإن لنا المرباع في كل غارة — نغير بنجد أو بأرض الأعاجم

ہر لوٹ مار میں ہمارا چوتھائی حصہ ہوتا ہے (کیونکہ ہم سردار ہیں) خواہ نجد میں لوٹ مچائی جائے یا عجمی علاقے ہیں ۔

حضرت حسّان کا جواب

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر یہ جوابی اشعار پڑھے :

هل المجد إلا السؤدد العود والندى — وجاه الملوك واحتمال العظائم

عزت، شرافت صرف قدیمی سرداری، سخاوت، شاہانہ جاہ و حشم اور بڑی بڑی ذمہ داریاں اٹھانے کا نام ہے ۔

نصرنا وآوينا النبي محمدا — على أنف راض من معد وراغم

ہم نے قبیلہ معد کی خوشی کی اور ناخوشی کی پروا کیے بغیر نبی عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت کی اور رہائش کے لیے جگہ پیش کی ۔

بِحَيٍّ حَرِيْدٍ أَصْلُهُ وَ ثَرَاؤُهُ ... بِجَابِيَةِ الْجَوْلَانِ وَسْطَ الْأَعَاجِمِ

ایسے یکتا قبیلے میں جس کی عزت و منزلت وہی ہے جو عجمیوں کے درمیان جابیۃ الجولان (قبیلۂ غسان) بادشاہانِ شام کی ہے

نَصَرْنَاهُ لَمَّا حَلَّ وَسْطَ دِيَارِنَا ... بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَ ظَالِمِ

جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ہر باغی اور ظالم سے آپ کی حفاظت کی۔

جَعَلْنَا بَنِيْنَا دُوْنَهُ وَ بَنَاتِنَا ... وَ طِبْنَا لَهُ نَفْسًا بِفَيْءِ الْمَغَانِمِ

ہم نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آپ کی حفاظت پر مامور کر دیا اور خوش دلی سے مالِ غنیمت آپ کے سپرد کر دیا جب حنین کے دن آپ نے مالِ غنیمت مؤلفۃ القلوب کو دیا اور انصار کو نہیں دیا۔

وَ نَحْنُ ضَرَبْنَا النَّاسَ حَتّٰى تَتَابَعُوْا ... عَلٰى دِيْنِهٖ بِالْمُرْهَفَاتِ الصَّوَارِمِ

ہم نے تیز تلواروں سے کافروں سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ پے درپے آپ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

وَ نَحْنُ وَلَدْنَا مِنْ قُرَيْشٍ عَظِيْمَهَا ... وَ لَدْنَا نَبِيَّ الْخَيْرِ مِنْ اٰلِ هَاشِمِ

ہم سے قریش کے عظیم ترین انسان پیدا ہوئے پھر ہمارے ہاں آلِ ہاشم سے بھلائیوں کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حضرت عبد المطلب کی والدہ ایک انصاری خاتون تھیں)

بَنِيْ دَارِمٍ لَا تَفْخَرُوْا إِنَّ فَخْرَكُمْ ... يَعُوْدُ وَبَالًا عِنْدَ ذِكْرِ الْمَكَارِمِ

بنو دارم! تم فخر نہ کرو عظمتوں کے بیان کے وقت تمہارا فخر وبال بن جائے گا۔

هَبِلْتُمْ عَلَيْنَا تَفْخَرُوْنَ وَ أَنْتُمْ ... لَنَا خَوَلٌ مَا بَيْنَ ظِئْرٍ وَ خَادِمِ

تمہاری مائیں تمہیں گم کر بیٹھیں! تم ہمارے غلاموں کی حیثیت رکھتے ہو، تمہاری عورتیں

اجرت پر دودھ پلاتی ہیں اور مرد خدمت گار ہیں اس کے باوجود تم ہم پر فخر کرتے ہو۔

فَاِنْ كُنْتُمْ جِئْتُمْ لِحَقْنِ دِمَائِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ اَنْ تُقْسَمُوْا فِي الْمَقَاسِمِ

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نِدًّا وَاَسْلِمُوْا وَلَا تَلْبَسُوْا زِيًّا كَزِيِّ الْاَعَاجِمِ

اگر تم اپنے خونوں کی حفاظت اور مالوں کو غنیمت کے طور پر تقسیم کیے جانے سے بچانے کے لیے آئے ہو۔

تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ، اسلام لے آؤ اور عجمیوں ایسا لباس نہ پہنو۔

وفد کا مشرف با سلام ہونا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت حسان بن ثابت فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس نے کہا میرے باپ کی قسم! اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تائید ایزدی حاصل ہے، ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے، ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ میٹھی ہیں۔

بنو تمیم اس گفتگو سے فارغ ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں انعامات سے خوب نوازا۔

عمرو بن الاہتم، عمر میں سب سے چھوٹے تھے انھیں یہ لوگ سواریوں کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ قیس بن عاصم، عمرو بن الاہتم سے ناخوش رہتے۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص ہماری سواریوں کے پاس ہے، وہ ایک نوعمر لڑکا ہے اور ان کا تحقیر آمیز انداز میں ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن الاہتم کو بھی اتنا ہی انعام عطا فرمایا جتنا دوسروں کو دیا تھا، جب عمرو بن الاہتم کو معلوم ہوا کہ قیس نے ان کے بارے میں کچھ کہا ہے تو انہوں نے قیس کی ہجو میں کہا: ؎

ظَلِلْتَ مُفْتَرِشَ الْهَلْبَاءِ تَشْتِمُنِي
عِنْدَ النَّبِيِّ فَلَمْ تَصْدُقْ وَلَمْ تُصِبِ

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مجھے گالیاں دینے لگا۔ اس حال میں کہ تیری داڑھی بکھری ہوئی تھی۔ تُو نے نہ تو سچ کہا اور نہ صواب کو پہنچا۔

۲- وفد بنو عامر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو عامر کا جو وفد آیا اس میں تین اشخاص تھے، یہ تینوں اپنی قوم کے سردار اور شیطان تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) عامر بن طفیل

(۲) اربد بن قیس

(۳) جبار بن سلمٰی

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

دشمنِ خدا عامر بن طفیل، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کا ارادہ یہ تھا کہ فریب کاری سے کام لے کر آپ پر حملہ کرے گا، اس سے پہلے اس کی قوم نے کہا تھا:

"عامر! لوگ اسلام لا چکے ہیں، تم بھی ایمان لے آؤ۔"

عامر نے کہا تھا:

"میں نے قسم کھائی تھی کہ میں اس وقت تک کوشش جاری رکھوں گا جب تک عرب میرے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہو جاتے، کیا اب میں اس قریشی جوان (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا پیروکار بن جاؤں؟"

عامر نے اپنے ساتھی اربد کو ہدایت دی تھی کہ جب ہم اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس پہنچیں گے، تو میں انھیں اپنی طرف متوجہ

کرلوں گا۔ تم اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر تلوار سے حملہ کر دینا۔ جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت میں پہنچے، تو عامر نے کہا:

"اے محمد! مجھے تنہائی کا موقع دیجئے!"

آپ نے فرمایا:

"بخدا! ایسا نہیں ہوگا جب تک تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لے آتے۔"

اس نے پھر تخلیے کی درخواست کی اور گفتگو کرنے لگا، ساتھ ہی وہ منتظر تھا کہ اربد حملہ کر دے لیکن اربد بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ عامر نے پھر کہا:

"اے محمد! مجھے تخلیے کا موقع دیں۔"

آپ نے وہی جواب دیا کہ بخدا! ایسا نہیں ہوگا جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہیں لے آتے۔ آپ کے انکار پر کہنے لگا:

"خدا کی قسم! میں اس خطے کو گھوڑوں اور مردوں سے بھر دوں گا۔"

جب وہ چلا گیا تو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ فرما!"

جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت سے باہر آئے تو عامر نے کہا: "اربد! تم نے میرے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تجھ سے زیادہ خوفناک شخص کوئی نہ تھا۔ بخدا! آج کے بعد میں تجھ سے کبھی نہیں ڈروں گا۔"

اربد نے کہا: "تیرا باپ نہ رہے تو میرے بارے میں جلد بازی نہ کر، خدا کی قسم! جب بھی میں وار کرنا چاہتا تھا تو میرے اور اس شخص (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے درمیان تو حائل ہو جاتا تھا، مجھے تیرے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا۔ کیا تجھ پر تلوار کا وار کر دیتا!"

عامر کی حسرتناک موت

یہ لوگ اپنے شہروں کی طرف جارہے تھے کہ راستے ہی میں اللہ تعالٰی نے عامر کی گردن میں طاعون پیدا کر دیا جس سے وہ بنو سلول کی ایک عورت کے گھر میں ہلاک ہوگیا۔ مرتے ہوئے کہہ رہا تھا؛

"اے بنو عامر! کیا میں جوان اونٹ کی طرح طاعون کے غدود میں مبتلا ہو کر بنو سلول کی ایک عورت کے گھر مر جاؤں گا۔"

اربد کی ہولناک ہلاکت

ابنِ اسحاق کہتے ہیں عامر کو دفن کر کے اس کے ساتھی اپنے علاقے کی طرف چل دیئے۔ جب ان کی اپنی قوم 'بنو عامر' سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا:

"اربد! تمھارے پیچھے کیا ہے؟"

اس نے کہا؛

"کچھ بھی نہیں، بخدا! انھوں نے مجھے ایک چیز کی عبادت کی دعوت دی، اگر اس وقت وہ میرے سامنے ہوں تو میں تیروں کی بوچھاڑ کر کے انھیں قتل کر دوں۔"

اس گفتگو کے ایک یا دو دن بعد وہ اپنے ایک اونٹ کے پیچھے جا رہا تھا کہ اللہ تعالٰی نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی نازل فرما دی جس نے دونوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اربد بن قیس ماں کی طرف سے لبیدؓ بن ربیعہ کا بھائی تھا۔

ؔ حضرت لبیدؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے، اس کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ اسلام لانے کے بعد انھوں نے شاعری ترک کر دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا سبب پوچھا، تو کہنے لگے، اللہ تعالٰی نے مجھے سورۂ بقرہ اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

ابنِ ہشام اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عامر اور اربد کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ (الی قولہ) لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال ○

(الرعد ۸ - ۱۱)

اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے (یہاں تک کہ فرمایا) آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں، اور جب اللہ کسی قوم سے بُرائی چاہے، تو وہ پھر نہیں سکتی، اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا بریلوی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مُعَقِّبٰتٌ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آل عمران سکھا دی ہے، اس کے بعد میں شعر کیوں کہوں گا۔ اس بات پر خوش ہو کر حضرت عمر نے اُن کے وظیفے میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ کہتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد صرف ایک شعر کہا ؎

الحمد للہ اذ لم یأتنی اجلی
حتی اکتسیت من الاسلام سربالا

خدا کا شکر ہے کہ اسلام کا لباس پہننے سے پہلے میری موت واقع نہیں ہوئی۔

(الروض الانف ج ۲ ص ۳۳)

بحکم خداوندی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پھر اربد اور اس چیز کا ذکر کیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کیا۔ چنانچہ فرمایا:

ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال ○ (الرعد آیت ۱۳)

اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ سخت ہے۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا بریلوی)

۳۔ وفد سعد بن بکر

ابن اسحٰق کہتے ہیں بنو سعد بن بکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ضمامؓ بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو بارگاہِ رسالت میں نمائندہ بنا کر بھیجا وہ آئے تو اونٹ کو مسجد کے دروازے پر گھٹنا باندھ کر بٹھا دیا۔ پھر مسجد میں داخل

لہ ان ہی کے بارے میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک اعرابی اہل نجد سے آیا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے جب وہ قریب ہوا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ یہ حدیث امام مالک نے مؤطا میں روایت کی۔ (السہیلی: الروض الانف ج ۲ ص ۳۲۹)

ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ ضمام، مضبوط جسم کے مالک تھے اور انہوں نے بالوں کی کثرت کی وجہ سے دو مینڈھیاں بنا رکھی تھیں۔ انہوں نے صحابہ کرام کے پاس آکر پوچھا: تم میں ابن عبدالمطلب کون ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ پھر پوچھا: آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کہنے لگے: اے ابن عبدالمطلب! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، آپ میرے سوال کی درشتی کو محسوس نہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: تم جو پوچھنا چاہو پوچھو، میں محسوس نہیں کروں گا۔

ضمام نے کہا: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا، آپ سے پہلوں اور پچھلوں کا خدا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہی بات ہے۔

پھر پوچھا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا خدا ہے اور آپ سے پہلے گزرنے اور بعد میں آنے والوں کا خدا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جنھیں ہمارے آباء و اجداد اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوجتے تھے۔

آپ نے فرمایا: ہاں!

پھر اس نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا اور آپ سے پہلے گزرنے اور بعد میں آنے والوں کا خدا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں پڑھیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں!

پھر وہ اسلام کے دیگر فرائض، زکوٰۃ، روزہ، حج اور اس کے علاوہ

دُوسرے احکام کے بارے میں ایک ایک کرکے پُوچھنے لگا، اور ہر ایک کے ساتھ اسی طرح قسم دیتا جس طرح وہ پہلے دے چکا تھا۔

سوالات سے فارغ ہو کر کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جن چیزوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کروں گا، پھر نہ کمی کروں گا نہ زیادتی۔ پھر اُٹھ کر اپنے اونٹ کی طرف چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مینڈھیوں والے نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ضمام اونٹ کے پاس آئے اس کی رسّی کھولی اور روانہ ہو کر اپنی قوم کے پاس پہنچ گئے، لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے تو انہوں نے سب سے پہلے یہ بات کہی: لات اور عزّیٰ بہت بُرے ہیں۔

لوگوں نے کہا: ضمام! برص، کوڑھ اور جنون سے ڈرو اور ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔

انہوں نے فرمایا: خدا کے بندو! خدا کی قسم، یہ بُت نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول گرامی کو بھیج دیا ہے ان پر کتاب نازل کی اور تمہیں شرک و کفر سے نجات کی راہ دکھا دی ہے، جس شرک و کفر میں تم مبتلا تھے میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبدِ مکرم اور رسول ہیں اور میں تمہارے پاس ان کے احکام لے کر آیا ہُوں کہ انہوں نے کن چیزوں کا حکم دیا ہے اور کن چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ شام سے پہلے پہلے وہاں جتنے مرد و زن تھے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم نے کسی قوم کا نمائندہ حضرت ضمام بن ثعلبہ سے افضل نہیں سُنا۔

۴ - وفد عبد القیس

ابنِ اسحٰق نے کہا، قبیلۂ عبد القیس کے جارود بن عمرو بن خنش حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔

ابنِ ہشام کہتے ہیں، جارود بن بشر بن المعلی وفدِ عبد القیس میں حاضر ہُوئے، یہ پہلے عیسائی تھے۔

ابنِ اسحٰق فرماتے ہیں، مجھے اس شخص نے بیان کیا جو میرے نزدیک مُتّہم نہیں ہے کہ حسین کہتے ہیں کہ جب جارود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے، تو آپ نے ان پر اسلام کی تعلیمات پیش کیں، انہیں اسلام کی دعوت دی اور ترغیب دی۔ انھوں نے کہا: اے محمد! میں اس سے پہلے ایک دین پر تھا اب مَیں آپ کے دین کے لیے اس دین کو ترک کرتا ہُوں، کیا آپ میرے دین کی ضمانت دیں گے؟

آپ نے فرمایا: ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس دین سے بہتر دین کی ہدایت عطا فرمائی۔

چنانچہ حضرت جارود اور ان کے ساتھی ایمان لے آئے۔

پھر انھوں نے عرض کیا کہ ہمیں سواریاں عطا کی جائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، بخدا! اس وقت میرے پاس تمھیں سوار کرنے کے لیے کوئی سواری نہیں ہے۔ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ اور ہمارے شہروں کے درمیان گمراہ لوگ موجود ہیں، کیا ہم ان کے پاس سے ہوتے ہوئے گزر جائیں؟ فرمایا: نہیں، یہ تو آگ میں جلنے کے مترادف ہے۔

دورِ ارتداد میں ثابت قدمی

حضرت جارود اجازت لے کر اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔ وصال تک پوری ثابت قدمی کے ساتھ دین پر قائم رہے، انھوں نے ارتداد کا زمانہ بھی پایا۔ جب ان کی قوم کے کچھ لوگ جو اسلام لا چکے تھے غرور بن منذر بن نعمان کے بہکانے پر مرتد ہو گئے، تو حضرت جارود نے کھڑے ہو کر حق کی گواہی دی، لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور فرمایا:

لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے عبدِ مکرم اور رسول ہیں اور جو شخص یہ گواہی نہیں دیتا میرے نزدیک کافر ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں ایک روایت میں ہے:

وَاُکَفِّرُ مَنْ لَّمْ یَشْھَدْ (جو گواہی نہیں دیتا میں اُس کے لیے کافی ہوں)

۵۔ وفد بنو حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کی آمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو حنیفہ کا وفد حاضر ہوا اس میں مسیلمہ بن حبیب حنفی کذاب بھی شامل تھا۔

ابن ہشام نے اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ اور کنیت ابو ثمامہ بیان کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، ان کا قیام بنو نجار کی ایک انصاریہ، بنت الحرث کے گھر تھا۔ مجھے مدینہ طیبہ کے بعض علماء نے بیان کیا کہ بنو حنیفہ، مسیلمہ کو کپڑوں میں چھپا کر بارگاہِ رسالت میں لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی چھڑی تھی جس کے کنارے پر کچھ پتے تھے۔ مسیلمہ کپڑوں میں لپٹا لپٹایا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے گفتگو کی اور آپ سے کچھ مطالبہ کیا آپ نے فرمایا : اگر تُو مجھ سے یہ لکڑی بھی مانگے تو نہیں دُوں گا ۔

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یمامہ کے رہنے والے ' قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ مسیلمہ کا واقعہ بیان مذکور سے مختلف تھا اس شیخ نے بیان کیا کہ بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوا ۔ لوگ مسیلمہ کو اپنی سواریوں کے پاس چھوڑ گئے ۔ اسلام لانے کے بعد اس کی یاد آئی ، تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے ایک ساتھی کو اپنے سامان اور سواریوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھی اتنے ہی عطیے کا حکم دیا جتنا دوسروں کے لیے دیا تھا اور فرمایا :

اس کی جگہ کچھ بُری نہیں ہے ۔

مطلب یہ تھا کہ وُہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے ۔ پھر یہ لوگ مسیلمہ کا حصّہ لے کر بارگاہِ رسالت سے واپس آ گئے ۔

جب یمامہ پہنچے تو دشمنِ خدا مسیلمہ مرتد ہو گیا اور نبی بن بیٹھا اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نبوت میں ان کے ساتھ شریک ہُوں ۔ اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا ، جب تم نے میرا ذکر کیا تھا تو حضور نے فرمایا نہیں تھا کہ اما انہ لیس بشرِّکم مکاناً (اس کی جگہ بُری نہیں ہے) یہ اس لیے تھا کہ انھیں علم تھا کہ میں نبوت میں اُن کے ساتھ شریک ہُوں ۔ پھر اُن کے سامنے من گھڑت مسجع مقفّٰے کلام پیش کرتا اور دعوٰی یہ کرتا کہ یہ قرآنِ پاک جیسا کلام ہے ۔ مثلاً :

لَقَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَی الْحُبْلٰی اَخْرَجَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعٰی مِنْ بَیْنِ صِفَاقٍ وَّحَشًا وَاَحَلَّ لَهُمُ الْخَمْرَ وَالزِّنَا وَوَضَعَ عَنْهُمُ الصَّلٰوةَ ۔

اللہ تعالیٰ نے حاملہ پر انعام فرمایا، اس کی انتڑیوں اور پیٹ کی جھلی کے درمیان سے ایسی رُوح نکالی جو دوڑتی پھرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے شراب اور زنا کو حلال کر دیا اور نماز معاف کر دی۔

اس کے باوجود وہ گواہی دیتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، بنو حنیفہ اس پر اس کے ساتھ متفق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں میں سے کون سا واقعہ صحیح ہے۔

۶۔ وفد بنو طے

قیادت: زید الخیل

ابن اسحاق نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ طے کا وفد حاضر ہوا جس میں ان کے سردار زید الخیل بھی تھے۔ جب یہ لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی اور ان کے سامنے تعلیم اسلام پیش کی تو وہ دل و جان سے مسلمان ہو گئے مجھے قبیلۂ طے کے غیر متہم شخص نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے عرب کے جس شخص کی بھی فضیلت بیان کی گئی پھر وہ میرے پاس آیا تو جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا میں نے اسے اس سے کم پایا سوائے زید الخیل کے، اُن کے بارے میں بیان کرنے والا پوری طرح بیان نہیں کر سکا تھا۔

پھر آپ نے اُن کا نام "زید الخیر" رکھا اور انھیں فید (گاؤں) اور اس کے آس پاس کی زمینیں عنایت فرمائیں اور تحریر لکھ کر دے دی۔ حضرت زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے

فرمایا:

إِنْ يَنْجُ زَيْدٌ مِنْ حُمَّى الْمَدِينَةِ فَإِنَّهُ

(اگر زید مدینہ کے بخار سے بچ گئے تو ...)

راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخار کے لیے لفظِ حُمّیٰ اور اُمّ مِلْدَم کے علاوہ کوئی لفظ استعمال کیا تھا جو مجھے یاد نہیں رہا۔

حضرت زید کا وصال

جب حضرت زید، نجد کے ایک چشمہ "فردہ" کے پاس پہنچے تو انھیں بخار نے آ لیا اور اسی میں اُن کا وصال ہو گیا، جب انھیں آخری وقت کا احساس ہُوا تو انھوں نے کہا:

أَمُرْتَحِلٌ قَوْمِي الْمَشَارِقَ غُدْوَةً

وَأُتْرَكُ فِي بَيْتٍ بِفَرْدَةَ مُنْجِبِ

کیا صبح میری قوم مشرق کی طرف روانہ ہو جائے گی اور مجھے نجد کے چشمۂ فردہ کے ایک گھر میں چھوڑ دیا جائے گا۔

أَلَا رُبَّ يَوْمٍ لَوْ مَرِضْتُ لَعَادَنِي

عَوَائِدُ مَنْ لَمْ يُبْرَ مِنْهُنَّ يَجْهَدِ

کیا بہت دفعہ ایسا نہیں ہُوا کہ میں بیمار ہوا تو ایسی عورتوں نے میری عیادت کی جو طویل سفر کی مشقت سے محفوظ نہ تھیں (دُور دراز سے آئی تھیں)

جب اُن کا وصال ہو گیا تو اُن کی اہلیہ نے تمام تحریرات نذرِ آتش کر دیں۔

ل سُہیلی کہتے ہیں کہ راوی کو بخار کا نام جو یاد نہیں رہا "اُمِّ کُلْبَة" ہے کُلْبَة سخت کپکپی کو کہتے ہیں۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۳۴۲)

۷- عدی بن حاتم

مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ عدی بن حاتم کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سننے کے بعد عرب کا کوئی شخص مجھ سے زیادہ آپ کو ناپسند کرنے والا نہ تھا، میں ایک معزز آدمی تھا اور عیسائیت کا پیرو، میں اپنی قوم سے چوتھائی حصہ لیتا تھا اور اپنے خیال میں ایک دین پر عمل پیرا تھا، میں اپنی قوم کا بادشاہ تھا اور میرے ساتھ بادشاہوں والا معاملہ کیا جاتا تھا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنا تو اُن سے نفرت کرنے لگا، میں نے اپنے اونٹوں کے محافظ عربی غلام کو کہا تیرا باپ نہ ہو! میرے لیے طاقتور اور فرمانبردار قسم کے چند اونٹ تیار کر کے رکھو، جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لشکروں کے متعلق سنو کہ وہ ان شہروں میں پیش قدمی کر رہے ہیں، تو مجھے اطلاع دینا۔

عدی کا فرار

ایک صبح وہ غلام میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اے عدی! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لشکروں کی آمد پر تم جو کچھ کرنا چاہتے تھے کر گزرو، مجھے کچھ جھنڈے دکھائی دیئے اور میرے استفسار پر بتایا گیا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لشکر ہیں۔ عدی کہتے ہیں، میں نے کہا میرے اونٹ قریب لاؤ۔ جب وہ لایا تو میں نے اپنے اہل و عیال کو اُن پر سوار کرایا اور کہا کہ میں اُنہیں لے کر اپنے ہم مذہب عیسائیوں کے پاس شام جا رہا ہوں، چنانچہ میں جوشیہ کی طرف روانہ ہو گیا، ابن ہشام نے اس جگہ کا نام حوشیہ بتایا ہے اور حاتم کی بیٹی[1] کو بستی ہی میں رہنے دیا میں شام پہنچ کر وہیں قیام پذیر ہو گیا۔

---

[1] حاتم طائی کی اس صاحبزادی کا نام سفانہ تھا (سہیلی)۔

بہن کی گرفتاری

میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار آئے اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ حاتم کی بیٹی کو بھی گرفتار کر کے لے گئے انہیں قبیلۂ طے کے قیدیوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ میرے شام کی طرف فرار کی اطلاع آپ کو مل چکی تھی حاتم کی بیٹی کو مسجد کے دروازے کے پاس ایک باڑے میں رکھا گیا جہاں قیدیوں کو رکھا جاتا تھا' بنتِ حاتم بڑی دانا خاتون تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا،

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَ الْوَالِدُ وَغَابَ الْوَافِدُ فَامْنُنْ عَلَيَّ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ۔

یا رسول اللہ! باپ فوت ہو گیا اور حفاظت کرنے والا بھاگ گیا'
آپ مجھ پر احسان فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا محافظ کون ہے؟ عرض کیا، عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا، وہ خدا اور رسول سے فرار اختیار کر رہا ہے۔ حاتم طائی کی صاحبزادی کہتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے دوسرے دن جب میرے پاس سے گزرے تو میں نے وہی گزارش دوبارہ کی۔ وہی سوال وجواب ہوا اور آپ تشریف لے گئے تیسرے دن مایوس ہو چکی تھی آپ تشریف لائے اور آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص نے اشارہ کیا کہ اٹھ کر درخواست پیش کرو۔ میں نے اٹھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! باپ فوت ہو چکا ہے اور حفاظت کرنے والا بھاگ گیا ہے آپ مجھ پر احسان فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری درخواست منظور ہے، لیکن تم جانے میں جلدی نہ کرو جب تمہاری قوم کا کوئی قابلِ اعتماد آدمی مل جائے

جو تمہیں تمہارے شہر پہنچا دے تو مجھے اطلاع دے دینا۔ میں نے ان صاحب کے متعلق دریافت کیا جنہوں نے مجھے حضور سے گفتگو کرنے کا اشارہ کیا تھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ میں ٹھہری رہی یہاں تک کہ قبیلہ بلی یا قضاعہ کے سواروں کی ایک جماعت آگئی، میرا ارادہ تھا کہ اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤں، میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری قوم کے کچھ لوگ آگئے ہیں اُن میں قابلِ اعتماد لوگ بھی موجود ہیں جو مجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دیں گے۔

الطافِ کریمانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے لباس، سواری اور سفرِ خرچ عنایت فرمایا، میں اس جماعت کے ساتھ روانہ ہو کر شام پہنچ گئی۔

عدی کہتے ہیں: بخدا! میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار خاتون ہماری طرف آرہی ہے میں نے کہا یہ حاتم کی بیٹی ہے اور واقعی وہی تھی۔ جب میرے پاس آکر ٹھہری تو اس نے کہا: قطع رحمی کرنے والے ظالم! تُو اپنے اہل وعیال کو لے کر چل دیا اور اپنے باپ کی نشانی اور بہن کو یُونہی چھوڑ آیا۔ میں نے کہا: میری ہمشیرہ! تم کوئی بُری بات زبان پر نہ لانا، خدا کی قسم! میں کوئی عُذر پیش نہیں کر سکتا۔ واقعی میں نے وہی کیا جو تم نے کہا ہے۔ پھر وہ سواری سے نیچے اُتر آئیں اور میرے پاس مقیم ہو گئیں۔

عدی بارگاہِ رسالت میں

عدی کہتے ہیں میری بہن دانشمند خاتون تھیں میں نے ان سے کہا: اس شخصیت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: بخدا! میری رائے یہ ہے کہ تمہیں جلد از جلد ان کی خدمت میں پہنچ جانا چاہیے، اگر وُہ نبی ہیں تو جو ان کے پاس پہلے پہنچے گا

تو وہ فضیلت حاصل کر جائے گا اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہیں ان کی بابرکت عزت کی بدولت کبھی ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور تم وہی رہو گے جو اب ہو۔ میں نے کہا: خدا کی قسم یہ رائے بالکل صحیح ہے۔

عدی کہتے ہیں: میں مدینہ طیبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا، تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: عدی بن حاتم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور مجھے ساتھ لے کر کاشانۂ مبارکہ کی طرف چل دیئے۔

شانِ نبوّت

حضور مجھے ساتھ لیے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک معمّر اور ضعیف خاتون آپ کو مل گئیں، آپ اس کے لیے دیر تک کھڑے رہے اور وہ اپنی حاجت کے بارے میں گفتگو کرتی رہی، میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم! یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے، اندر جا کر آپ نے چمڑے کا ایک گدا اٹھا کر مجھے دیا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: آپ تشریف رکھیں۔ فرمایا: نہیں، تم اس پر بیٹھو۔ چنانچہ میں اس گدے پر بیٹھ گیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ بادشاہوں کا انداز نہیں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: عدی بن حاتم! تم رکوسی (عیسائیوں اور صابیوں کے درمیان ایک مذہب کے پیرو) نہیں ہو؟

عدی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا ہاں میں رکوسی ہوں۔

فرمایا، تم اپنی قوم سے چوتھائی حصہ لیا کرتے تھے؟

عرض کیا: ہاں!

فرمایا: تمہارے دین میں تمہارے لیے یہ حلال نہیں تھا!

عرض کیا، ہاں میرے لیے حلال نہیں تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ نبی مرسل ہیں، آپ ان (غیبی) امور سے باخبر ہیں، جنھیں دُوسرے نہیں جانتے۔

پھر فرمایا: عدی! تمھیں اس دین میں داخل ہونے سے یہ بات مانع ہے کہ تم مسلمانوں کو حاجتمند دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم! ان کے پاس مال اس کثرت سے ہو گا کہ اسے لینے والا نہیں ملے گا، شاید تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمن زیادہ ہیں۔ بخدا! وُہ وقت قریب ہے کہ تم سنو گے کہ ایک عورت بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے اپنے اُونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے چلے گی اور اسے کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ اور شاید تمہارے لیے اس دین میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت دوسروں کے پاس ہے۔ بخدا! عنقریب تم سنو گے کہ بابل کے سفید محلات، مسلمانوں کے لیے فتح ہو جائیں گے۔ حضرت عدی فرماتے ہیں: میں نے اسلام قبول کر لیا۔

۸۔ فروہ ابن مسیک مرادی کی آمد

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ فروہ ابن مسیک مرادی، کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر اور اُن سے کنارہ کشی اختیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے، اسلام سے کچھ پہلے قبیلہ مراد اور ہمدان میں جنگ ہُوئی تھی جس میں قبیلہ ہمدان نے مراد کو شدید نقصان پہنچایا تھا، اس دن کا نام ہی "یوم الردم" (تباہی کا دن) رکھ دیا گیا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں، ہمدان کے قائد کا نام مالک ابن حریم ہمدانی تھا۔

فروہ کی خوش بختی

ابن اسحاق فرماتے ہیں، جب فروہ ابن مسیک، شاہانِ کندہ سے علیحدگی اختیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے یہ شعر کہے ؎

لَمَّا رَأَيْتُ مُلُوكَ كِنْدَةَ أَعْرَضَتْ
كَالرِّجْلِ خَانَ الرِّجْلَ عِرْقُ نِسَائِهَا

جب میں نے بادشاہانِ کندہ کو اس طرح پاؤں کی طرح اعراض کرتے ہوئے پایا جس کی رگوں نے اس کے ساتھ خیانت کی ہو۔

قَرَّبْتُ رَاحِلَتِي أَؤُمُّ مُحَمَّدًا
أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَحُسْنَ ثَرَائِهَا

میں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرتے ہوئے اپنی اونٹنی کو ان کی طرف چلا دیا، مجھے ان کے احسانات اور بہترین فائدے کی اُمید تھی۔

ابن ہشام فرماتے ہیں مجھے ابو عبیدہ نے دوسرا مصرع اس طرح سنایا:

أَرْجُو فَوَاضِلَهُ وَحُسْنَ ثَنَائِهَا

مجھے آپ کے عطیات اور اچھی تعریف کی اُمید تھی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں جب فروہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں فرمایا: اے فروہ! یوم ردم میں تمہاری قوم کو جو مصیبتیں پہنچیں کیا وہ تمہاری تکلیف کا باعث ہوئیں؟

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو مصیبتیں میری قوم کو پہنچیں کون ہے جس کی قوم کو وہ پہنچیں اور اس کی تکلیف کا باعث نہ ہوں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام تمہاری قوم کے لیے خیر اور

بھلائی ہی کا باعث ہوگا۔ آپ نے انہیں قبیلہ مراد، زبید اور مذحج پر عامل مقرر کیا اور صدقہ وصول کرنے کے لیے ان کے ساتھ حضرت سعید ابن عاص کو بھیجا چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال تک وہ ان کے ساتھ رہے۔

۹ - وفد بنو زبید

قیادت، عمرو بن معدیکرب

عمرو بن معدیکرب، بنو زبید کی ایک جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ جب ان لوگوں کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اعلانِ نبوت کی اطلاع پہنچی تھی تو عمرو نے قیس بن مکشوح مرادی کو کہا کہ ہمارے ساتھ اُن کے پاس چلو تاکہ ہمیں اُن کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوں، جب ہم اُن سے ملاقات کریں گے تو تم پر صورتِ حال پوشیدہ نہیں رہے گی اگر وہ نبی ہوئے جیسے کہ وہ کہتے ہیں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور اگر وہ نبی نہ ہوئے تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ قیس نے یہ مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور عمرو کی رائے کو بے بنیاد قرار دیا۔ عمرو بن معدیکرب سوار ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

قیس بن مکشوح کو یہ اطلاع ملی تو حضرت عمرو پر ناراض ہوا، اُسے دھمکی دی اور کہا اس نے میری مخالفت کی ہے عمرو نے اس سلسلے میں یہ اشعار کہے:

أَمَرْتُكَ يَوْمَ ذِي صَنْعَا ۔۔۔ ءَ أَمْرًا بَادِيًا رَشَدُهُ

میں نے تجھے ذو صنعا کے دن ایک ایسے کام کیلئے کہا تھا جس کی ہدایت ظاہر تھی۔

أَمَرْتُكَ بِاتِّقَاءِ ۔۔۔ اللّٰهِ وَالْمَعْرُوفِ تَتَّعِدُهُ

میں نے تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا کہا تھا اور ہم اچھے کام کا وعدہ کیا کرتے تھے۔

خَرَجْتَ مِنَ الْمِنىٰ مِثْلَ   الْعَيْرِ غَتَرَهٗ وَتَدُهٗ

تو منیٰ سے اس گدھے کی طرح نکلا جسے اس کے کھونٹے نے دھوکا دے دیا ہو۔

تَمَنَّانِي عَلَى فَرَسٍ   عَلَيْهِ جَالِسًا أَسَدُهٗ

اُس نے میرا قصد کیا اس حال میں کہ میں شیر کی طرح گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔

عَلَيَّ مُفَاضَةٌ كَالنِّهْيِ   أَخْلَصَ مَاءَهٗ جَدَدُهٗ

مجھ پر اس تالاب کی طرح چمکدار زرہ ہے جس کے پانی کو پتھریلی زمین نے صاف کر دیا ہو۔

تَرُدُّ الرُّمْحَ مُنْثَنِيَ   السِّنَانِ عَوَائِرًا قِصَدُهٗ

ایسی زرہ جو نیزے کو اس حال میں واپس کرتی ہے کہ اس کی نوک مڑی ہوئی اور ٹکڑے بکھرے ہوئے ہوں۔

فَلَوْ لَاقَيْتَنِي لَلَقِيتَ   لَيْثًا فَوْقَهٗ لِبَدُهٗ

اگر تو مجھ سے ملے گا تو ایسے شیر سے ملے گا جس کی گردن پر بڑے بڑے بال ہیں۔

تُلَاقِي شَثْنَةً شَثْنَ   الْبَرَاثِنِ نَاشِزًا كَتَدُهٗ

تو مضبوط پنجوں والے موٹے تازے شیر سے ملاقات کرے گا جس کے کندھوں کا درمیانی حصہ اُبھرا ہوا ہے۔

يُسَامِي الْقِرْنَ إِنْ قِرْنٌ   تَيَمَّمَهٗ فَيَعْتَضِدُهٗ

وہ شیر اپنے مدِ مقابل سے بلند ہوگا اور اگر مقابل اس پر حملہ کرنا چاہے تو اُسے اپنے بازوؤں میں دبوچ لے گا۔

فَيَأْخُذُهُ فَيَرْفَعُهُ فَيَخْفِضُهُ فَيَقْتَصِدُهُ

وہ شیر اپنے مقابل کو پکڑے گا اٹھا کر پٹخ دے گا اور ہلاک کر دے گا۔

فَيَدْمَغُهُ فَيَحْطِمُهُ فَيَخْضِمُهُ فَيَزْدَرِدُهُ

اس کا بھیجا نکال دے گا اسے توڑ پھوڑ دے گا اسے کھا جائے گا اور نگل جائے گا۔

ظَلُومُ الشِّرْكِ فِيمَا أَحْرَزَتْ أَنْيَابُهُ وَيَدُهُ

اس شیر کے دانتوں اور ہاتھوں کے شکار میں جو شرکت کرنا چاہے اس پر ظلم و ستم ڈھا دیتا ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں: عمرو ابن معدیکرب اپنی قوم بنو زبید میں قیام پذیر رہا ان پر حضرت فروہ ابنِ مسیک مقرر کئے ہوئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو عمرو ابن معدیکرب مُرتد ہو گیا۔

۱۰۔ وفد کندہ

قیادت، اشعث ابن قیس

ابن اسحاق فرماتے ہیں: اشعث ابن قیس کندہ کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، مجھے زہری ابن شہاب نے بیان کیا کہ اشعث کندہ کے اسّی سواروں کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ان حضرات نے اپنے لمبے لمبے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی آنکھوں میں سُرمہ لگایا ہوا تھا اور حیرہ کے جُبّے پہنے ہوئے تھے جن کے اردگرد ریشم لگا ہوا تھا

جب یہ حضرات مسجد میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ اسلام نہیں لا چکے؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ فرمایا: پھر تمہاری گردنوں میں ریشم کیسا ہے؟ انہوں نے ریشم پھاڑ کر پھینک دیا۔

آکل المرار کی طرف انتساب کی نفی

حضرت اشعث ابن قیس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آکلُ المرار کی اولاد ہیں اور آپ بھی اس کی اولاد سے ہیں۔ اس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ نسب تم عباس ابن عبد المطلب اور ربیعہ ابن الحرث سے ملاؤ۔ یہ دونوں تاجر تھے۔ جب یہ عرب کے بعض قبائل کے پاس جاتے تو ان سے پُوچھا جاتا کہ آپ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ تو وہ اعزاز حاصل کرنے کیلیے کہتے کہ ہم آکل المرار کی اولاد سے ہیں، کیونکہ قبیلۂ کندہ بادشاہوں کا خاندان تھا پھر انھیں فرمایا: ہم آکل المرار کی اولاد سے نہیں بلکہ نضر ابن کنانہ کی اولاد سے ہیں ہم اپنے باپ سے نسب کی نفی کر کے ماں کی طرف منسوب نہیں کرتے اشعث ابن قیس نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا: اے گروہِ کندہ! تم فارغ ہو گئے؟ بخدا مَیں نے آیندہ یہ بات کسی سے سُنی تو اُسے اسّی کوڑے لگاؤں گا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: اشعث ابن قیس ماؤں کی طرف سے آکل المرار کی اولاد سے تھے۔ آکل المرار کا نام و نسب یہ ہے:

حرث ابن عمرو ابنِ حجر ابنِ عمرو ابن معاویہ ابن حرث ابن معاویہ ابن ثور ابن مرتع ابن معاویہ ابن کندی۔

بعض نے کندی کی جگہ کندہ کہا ہے۔

آکل المرار کی وجہ تسمیہ

آکل المرار نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ عمرو ابن ہبولہ غسانی نے حرث کی عدم موجودگی میں کندہ پر

حملہ کیا، مال غنیمت لوٹا، بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لے گیا قیدیوں میں حرث ابن عمر کی بیوی اُمِ اُناس بنت عوف ابن محلم شیبانی بھی تھی۔ اُس نے دورانِ سفر اپنے شوہر حرث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر سے کہا: مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آکل المرار کھانے والے اونٹ کی طرح لٹکتے ہوئے ہونٹوں والے ایک سیاہ رنگ شخص نے تمہاری گردن دبوچ لی ہے اس لیے حرث کا نام ہی آکلُ المُرار پڑ گیا، مرار کڑوی بوٹی کو بھی کہتے ہیں۔ پھر حرث نے بنو بکر ابن وائل کو ساتھ لے کر عمر کا تعاقب کیا اور اُسے پچھاڑ کر قتل کر دیا، اپنی بیوی کو چھڑا لیا اور لوٹا ہوا تمام مال واپس حاصل کر لیا۔

کہا جاتا ہے کہ آکل المرار، ابنِ حجر ابن عمر ابن معاویہ ہے اور یہ واقعہ اسی کا ہے۔ اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس جنگ میں اُس نے اور اُس کے ساتھیوں نے مُرار نامی کڑوی بوٹی کھائی تھی۔

۱۱۔ وفد ازد

قیادت: صُرد بن عبد اللہ

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں، صُرد ابن عبد اللہ ازدی، ازد کے ایک وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر دل وجان سے اسلام لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قوم کے مسلمانوں کا امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر یمن کے قریبی مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کرو۔ حضرت صُرد ابن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق روانہ ہو کر جرش و یمن کے ایک شہر پہنچ گئے۔ اس شہر کی چاروں طرف قلعہ نما فصیل تھی، جس میں یمن کے مختلف قبائل آباد تھے۔

قبیلہ خثعم بھی آکر ان کے ساتھ مل گیا جب انھیں مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو یہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے تقریباً ایک ماہ ان کا محاصرہ جاری رکھا قلعہ بند ہونے کی وجہ سے یہ لوگ محفوظ رہے۔ ایک ماہ بعد مسلمان واپس آگئے۔ جب وہ شکر نامی پہاڑ کے پاس پہنچے تو قلعہ جرش والوں نے سمجھا کہ وہ ڈر کر بھاگ گئے ہیں چنانچہ باہر نکل کر تعاقب کیا قریب پہنچے تو مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔

غیبی خبر جرش والوں نے دو افراد مدینہ طیبہ بھیجے ہوئے تھے جو حالات کا جائزہ لے رہے تھے ایک دن دونوں عصر کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا: شکر نامی پہاڑ، اللہ تعالیٰ کے کس شہر میں ہے؟ دونوں افراد کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے علاقے میں ایک پہاڑ ہے جسے کشر کہا جاتا ہے جرش والے اس پہاڑ کو اسی نام سے پہچانتے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ کشر نہیں بلکہ شکر ہے۔ عرض کیا، اس کے بارے میں کیا خبر ہے؟ فرمایا: اس وقت وہاں اللہ تعالیٰ کے اونٹ ذبح کیے جا رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرت ابوبکر یا حضرت عثمان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا، خدا کے بندو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تمہیں تمہاری قوم کی ہلاکت کی خبر دے رہے ہیں تم حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے درخواست کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قوم سے ہلاکت اٹھا لے۔ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے درخواست کی، آپ نے دعا کی: یا اللہ! ان سے ہلاکت اٹھا لے!

یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے رخصت ہو کر اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے، جب اپنی قوم کے پاس پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ جس دن

اور جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا بات فرمائی تھی اس وقت حضرت صرد ابن عبد اللہ نے حملہ کیا تھا اور جرش والوں پر قیامت گزر گئی تھی۔

اہلِ جرش آغوشِ اسلام میں

اس کے بعد جرش کا ایک وفد روانہ ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گاؤں کے آس پاس کی جگہ گھوڑوں، اونٹوں اور بیلوں کی چراگاہ مقرر فرمائی اور اس کے گرد نشانات لگوا دیے، اس خطے میں دوسرا آدمی جانور چراتا تو اس کا ساز و سامان چھین لیا جاتا۔

اس جنگ کے بارے میں ازد کے ایک شخص نے درج ذیل اشعار کہے۔
قبیلۂ خثعم دورِ جاہلیت میں ازد پر حملہ آور ہوا کرتا تھا اور شہرِ حرام میں بھی ظلم و ستم روا رکھتا تھا۔

يَا غَزْوَةً مَا غَزَوْنَا غَيْرَ خَائِبَةٍ
فِيهَا الْبِغَالُ وَفِيهَا الْخَيْلُ وَالْحُمُرُ

وہ کیا خوب جنگ تھی جس میں ہم ناکامی کے بغیر لڑے، اس میں خچریں، گھوڑے اور گدھے تھے۔

حَتّٰى أَتَيْنَا حُمَيْرًا فِي مَصَانِعِهَا
وَجَمْعُ خَثْعَمَ قَدْ شَاعَتْ لَهَا النُّذُرُ

ہم نے جرش کے گدھوں (مشرکوں) پر ان کے قلعوں میں حملہ کیا، اس وقت قبیلۂ خثعم کے نذر کے جانور ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔

إِذَا وَضَعْتُ عَلَيْكَ كُنْتُ أَحْمِلُهُ
فَمَا أُبَالِي آدَانُوا بَعْدُ أَمْ كَفَرُوا

جب میں نے پیاس بجھالی جسے میں اُٹھائے پھرتا تھا تو مجھے
پروا نہیں تھی کہ وہ فرمانبردار ہو گئے ہیں یا کافر ہی ہیں۔

۱۲- شاہانِ حمیر کا قاصد

تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بادشاہانِ حمیر کا مکتوب پہنچا[1] یہ مکتوب حرث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور ذورعین، معافر اور ہمدان کے امیر نعمان نے زرعہ ذویزن مالک ابنِ مرّہ رہاوی کے ہاتھ بھجوایا تھا جس میں تحریر تھا کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اور شرک اور اہلِ شرک سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں جواب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے حرث ابن عبد کلال، نعیم ابن عبد کلال اور نعمان امیر ذورعین معافر و ہمدان کی طرف، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی حمد کے بعد، ارضِ روم سے ہماری واپسی کے وقت تمہارا قاصد ہمارے پاس مدینہ طیبہ پہنچا اس نے تمہارا پیغام پہنچایا۔ تمہارے حالات کی اطلاع دی۔ تمہارے حالات کی اطلاع دی۔ تمہارے اسلام لانے اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کی خبر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت سے نوازا ہے۔

---

[1] یہ واقعہ ماہِ رمضان المبارک ۹ھ کا ہے (طبقات ابن سعد عربی، مطبوعہ بیروت ج ۱ ص ۳۵۶۔

احکامِ اسلام

اگر تم راہِ راست پر ہو، تم نے خدا اور رسول کی اطاعت کی، نماز قایم کی، زکوٰۃ دی، غنیمت سے اللہ تعالیٰ کا حق پانچواں حصّہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لازمی حصہ نکالا اور مسلمانوں پر جو صدقہ لازم کیا ہے ادا کیا یعنی چشمے کے پانی سے سیراب کی جانے والی اور بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصّہ اور بڑے ڈول سے سیراب کی جانے والی زمین کی پیداوار کا بیسواں حصّہ ادا کیا۔ چالیس اونٹوں میں سے بنت لبون (وہ اونٹنی جو دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو) اور تیس اونٹوں میں ابن لبون (وہ اونٹ جو تیسرے سال میں داخل ہو گیا ہو) پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری، دس اونٹوں سے دو بکریاں، چالیس گایوں کی زکوٰۃ ایک گائے اور تیس گایوں میں ایک تبیع، جذع یا جذعہ ہے۔ ہر چالیس باہر چرنے والی بکریوں پر ایک بکری۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فرض ہے جو اس نے ایمان داروں پر صدقہ میں لازم کیا، جس نے اس سے زیادہ دیا اس کے لیے وہ بہتر ہے اور جس نے یہ فریضہ ادا کیا اور اپنے اسلام پر گواہ بنایا اور مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی امداد کی تو وہ مومنوں میں سے ہے، اس کے لیے وہی فوائد ہوں گے جو ایمان داروں کے ہیں اور اس پر وہی حقوق لازم ہوں گے جو دوسرے مومنوں پر ہیں اور اس کے لیے خدا و رسول کا ذمّہ ہے۔

جو یہودی یا عیسائی ایمان لایا اس کے حقوق اور ذمہ داریاں وہی ہیں جو دوسرے مومنوں کی ہیں۔ جو شخص یہودیت یا عیسائیت پر قایم رہنا چاہے اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس پر جزیہ (ٹیکس) لازم ہے۔ ہر بالغ مرد و زن پر خواہ وہ غلام ہو یا آزاد ایک دینار ہے جسے وہ معافری یا دوسرے

کپڑوں کی صورت میں ادا کر سکتا ہے۔ جو شخص یہ جزیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادا کرے گا اس کے لیے خدا اور رسول کا ذمّہ ہے اور جو انکار کریگا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

بلیشک اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے زرعہ ذویزن کو پیغام دیا ہے کہ جب تمہارے پاس ہمارے نمائندے پہنچیں، تو تمہیں تاکیدی حکم ہے کہ اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ نمائندے یہ ہیں:

معاذ ابن جبل، عبداللہ ابن زید، مالک ابن عبادہ، عقبہ بن نمر، مالک ابن مُرہ اور ان کے ساتھی۔

تمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ تم مسلمانوں سے صدقہ اور غیر مسلموں سے جزیہ جمع کر کے ہمارے نمائندوں کے پاس پہنچا دو، ان کے امیر معاذ ابن جبل ہیں وہ تم سے راضی ہو کر واپس آئیں۔

بے شک محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، مالک بن مُرّہ رہاوی نے مجھے بتایا کہ تم قبیلۂ حمیر کے اولین اسلام لانے والے ہو اور تم نے مشرکین سے جہاد کیا ہے تمہیں بھلائی کی خوشخبری ہے۔ میں تمہیں حمیر کے ساتھ نیکی کا حکم دیتا ہوں، تم خیانت نہ کرو، ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑو۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تم میں سے غریب اور مالدار کے محافظ ہیں اور صدقہ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور ان کے اہلِ بیت کے لیے حلال نہیں ہے۔ یہ تو وُہ زکوٰۃ ہے جو غریب مسلمانوں اور مسافروں کو

دی جاتی ہے۔ مالک نے اطلاع پہنچائی اور راز کو محفوظ رکھا۔ میں تمہیں ان کے ساتھ نیکی کا حکم دیتا ہوں۔

میں تمہارے پاس اپنے صالح، دیندار اور صاحبِ علم صحابہ کو بھیج رہا ہوں اور تمہیں ان کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ یہی ان کے لائق ہے۔

والسلام علیکم

حضرت معاذ بن جبل کو نصیحت

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں: مجھے عبداللہ ابن ابوبکر نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل کو بھیجا تو اُن کو خصوصی احکام دیے اور ان سے عہد لیا پھر انہیں فرمایا: آسانی بہم پہنچانا نہ کہ تنگی، لوگوں کو خوش رکھنا متنفر نہ کرنا۔ تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے وہ تم سے پوچھیں گے کہ جنّت کی چابی کیا ہے؟ تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی شہادت۔

شوہر کا بیوی پر حق

حضرت معاذ ابن جبل، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام لے کر یمن پہنچے، تو یمن کی ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟

فرمایا، اللہ کی بندی! عورت شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی، تم طاقت کے مطابق اپنے آپ کو اس کی فرمانبرداری کے لیے مشقت میں ڈالو۔ اس نے کہا: بخدا! اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، تو یقیناً آپ کے علم میں ہوگا کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟

فرمایا: خدا کی بندی! اگر تو لوٹ کر جائے اور شوہر کو اس حال میں پائے کہ اس کے نتھنوں سے پیپ اور خون جاری ہے اور تو اسے چوس کر

ختم کر دے تو پھر بھی اس کا پورا حق ادا نہیں کر پاتی۔

۱۳ - فروہ ابن عمر جذامی کا اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں: فروہ ابن عمر ابن النافرہ جذامی نفاثی نے ایک قاصد کو اپنے اسلام کی اطلاع عرض کرنے کے لیے بارگاہِ رسالت میں بھیجا اور ایک سفید خچر بطور ہدیہ بھجوائی۔ فروہ، شاہِ روم کی طرف سے ان عربوں پر عامل مقرر تھے جو اُن کے قریب رہتے تھے۔ شام میں مُعان اور اُس کے آس پاس کا علاقہ اُن کے زیرِ انتظام تھا۔ جب شاہِ روم کو اُن کے اسلام کی خبر ملی تو انھیں بلایا اور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حضرت فروہ نے جیل میں یہ اشعار کہے:

طَرَقَتْ سُلَيْمٰى مَوْهِنًا اَصْحَابِیْ
وَالرُّوْمُ بَيْنَ الْبَابِ وَالْقِرْوَانِ

سُلیمیٰ (حضرت فروہ کی بیوی خیالی پیکر میں) آدھی رات کے بعد میرے ساتھیوں کے پاس آئی جبکہ رومی دروازے اور جیل کے وسط میں تھے۔

صَدَّ الْخَيَالُ وَسَاءَهٗ مَا قَدْ رَاٰى
وَهَمَمْتُ اَنْ اُغْفِیْ وَقَدْ اَبْكَانِیْ

محبوبہ کے خیالی پیکر کو سامنے کے منظر نے روک دیا اور تکلیف پہنچائی میں ہلکی سی نیند لینا چاہتا تھا مگر اُس پیکر نے مجھے رُلا دیا۔

لَا تَكْحَلِنَّ الْعَيْنَ بَعْدِیْ اِثْمِدًا
سَلْمٰى وَلَا تَدِيْنِیْ لِلْاِتْيَانِ

سلمیٰ! میرے بعد آنکھوں میں اثمد (سرمہ) نہ لگانا اور آنے کی

زحمت نہ اٹھانا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتَ اَبَا كُبَيْشَةَ اَنَّنِىْ
وَسْطَ الْاَعِزَّةِ لَا يُحَصُّ لِسَانِىْ

ابوکبیشہ! تم جانتے ہو کہ میں بہترین عزت والوں سے ہوں اور میری زبان کاٹی نہیں جاسکتی۔

فَلَئِنْ هَلَكْتُ لَتَفْقِدَنَّ اَخَاكُمْ
وَلَئِنْ بَقِيْتُ لَتَعْرِفُنَّ مَكَانِىْ

اگر میں ہلاک ہوگیا تو تم اپنے بھائی کو گم کر بیٹھو گے اور اگر میں زندہ رہا تو تم ضرور میرا مقام پہچان لوگے۔

وَلَقَدْ جَمَعْتُ اَجَلَّ مَا جَمَعَ الْفَتٰى
مِنْ جُوْدِهٖ وَشَجَاعَتِىْ وَبَيَانِ

کسی بھی جوان میں جو عمدگی، بہادری اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے مجھ میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت فروہ کی مظلومانہ شہادت

جب رومیوں نے فلسطین کے ایک چشمے کے کنارے حضرت فروہ کو سولی چڑھانے کا فیصلہ کرلیا تو انھوں نے فرمایا:

اَلَا هَلْ اَتٰى سَلْمٰى بِاَنَّ حَلِيْلَهَا
عَلٰى مَاءِ عَفْرٰى فَوْقَ اِحْدَى الرَّوَاحِلِ

کیا سلمٰی کو یہ خبر مل چکی ہے کہ اس کا شوہر عفری چشمے کے کنارے ایک سواری پر سوار ہے۔

عَلٰى نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ اُمَّهَا
مُشَذَّبَةٍ اَطْرَافُهَا بِالْمَنَاجِلِ

وہ ایسی اونٹنی (تختہ دار) پر سوار ہے جس کی ماں کے پاس نر نہیں گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں درانتیوں سے کاٹ دیئے گئے ہیں۔

زہری ابن شہاب کا کہنا ہے کہ جب انہیں شہید کرنے کے لیے لایا گیا تو انہوں نے فرمایا:

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِیْنَ بِاَنَّنِیْ
سَلْمٌ لِرَبِّیْ اَعْظُمِیْ وَ مَقَامِیْ

مسلمانوں کے سرداروں کو یہ خبر پہنچا دو کہ میری ہڈیاں اور میرے قیام کی جگہ میرے رب کی فرمانبردار ہے۔

پھر رومیوں نے اُن کا سر قلم کر دیا اور اسی چشمے پر انہیں سُولی چڑھا دیا۔

۱۴۔ وفد بنو الحرث ابن کعب

بنو الحرث کا حضرت خالد ابن ولید کے ہاتھ پر اسلام

ابن اسحٰق فرماتے ہیں:

ماہِ ربیع الثانی یا جمادی الاولےٰ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو الحرث ابن کعب کے پاس نجران بھیجا اور حکم دیا کہ جہاد سے پہلے تین دن تک اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ اسلام لے آئیں تو اُن کا اسلام قبول کر لو، اور اگر انکار کر دیں تو ان سے جہاد کرو۔ حضرت خالدؓ بنو الحرث کے پاس پہنچے اور سواروں کو ہر طرف دعوتِ اسلام کے لیے روانہ کر دیا۔ یہ حضرات کہتے تھے: لوگو! اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ لوگ اسلام لے آئے اور جس دین کی انھیں دعوت دی گئی تھی اس میں داخل ہو گئے۔ حضرت خالد نے ان کے ہاں قیام فرما کر

انہیں اسلام کی تعلیم دی اور انہیں کتاب و سنّت کی تعلیمات سے رُوشناس کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں یہی حکم دیا تھا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور جنگ نہ کریں، تو انھیں اسلامی تعلیم سے آراستہ کرنا۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے بارگاہِ رسالت میں عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا:

حضرت خالد بن ولید کا عریضہ

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے۔

السلام علیک یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلّم!

میں آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں۔

امّا بعد یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے بنو حرث ابن کعب کی طرف بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ جب میں اُن کے پاس جاؤں تو تین دن تک ان سے جہاد نہ کروں اور انہیں اسلام کی دعوت دُوں اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان میں قیام کروں اور ان کے اسلام کو تسلیم کر کے انہیں اسلامی تعلیمات، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھاؤں اور اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان سے جہاد کروں۔ میں نے ان کے پاس آکر تین دن تک انہیں اسلام کی دعوت دی جیسے مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ میں نے سواروں کو ان کے پاس بھیجا جنھوں نے کہا: اے بنو الحرث! اسلام لے آؤ، سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ چنانچہ انہوں نے جنگ نہیں کی اور اسلام لے آئے۔ میں ان کے ہاں مقیم ہوں، انہیں اس چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

میں انہیں اسلامی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی تعلیم دے رہا ہوں، یہاں تک کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتوب ارسال فرمائیں۔

والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ وبرکاتہ

بارگاہِ رسالت کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو جواب لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول محمد کی طرف سے خالد بن ولید کی طرف

سلامٌ علیک!

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد! تمہارے قاصد کے ذریعے تمہارا مکتوب موصول ہوا، جس میں تم نے اطلاع دی ہے کہ بنو الحرث جنگ کیے بغیر اسلام لے آئے ہیں، جس اسلام کی تم نے انہیں تبلیغ کی ہے انہوں نے قبول کر لیا ہے اور گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد مصطفےٰ اس کے عبدِ خاص اور رسول ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ہدایت عطا فرمائی ہے انہیں خوشخبری اور ڈر سناؤ، تم خود بھی آؤ اور تمہارے ہمراہ ان کا وفد بھی آئے۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو الحرث کے وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس وفد میں قیس ابن الحصین، ذو الغصہ یزید ابن عبد المدان، یزید ابن محجل، عبد اللہ ابن قراد زیادی، شداد بن عبد اللہ قنانی اور عمرو بن عبد اللہ قنانی تھے۔

جب یہ حضرات بارگاہِ رسالت کے قریب حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : یہ کس قوم کے لوگ ہیں ؟ یوں معلوم ہوتا ہے گویا ہند کے لوگ ہیں ۔

عرض کیا گیا : یہ بنوالحرث ابن کعب کے افراد ہیں ۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے سلام عرض کیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔

آپ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔

پھر فرمایا : تم وہ لوگ ہو جنہیں مقابلہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو بڑھ کر حملہ کرتے ہیں ۔

وہ لوگ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا ۔ یہی سوال آپ نے دوسری اور تیسری مرتبہ کیا مگر سب خاموش رہے ۔ چوتھی مرتبہ یہی سوال دُہرایا تو حضرت یزید ابن عبدالمدان نے عرض کیا : ہاں یا رسول اللہ ! ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہیں مقابلے کا حکم دیا جاتا ہے تو آگے بڑھ کر حملہ کرتے ہیں ۔

انہوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) سوال کے مطابق یہ جملہ چار مرتبہ کہا ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر خالد مجھے یہ تحریر نہ کرتے کہ تم اسلام لے آئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی تو میں تمہارے سر تمہارے قدموں میں ڈال دیتا ۔

یزید ابن عبدالمدان نے عرض کیا : خدا کی قسم ! ہم نے آپ کی اور حضرت خالد کی حمد و ثنا نہیں کی ۔

آپ نے فرمایا، تم نے کس کی حمد و ثنا کی ہے ؟

عرض کیا، اللہ تعالیٰ کی یا رسول اللہ! جس نے آپ کے وسیلے سے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے۔

آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دورِ جاہلیت میں تم دشمنوں پر کس طرح غلبہ پایا کرتے تھے ؟

عرض کیا، ہم کسی پر غلبہ نہیں پایا کرتے تھے۔

فرمایا: کیوں نہیں تم اپنے دشمنوں پر غلبہ پایا کرتے تھے ؟

عرض کیا، ہم اپنے دشمنوں پر اس طرح غلبہ پاتے تھے کہ ہم اکٹھے ہو جاتے تھے الگ الگ نہیں رہتے تھے کسی پر ظلم کی ابتدا نہیں کرتے تھے۔

فرمایا: تم نے سچ کہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو الحرث پر قیس ابن حصین کو امیر بنا دیا چنانچہ یہ وفد شوال کے آخری دنوں یا ذیقعد کے ابتدائی دنوں میں اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا، ابھی چار مہینے نہیں گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت و برکت اور رضا و نعمت سے نواز دیا۔

اس وفد کی روانگی کے بعد آپ نے حضرت عمر ابن حزم کو ان کے پاس بھیجا تا کہ انہیں دین و سنت اور تعلیماتِ اسلامیہ سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن حزم کو

ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں ہدایات اور احکام درج تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات ہیں، اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا کرو۔ یہ اللہ کے نبی اور رسول کا عہد ہے عمرو ابن حزم کے لیے جب انہیں یمن کی طرف روانہ کیا۔

انہیں حکم دیا کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ متقین اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے) انہیں حکم دیا کہ وہ حق پر عمل کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لوگوں کو خیر کی بشارت دیں اور خیر کا حکم دیں، لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں اور اس کے مطالب سمجھائیں۔ قرآن پاک کو وہی چھوئے جو پاک ہو۔ لوگوں کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ حق میں لوگوں سے نرمی کریں اور ظلم کے معاملے میں اُن پر سختی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے منع فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا،

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔

ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

لوگوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور جنتیوں والے کام سکھائیں۔ جہنم اور جہنمیوں والے اعمال سے ڈرائیں۔ لوگوں سے الفت کا برتاؤ کریں یہاں تک کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔

لوگوں کو حج کے احکام، سنتیں اور فرائض اور فرامین خداوندی سکھائیں۔ حج اکبر حج ہے اور حج اصغر، عمرہ ہے۔ لوگوں کو ایک چھوٹے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں۔ ہاں اتنا ہو کہ اس کے دونوں کنارے اس کے کندھوں

پر آ جائیں۔ اسی طرح ایک کپڑا باندھ کر اس طرح بیٹھنے سے منع کریں کہ اوپر سے ستر کھلا ہوا ہو۔ گُدی پر بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کریں۔ ہیجان کے وقت لوگوں کو قبائل اور گروہوں کی طرف بلانے سے منع کریں۔ انھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف بُلائیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف نہ بلائے بلکہ قبیلوں اور گروہوں کی طرف بلائے اسے تلوار سے قتل کر دیں، یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف بلائیں۔

لوگوں کو حکم دیں کہ وضو مکمل کریں، چہروں کو دھوئیں، ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئیں اور سروں کا مسح کریں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو حکم دیں کہ نماز وقت پر پڑھیں، رکوع اور سجود مکمل طور پر خضوع و خشوع سے ادا کریں۔ صبح کی نماز اندھیرے میں، ظہر زوالِ آفتاب کے بعد اور عصر اس وقت پڑھیں جب سورج زمین کی طرف جا رہا ہو۔ مغرب رات کے آنے پر پڑھیں ستاروں کے ظاہر ہونے تک مؤخر نہ کریں۔ عشاء کی نماز رات کے ابتدائی حصے میں پڑھیں۔ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو اس کی طرف جلدی کریں اور جاتے وقت غسل کریں۔

حضرت عمرؓ ابن حزم کو حکم دیا کہ مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر زمین کا جو صدقہ واجب کیا ہے وصول کریں، جس زمین کو چشمے یا بارش سے سیراب کیا گیا ہے اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جسے بڑے ڈول سے سیراب کیا ہے اس کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے، ہر دس اونٹوں کی زکوٰۃ دو بکریاں اور ہر بیس کی زکوٰۃ چار بکریاں، ہر چالیس گائیوں میں سے ایک گائے اور تیس میں سے ایک تبیع، جذع یا جذعہ۔ چرنے والی ہر چالیس بکریوں میں سے ایک بکری وصول کی جائے۔ یہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ

نے فرض فرمائی ہے جو زیادہ دے تو وہ اُس کے لیے بہتر ہے۔

جو یہودی یا عیسائی خوشدلی سے، دل وجان سے اسلام لے آئے اور دینِ اسلام کی اطاعت قبول کرلے تو وہ مومن ہے اس کے حقوق اور ذمہ داریاں وہی ہیں جو مسلمانوں کی ہیں اور جو شخص عیسائیت یا یہودیت پر قایم رہتا ہے اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ ہر بالغ مرد و زن پر ایک دینار یا اس مالیت کے کپڑے (بہ طور جزیہ) لازم ہیں جو شخص یہ ادا کرے گا اس کے لیے خدا اور رسول کا ذمہ ہے اور جو انکار کرے وہ خدا و رسول اور تمام مومنوں کا دشمن ہے
صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، سلامتی، مہربانی اور برکتیں نازل ہوں محمد صلی اللہ علیہ و سلم پر۔

۱۵۔ رفاعہ ابن زید جذامی کی حاضری

خیبر سے پہلے صلح حدیبیہ کے موقع پر رفاعہ ابن زید جذامی ضبیبی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ایک غلام[1] پیش کیا۔ اور دل وجان سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم کے نام ایک مکتوب عنایت فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مکتوب اللہ تعالیٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رفاعہ ابن زید کو دیا گیا۔ میں نے اُنہیں اُن کی قوم اور قوم میں داخل ہونے والے تمام

---

[1] اس غلام کا نام مدعم تھا جس کا ذکر موطا امام مالک میں ہے (سہیلی)

افراد کی طرف بھیجا ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائیں جو ان کی دعوت کو قبول کرے وُہ خدا اور رسول کے گروہ میں داخل ہے اور جو قبول نہ کرے اُس کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے۔ جب حضرت رفاعہ نے آکر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور حرۃ الرجلاء میں آکر قیام پذیر ہو گئے۔

۱۶- وفدِ ہمدان

ابنِ ہشام فرماتے ہیں: مجھے ایک معتمد شخص نے عمر ابن عبید اللہ ابن اُذینہ عبدی سے روایت کی کہ انہوں نے ابو اسحٰق سبیعی سے روایت کی کہ بارگاہِ رسالت میں ہمدان کا وفد حاضر ہُوا جس میں مالک ابن نمط ابو ثور جنہیں ذوالمشعار کہا جاتا تھا مالک ابن ایفع، ضمام ابن مالک سلمانی، عمیرہ ابن مالک خارفی تھے۔ یہ لوگ اس وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تھے انہوں نے یمنی چادروں کے سلے ہوئے کپڑے اور عدنی عمامے زیبِ تن کئے ہوئے تھے (املیس لکڑی کے بنے ہوئے) کجاووں میں مہری (حضرموت کے ایک علاقے کی طرف نسبت) اور ارحبی (ہمدان کے ایک قبیلے کی طرف نسبت) اونٹوں پر سوار تھے مالک ابن نمط اور اُن کا ایک ساتھی یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

هَمْدَانُ خَيْرُ سُوقَةٍ وَّ أَقْيَالْ
لَيْسَ لَهَا الْعَالَمِيْنَ أَمْثَالْ

ہمدان کے باشندے بہترین رہنما اور بادشاہ ہیں؛ دنیا میں ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔

مَحَلُّهَا الْهَضْبُ وَمِنْهَا الْأَبْطَالُ
لَهَا أَطَابَاتٌ بِهَا وَآكَالُ

وہ بلند جگہ کے رہنے والے ہیں اور ان میں بڑے بڑے بہادر ہیں جنہیں تحفے اور نذرانے دیے جاتے ہیں۔

ایک دوسرا شخص کہہ رہا تھا:

إِلَيْكَ جَاوَزْنَ سَوَادَ الرِّيفِ
فِي هَبَوَاتِ الصَّيْفِ وَالْخَرِيفِ مُخَطَّمَاتٍ بِحِبَالِ اللِّيفِ

کھجور کے پتوں کی نکیل والی اونٹنیاں، موسم گرما اور خزاں کے گرد و غبار سے گزرتی ہوئی سرسبز علاقوں کو طے کرکے آپ کے پاس پہنچی ہیں۔

مالک ابنِ نمط بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! ہمدان کے نمائندے شہروں اور دیہات سے تیز رَو اور نوعمر اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں وہ اسلام کی رسّی سے بندھے ہوئے ہیں اور انھیں راہِ خداوندی میں کوئی ملامت متاثر نہیں کرتی۔ یہ لوگ قبیلۂ خارف، یام اور شاکر کے علاقے سے آئے ہیں جہاں اونٹ اور گھوڑے بکثرت ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی دعوت قبول کی ہے۔ معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیا ہے اور ان کا معاہدہ کبھی نہیں ٹوٹے گا جب تک لعلع پہاڑ باقی رہے اور چٹیل میدانوں میں ہرن دوڑتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مکتوب عنایت فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے قبیلہ خارف کے شہر، بلند اور ریگستانی زمین والوں کے لیے جن کے ساتھ ان کا نمائندہ ذوالمشعار ہے یعنی مالک بن نمط

اور ان لوگوں کے لیے جو ان کی قوم سے اسلام لائے ہیں۔

ان کے لیے ان کی بلند اور پست زمینیں ہیں، جب تک نماز قائم کرتے رہیں، یہ لوگ وہاں کی پیداوار کھائیں گے اور گھاس جانوروں کو کھلائیں گے۔ ان کے لیے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہے اور اس پر مہاجرین اور انصار گواہ ہیں۔

اسی بارے میں مالک ابن نمط نے یہ شعر کہے ہیں:

ذَكَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ فِي فَحْمَةِ الدُّجَا
وَنَحْنُ بِأَعْلَىٰ رَحْرَحَانَ وَصَلْدَدِ

میں نے گھری تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا جب ہم رحرحان اور صلدد (مقامات) کے بالائی حصے میں تھے۔

وَهُنَّ بِنَا خُوصٌ طَلَائِحُ تَغْتَلِي
بِرُكْبَانِهَا فِي لَاحِبٍ مُتَمَدِّدِ

اونٹنیاں اپنے سواروں کے لیے دُور دراز راستوں کو طے کر رہی تھیں، اور سفر کی صعوبتوں کی بنا پر اُن کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔

عَلَىٰ كُلِّ فَتْلَاءِ الذِّرَاعَيْنِ جَسْرَةٍ
تَمُرُّ بِنَا مَرَّ الْهِجَفِّ الْخَفَيْدَدِ

ہم لمبے بازوؤں والی تیز رفتار اونٹنیوں پر سوار تھے جو ہمیں لیے بڑے شتر مرغ کی طرح بھاگ رہی تھیں۔

حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِلَىٰ مِنًى
صَوَادِرَ بِالرُّكْبَانِ مِنْ هَضْبِ قَرْدَدِ

منیٰ کی طرف جھومتے ہوئے جانے والی اونٹنیوں کے رب کی قسم

کھاتا ہوں جو بلند و بالا زینوں سے سواروں کو لے کر واپس آتی ہیں۔

بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْنَا مُصَدَّقٌ

رَسُوْلٌ اَتٰی مِنْ عِنْدِ ذِی الْعَرْشِ مُھْتَدِ

کہ ہمارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جائے گی اور آپ مالکِ عرش کے رسول اور راہِ راست پر ہیں۔

فَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَۃٍ فَوْقَ رَحْلِھَا

اَشَدَّ عَلٰی اَعْدَائِہٖ مِنْ مُّحَمَّدٖ

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دشمنانِ خدا پر شدت والا کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر سوار نہیں کیا۔

وَ اَعْطٰی اِذَا مَا طَالِبُ الْعُرْفِ جَاءَہٗ

وَ اَمْضٰی بِحَدِّ الْمَشْرَفِیِّ الْمُھَنَّدِ

جب کوئی طالبِ احسان آپ کے پاس آتا ہے تو آپ اسے بے حساب عطا فرماتے ہیں اور ہندی مشرقی تلوار کی دھار سے آپ کی قوتِ فیصلہ زیادہ تیز ہے۔
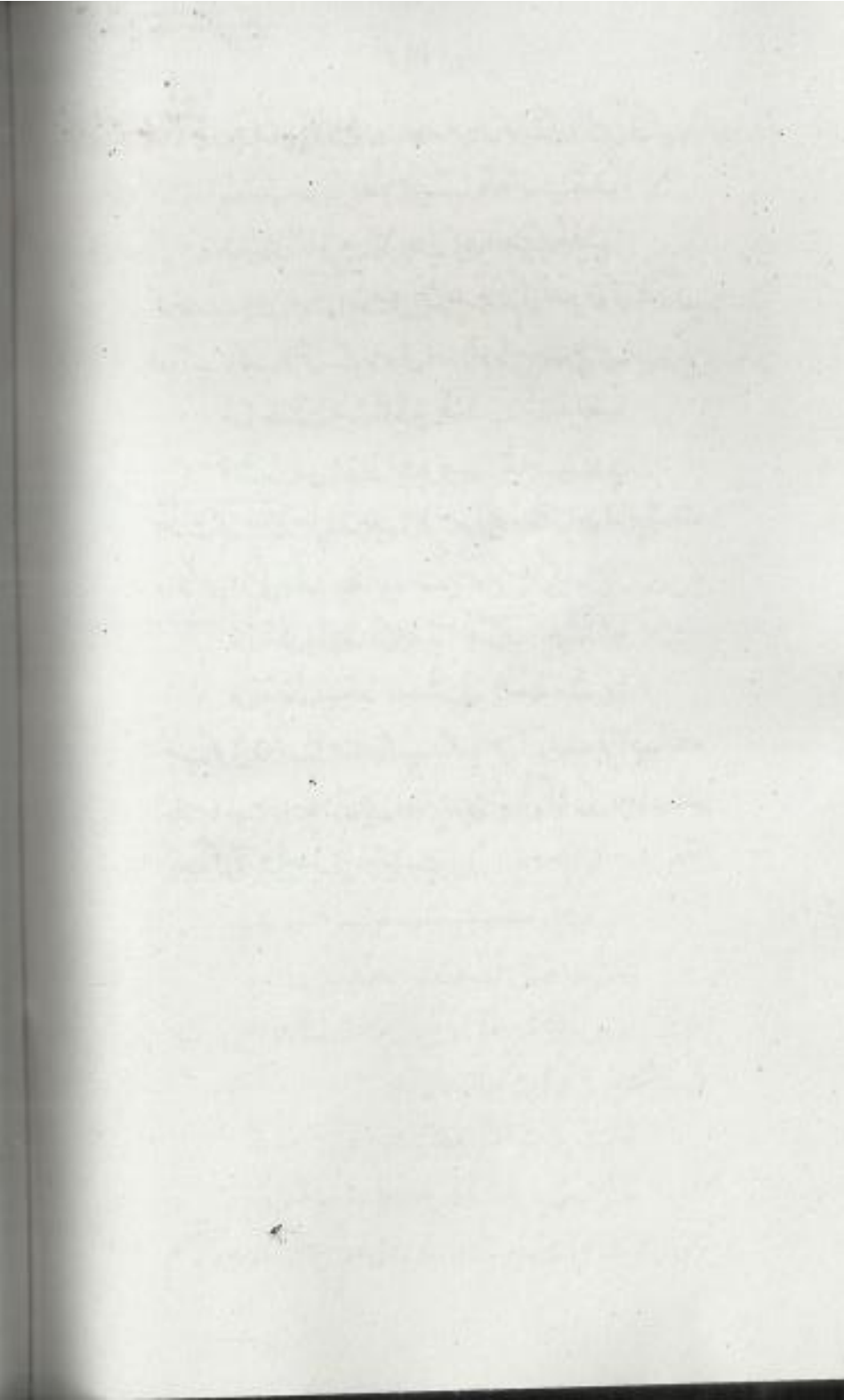
بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہونے والے مزید وفود

(اُن وفود کا تذکرہ جو سیرت ابنِ ہشام میں بیان نہیں ہوئے)

لفظ وفد کی تحقیق "وَفْد"، "وافِد" کی جمع ہے۔ "وَفْد"، قوم کی اس منتخب جماعت کو کہتے ہیں جو اہم مقاصد کے لیے بڑے لوگوں کے پاس جا کر قوم کی نمائندگی کرتی ہے۔ "وفود" جمع کی جمع ہے۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اعلانِ توحید و رسالت کیا فرمایا کہ دنیائے کفر و شرک میں زلزلہ آگیا۔ چند نفوسِ قدسیہ کے علاوہ تمام مرد و زن، پیر و جواں دشمنِ جاں بن گئے۔ ایک ایک کو دعوتِ اسلام دی مگر وہ ذو براہ ہونے کی بجائے دشمنی میں سخت سے سخت تر ہوتے گئے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ حج کے موقع پر آنے والے مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور انھیں دینِ اسلام کی تبلیغ فرماتے، لیکن یہ قبیلے، قریش کے منتظر تھے کہ وہ ایمان لائیں تو ہم بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں۔

بیعتِ انصار اعلانِ نبوت کے گیارھویں سال (ہجرت سے دو سال پہلے) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ کی ایک

---

[1] امام نووی، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳

گھاٹی (عقبہ) میں تشریف فرما تھے کہ مدینہ طیبہ کا رہنے والا قبیلہ خزرج آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی قرآن پاک سنایا اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اگر میری پیروی کرو گے تو دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرو گے۔ یہ لوگ یہودیوں سے سن چکے تھے کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ جب سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور آپ کے جمال و کمال کا دیدار کیا تو آپس میں کہنے لگے خدا کی قسم! یہی وہ پیغمبر ہیں جن کی خبریں یہودی ہمیں دیا کرتے تھے۔ موقع غنیمت جانو اور ایمان لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ مدینہ والوں میں سے کوئی اور تم سے سبقت لے جائے۔ چنانچہ یہ حضرات مشرف با سلام ہو گئے۔[۱] یہ حضرات تعداد میں چھ تھے حضرت اسعد ابن زُرارہ اور حضرت جابر ابن عبداللہ اسی جماعت میں شامل تھے۔ اس بیعت کو "بیعتِ عقبۃ الاولیٰ" کہتے ہیں۔ جب یہ حضرات واپس پہنچے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے مدینہ کی مجلسیں اور گھر منور ہو گئے۔[۱]

۱۷- وفدِ انصار

آئندہ سال (ہجرت سے ایک سال پہلے) اوس اور خزرج کے بارہ[۱۲] افراد مدینہ طیبہ سے آکر اسی گھاٹی کے پاس حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ حضرت عبادہ ابنِ صامت اور حضرت عویم ابنِ ساعدہ اور حضرت ذکوان ابن عبد القیس اس جماعت میں شامل تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی درخواست پر حضرت مصعب ابنِ عمیر کو قرآنِ پاک اور دین کی تعلیم کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اسی سال مدینہ مطہرہ میں جمعہ قائم کیا گیا۔[۲]

---

[۱] مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۵۱-۵۰ [۲] ایضاً ص ۵۳

۱۸۔ انصار کا دُوسرا وفد

اعلانِ نبوت کے تیرھویں سال (ہجرت سے تین ماہ پہلے) حضرت مصعب ابن عمیر ایک بڑی جماعت کے ساتھ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ حاضر ہُوئے۔ اس جماعت میں کچھ مشرک بھی تھے جو حج کے لیے آئے تھے۔ اس وفد کی تعداد میں مختلف روایات ہیں :

۱۔ پانچ سو کے قریب

۲۔ اوس اور خزرج کے تین سو افراد

۳۔ ستّر

۴۔ تہتّر

طے شدہ پروگرام کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ذوالحجہ کو دو تہائی رات گزرنے کے بعد اسی گھاٹی کے پاس تشریف لائے، آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس ابن عبدالمطلب بھی تھے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی حفاظت کے خیال سے ساتھ چلے آئے تھے۔ مدینہ سے آئے ہوئے مشرکین زیارت سے مشرف ہوئے اور اسلام لے آئے۔

حضرت عباس نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمارے درمیان کتنی عزت و شرافت ہے! ہم نے ہر چند انہیں منع کیا مگر انہوں نے ہماری بات نہیں سُنی اور تمہاری ملاقات کا ارادہ ملتوی نہیں کیا۔ اگر تم ان کے ساتھ وفاداری کا پختہ ارادہ رکھتے ہو اور تمہیں اپنے اوپر مکمل اعتماد ہے کہ ان سے جو وعدہ کرو گے اسے پُورا کرو گے تو فبہا

ورنہ ابھی بتا دو تاکہ بعد میں تمہیں پریشان نہ ہونا پڑے اور تم ہمیں اپنا دشمن نہ بنا لو۔
انہوں نے کہا: عباس! ہم نے آپ کی بات سن لی اور سمجھ لی۔ یا رسول اللہ!
آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو وعدہ ہم سے لینا چاہتے ہیں لے لیجئے۔

تعلیمات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا عہد یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ! اور میرا عہد یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں میرا ساتھ دو اور جو اس معاملے میں آڑے آئے اس سے جہاد کرنے سے گریز نہ کرو!"

نیز فرمایا:

"میری بیعت کرو کہ جو کچھ میں تمہیں حکم دوں اسے سنو اور سستی ہو یا چستی ہر حال میں فرمانبرداری کرو۔ خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اوامر و نواہی کو بجا لاؤ۔ حق بات کہو اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرو۔ میرے دست و بازو بنو اور جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری اسی طرح حفاظت کرو جس طرح تم اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو۔"

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کا کام ہی جنگ و قتال تھا۔ لیکن ہمارے اور یہودیوں کے درمیان سابقہ روابط اور معاہدے ہیں اب ہم وہ سب منقطع کر دیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو نصرت اور غلبہ عطا فرمائے تو آپ واپس اپنی قوم کے پاس آ جائیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ایسا نہیں ہوگا'

میرا روحانی اور جسمانی تعلق تم سے ہوگا، میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ، میرا مزار تمہارے ہاں اور میرا قیام تمہارے پاس ہوگا، جو تم سے جنگ کرے گا میں اُس سے جنگ کروں گا اور جو تمہارے ساتھ صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم سب آپ کی محبت کے راستے میں شہید ہو جائیں اور جان و مال آپ پر قربان کر دیں تو اس کی جزا کیا ہوگی؟

فرمایا:

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔

وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

عرض کیا، یہ تو کامیاب سودا ہے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنا دستِ کرم بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ اسی موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

(التوبہ۔ پ ۱۱۔ رکوع ۳)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

(ترجمہ امام احمد رضا بریلوی)

اس بیعت کو عقبۂ کبریٰ کہتے ہیں اور بعض اربابِ سیرت عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں۔ لیکن سابقہ تفصیل کے مطابق اسے عقبۂ ثالثہ کہنا چاہیے (کیونکہ اس گھاٹی کے پاس انصار نے یہ تیسری مرتبہ بیعت کی تھی)[1]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۵۳-۵۴

۱۹۔ وفد عبدالقیس

فتحِ مکہ سے کچھ پہلے (۸ھ) قبیلۂ عبدالقیس کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، قولِ مشہور کے مطابق اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا اسی لیے اس وفد کو دی جانے والی ہدایات میں حج کا ذکر نہیں ہے۔[1]

شرکاءِ وفد

اس وفد میں چودہ افراد شریک تھے ان میں سے جن کے اسماء معلوم ہو سکے ہیں یہ ہیں:

(۱) الاشج العصری (قائدِ وفد)

(۲) مزیدہ ابن مالک المحاربی

(۳) عبیدہ ابن ہمام المحاربی

(۴) صحار ابن عباس المری

(۵) عمر ابن محروم العصری

(۶) حارث ابن شعیب العصری

(۷) حارث ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان حضرات کی آمد کا سبب یہ تھا کہ بنو غنم میں سے منقذ ابنِ حیان دورِ جاہلیت میں تجارت کے لیے یثرب[2] آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی اکرم

---

[1] امام یحییٰ ابن شرف الدین النوادی، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴

[2] پہلے مدینہ طیبہ کا نام یثرب تھا۔ آب و ہوا کے ناخوشگوار ہونے کے سبب وہاں جانے والے کو ملامت کی جاتی تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے آب و ہوا میں بھی تبدیلی آگئی۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مقام ہجر سے لحاف اور کھجوریں لے کر مدینہ طیبہ آئے۔ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاس سے تشریف لے جا رہے تھے یہ اُٹھ کر ملے۔ آپ نے فرمایا:

منقذ ابن حیان! تمہارا اور تمہاری قوم کا کیا حال ہے؟

پھر اُن کی قوم کے معززین کی نام بنام خیریت دریافت کی۔ حضرت منقذ مشرف باسلام ہو گئے۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اِقرأ کی تعلیم حاصل کی اور اپنے علاقہ ہجر کی طرف روانہ ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں قبیلۂ عبد القیس کے نام ایک مکتوب عنایت فرمایا۔ وہ گرامی نامہ انھوں نے چند دن چھپائے رکھا پھر ایک دن ان کی بیوی بنت المنذر ابن عائذ نے دیکھ لیا۔ اس نے اپنے والد سے تذکرہ کیا اور کہا کہ جب سے میرے شوہر مدینہ سے آئے ہیں عجیب وغریب کام کرتے ہیں، اپنے اعضاء دھوتے ہیں اور ایک طرف (قبلہ کی طرف) منہ کر کے کبھی اپنی پشت جھکاتے ہیں اور کبھی اپنا ماتھا زمین پر رکھتے ہیں۔ حضرت منذر جن کا نام چہرے کے زخم کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشج رکھا تھا۔ حضرت منقذ سے ملے گفتگو کی اور اسلام لے آئے پھر حضرت منذر نے حضور صلی اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ پاک کو یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں (تفسیر خزائن العرفان پ ۲۱ رکوع ۱۸) قرآن پاک میں منافقین کا مقولہ نقل کیا گیا ہے جس میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہا گیا ہے ۱۲

شرف قادری

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مکتوب اپنی قوم کو سنایا وہ بھی اسلام لے آئے اور طے پایا کہ بارگاہِ رسالت میں حاضری دی جائے۔

بارگاہِ رسالت میں جب یہ وفد مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین کو فرمایا، تمہارے پاس قبیلہ عبد القیس کا وفد آرہا ہے، یہ اہلِ مشرق میں سے بہترین لوگ ہیں ان میں اشج عصری ہیں۔ یہ لوگ نہ عہد شکن ہیں نہ ردو بدل کرنے والے اور نہ ہی شک میں واقع ہونے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: قبیلہ عبد القیس کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر حائل ہیں۔ ہم صرف شہر حرام[1] میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں آپ ہمیں ایسے احکام بیان فرمائیں جن پر ہم خود عمل کریں اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو عمل کی دعوت دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّ اَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ	میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں یعنی (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، پھر اس کی تفسیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کے وحدہٗ لاشریک

---

[1] رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم چار مہینوں کو "اشہر الحرم" کہتے ہیں۔ ان مہینوں میں جنگ ممنوع تھی۔ کافر بھی ان مہینوں کا احترام کرتے تھے اور جنگ سے باز رہتے تھے۔

وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ اَنْھَاکُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُقَیَّرِ۔ ۱

ہونے کی گواہی دی جائے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا

(۴) غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔

اور تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں:

(۱) دُبّا، (۲) حنتم

(۳) نقیر (۴) مقیر

ابتداءً جب شراب حرام کی گئی تو ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع کر دیا گیا جن میں شراب تیار کی جاتی تھی۔

(۱) دُبّاء، کدو پک کر خشک ہو جاتا تو اوپر سے سوراخ کر کے بطور برتن استعمال کیا جاتا تھا۔

(۲) حَنْتَم، سبز مٹکا جس کے اوپر روغن لگا ہوا ہوتا تھا۔

(۳) نَقِیْر، درخت کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے برتن بنا لیا جاتا تھا۔

(۴) مُقَیَّر، وہ برتن جس پر روغن سیاہ لگا دیا جاتا تھا۔

ان سے منع کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ان میں انگور کا نچوڑ یا گنے کا رس وغیرہ ڈالا گیا تو وہ جلد نشہ آور ہو جائے گا اور ضائع ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ لاعلمی میں کوئی اسے پی بیٹھے گا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ شراب سے کُلی طور پر اجتناب

---

۱ مسلم شریف عربی، مطبوعہ نور محمد، کراچی ج ۱ ص ۳۳ - ۳۴

نوٹ: بقیہ تفصیلات امام یحییٰ بن شرف الدین النووی کی شرح مسلم شریف سے ماخوذ ہیں ۱۲ شرف قادری

کیا جاچکا تھا اور احکام پوری طرح واضح ہو چکے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

میں نے تمہیں چند برتنوں میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا تھا اب جس برتن میں چاہو نبیذ تیار کرو۔ لیکن نشہ آور نہ ہو۔

۲۰ - وفد مُزَینہ

ماہِ رجب ۵ھ میں مُضَر کی شاخ مُزَینہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوا۔ یہ پہلا وفد ہے جو بارگاہِ رسالت میں (مدینہ طیبہ) حاضر ہوا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا :

"تم مہاجر ہو چاہے جہاں بھی رہو، تم اپنے اموال کے پاس لوٹ جاؤ۔" چنانچہ یہ اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔

یہ دس افراد تھے ، ان میں خزاعی ابن عبد نُہم بھی تھے انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ لیکن جب اپنی قوم کے پاس پہنچے تو ان کی توقعات پُوری نہ ہوئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے فرمانے پر حضرت حسّان بن ثابت نے حضرت خزاعی کے بارے میں چند اشعار کہے۔ حضرت خزاعی نے فرمایا :

اے قوم ! حضور کے شاعر نے خاص طور پر تمہیں مخاطب کیا ہے۔ خدا کے لیے میری بات مان جاؤ۔

قوم نے کہا : ہم آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔

چنانچہ یہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ فتح مکہ کے دن حضور نے مُزَینہ کا

جھنڈا حضرت خزاعی کو عطا فرمایا، ان کی تعداد اس دن ایک ہزار تھی۔[1]

طعام میں برکت

امام بیہقی اور امام احمد، حضرت نعمان ابن مقرن سے روایت کرتے ہیں کہ ہم قبیلۂ مزینہ کے چار سو افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ واپسی پر ہم نے زادِ راہ کی درخواست پیش کی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا: انھیں زادِ راہ دو۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑی سی کھجوریں ہیں جو اتنی بڑی جماعت کے لیے کافی نہیں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور انہیں دے دو۔ حضرت عمر انہیں ساتھ لے کر اپنے بالاخانے پر پہنچے تو دیکھا کہ اونٹ کے برابر کھجوروں کا ڈھیر موجود ہے۔ تمام حضرات نے کھجوریں حاصل کیں۔ حضرت نعمان فرماتے ہیں میں سب سے آخر میں تھا، میں نے دیکھا کہ وہ ڈھیر جوں کا توں موجود ہے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔

علامہ محمد ابن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں، اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو معجزے ہیں:

(۱) تھوڑی سی کھجوریں اتنی بڑی جماعت کے لیے کافی ہو گئیں۔

(۲) سب نے ضرورت کے مطابق کھجوریں حاصل کر لیں مگر اس ڈھیر میں سے ایک کھجور کم نہ ہوئی۔[2]

۲۱ - وفد اسد

۹ھ کی ابتدا میں بنو اسد کے دس افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر

---

[1] طبقات ابن سعد، عربی، مطبوعہ بیروت ج ۱ ص ۲ - ۲۹۱

[2] زرقانی علی المواہب اللدنیہ، عربی، ج ۴، ص ۴۲

ہوئے۔ اس جماعت میں یہ حضرات شامل تھے۔

(۱) حضرمی ابن عامر

(۲) ضرار ابن الازور

(۳) وابصہ ابن معبد

(۴) قتادہ ابن القائف

(۵) سلمہ ابن حُبَیش

(۶) طلحہ ابن خویلد

(۷) نقادہ ابن عبداللہ ابن خلف

حضرمی ابن عامر نے عرض کیا:

أَتَيْنَاكَ نَتَدَرَّعُ اللَّيْلَ الْبَهِيمَ فِيْ سَنَةٍ شَهْبَاءَ وَلَمْ تَبْعَثْ إِلَيْنَا بَعْثًا۔

ہم خشک سالی کے عالم میں، انتہائی تاریک رات کو طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں جب کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی جماعت نہیں بھیجی۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰىكُمْ لِلْإِيْمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(پ ۲۶، سورہ ق، رکوع ۱۴)[1]

اے حبیب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے، تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

(ترجمہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ)

---

[1] طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۹۲

ابنِ سعد نے وفد کے دس شرکاء میں سے سات کے نام بیان کیے ہیں۔

علامہ محمد ابن عبدالباقی زرقانی نے ساتواں نام ابو مکعت عرفطہ ابن نضلہ اسدی ذکر کیا ہے اور طلحہ ابن خویلد کی بجائے طُلَیحہ ابن خُویلد ذکر کیا ہے، نیز بیان کیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور نبوت کا دعوٰے کر بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد ابن ولید کو حکم دیا کہ پہلے قبیلۂ مضر کی جانب رُخ کریں اور مرتدین سے نمٹتے ہوئے یمامہ کی طرف بڑھیں (جہاں مسیلمہ کذاب اپنی بھاری جمعیت کے ساتھ موجود تھا) حضرت خالد ابنِ ولید نے طُلَیحہ کو شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گئے، پھر دل وجان سے اسلام لے آئے۔ اسلام لانے کے بعد ان پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا۔ یہ حج کا احرام باندھے ہُوئے تھے۔ حضرت عمر نے انہیں دیکھا تو فرمایا: تم دو بہترین مَردوں کو شہید کر چکے ہو اس لیے میں تم سے محبت نہیں رکھتا یعنی حضرت عکاشہ ابن محصن اور ثابت ابن اقرم، یہ دونوں حضرت خالد ابن ولید کے جاسوس تھے جنہیں طُلَیحہ نے قتل کر دیا تھا۔ طلیحہ نے کہا: یہ دو حضرات وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت عطا فرمائی اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

طلیحہ ابن خویلد، مسلمانوں کے ہمراہ قادسیہ اور نہاوند کی جنگ میں شریک ہُوئے اور فتوحات میں قابلِ قدر حصّہ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ نہاوند میں ۲۱ھ میں شہید ہوئے۔[1]

---

[1] زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۶۲ - ۶۳

۲۲- وفدِ عَبس

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بنو عَبس کے نو افراد حاضر ہوئے۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) میسرہ ابن مسروق

(۲) حارث ابن ربیع ان ہی کو کامل کہا جاتا ہے۔

(۳) قنان ابن دارم

(۴) بشر ابن حارث ابن عبادہ

(۵) ہدم ابن مسعدہ

(۶) سباع ابن زید

(۷) ابو الحصن ابن لقمان

(۸) عبد اللہ ابن مالک

(۹) فروہ ابن الحصین

یہ حضرات مشرف با سلام ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا: ایک اور شخص تلاش کرو جس کے ساتھ مل کر تم دس ہو جاؤ اور میں تمھیں ایک جھنڈا دے دوں۔

اتنے میں حضرت طلحہ ابن عبید اللہ تشریف لائے تو آپ نے انھیں جھنڈا عنایت فرمایا اور ان کا نشان "یا عَشَرَۃُ" (اے دس کے گروہ) مقرر فرمایا۔

ابنِ سعد، حضرت ابو ہریرہؓ سے راوی ہیں کہ بنو عَبس کے تین افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے اہلِ علم ہمارے پاس تشریف

لائے اور ہمیں بتایا کہ جو ہجرت نہیں کرتا اس کا اسلام نہیں ہے۔ ہمارے پاس اموال اور مویشی ہیں جو ہمارا ذریعۂ معاش ہیں اگر ہجرت کے بغیر اسلام مقبول نہیں تو ہم اپنے اموال اور مویشی فروخت کر کے ہجرت کر آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتُمْ، فَلَنْ يَلِتَكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كُنْتُمْ بِصَمَدٍ وَجَازَانَ۔

تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز کم نہیں فرمائے گا اگرچہ تم صمد اور جازان (دو مقام) میں ہو۔

پھر آپ نے حضرت خالد ابن سنان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ فرمایا: وہ نبی تھے جنہیں ان کی قوم نے ضائع کر دیا۔ پھر حضرت خالد ابن سنان علیہ السلام کے کچھ واقعات صحابۂ کرام کو بیان فرمائے۔[1]

۲۳۔ وفد فزارہ

۹ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمتِ اقدس میں بنو فزارہ کا دس سے زیادہ افراد کا وفد حاضر ہوا جس میں یہ حضرات تھے:

(۱) خارجہ ابن حصن

(۲) حُر ابن قیس ابن حصن

یہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، یہ حضرات کمزور سواریوں پر سوار تھے اور مسلمان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کے شہروں کے بارے

[1] طبقات ابن سعد، عربی، ج ۱ ص ۲۹۶

میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا، ہمارے شہر خشک سالی کی زد میں ہیں ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے، ہمارا علاقہ قحط کا شکار ہے اور کھیتیاں خشک ہو گئی ہیں آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کریں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اَسْقِ بِلَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا مُطْبِقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا سُقْيَا رَحْمَةٍ لَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا هَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ وَلَا مَحْقٍ اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا الْغَيْثَ وَانْصُرْنَا عَلَى الْاَعْدَاءِ۔

اے اللہ! اپنے شہروں اور چوپایوں کو سیراب فرما اپنی رحمت عام فرما اور اپنے مردہ شہر کو زندگی عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کرنے والی، خوشگوار تازگی بخش، وسیع اور ہمہ گیر بارش جلدی عطا فرما دیر سے نہیں، مفید ہو نقصان دہ نہ ہو۔ اے اللہ! ہمیں رحمت کی بارش عطا فرما جو باعث عذاب، مکانات کو گرانے والی، افراد کو غرق اور فنا کرنے والی نہ ہو۔ اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما اور دشمنوں کے خلاف ہماری امداد فرما۔

بارش اس کثرت سے ہوئی کہ اگلے چھ دن آسمان دکھائی نہیں دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر منبر پر تشریف فرما ہوتے اور دعا کی:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں کے پیٹ جنگلوں میں بارش ہو۔

مدینہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا جیسے کپڑا ایک طرف

کر دیا جائے۔[1]

دُعا کی قبولیت علامہ زرقانی کی بیان کردہ روایت میں ہے، خدا کی قسم! آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مسجد نبوی اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی عمارت اور گھر نہ تھا (حتیٰ کہ بادل کے دیکھنے سے کوئی عمارت مانع ہوتی)، سلع کے پیچھے سے ڈھال ایسا بادل نمودار ہُوا اور آسمان کے درمیان پہنچ کر دیکھتے ہی دیکھتے پھیل گیا۔ پھر اتنی بارش ہوئی کہ ہفتہ بھر سورج دکھائی نہ دیا۔[2]

۲۴ - وفدِ مُرّہ

۹ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو تیرہ افراد پر مشتمل بنو مُرّہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کے قائد حضرت حارث ابن عوف تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم لوئی ابن غالب کی اولاد ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: تم نے اپنے اہل و عیال کو کہاں چھوڑا ہے؟ عرض کیا: سلاح اور اس کے قرب و جوار میں۔ پھر آپ نے پوچھا: تمہارے شہروں کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: خشک سالی کے شکار ہیں، آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے۔ آپ نے دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اَسْقِھِمُ الْغَیْثَ۔

یا اللہ! انہیں بارش عطا فرما!

پھر حضرت بلال کو حکم دیا انھیں عطیات دو۔ انہوں نے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی (چار سو درہم کی مقدار) عنایت کی اور حضرت حارث ابن عوف کو

[1] طبقات ابن سعد، عربی، ج ۱ ص ۲۹۷ [2] زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۶۲

بارہ اوقیہ چاندی (چار سو اسی درہم کی مقدار) دی یہ حضرات اپنے علاقہ میں واپس گئے تو معلوم ہوا کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی اسی روز بارش ہوگئی تھی[1]

۲۵ - وفد ثعلبہ

۸ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو قبیلۂ ثعلبہ کے چار افراد بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم اپنی قوم کے نمائندے ہیں، ہم اور ہمارے ہم قوم اسلام لا چکے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی مہمانی کی جائے چند روز قیام کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے حضرت بلال کو فرمایا: ان کو عطیہ دیا جائے جس طرح دوسرے وفود کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہر ایک کو پانچ اوقیہ چاندی (دو سو درہم کی مقدار) عنایت کی اور یہ حضرات واپس چلے گئے۔ اس وقت ان کی جیب میں نقدی بالکل نہیں تھی۔

۲۶ - وفدِ محارب

۱۰ھ میں دس افراد پر مشتمل قبیلۂ محارب کا ایک وفد حجۃ الوداع کے موقع پر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں سواء ابن حارث اور ان کے بیٹے خزیمہ ابن سواء تھے۔ انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت بلال صبح اور شام کا کھانا ان کے پاس لاتے تھے۔ یہ حضرات اسلام لے آئے اور کہا کہ ہم اپنے پچھلوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ اس موقع پر اس قوم سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی دشمن نہ تھا۔ ان میں سے ایک

[1] طبقات ابن سعد، عربی ج ۱، ص ۲۹۷

شخص کو آپ نے پہچان لیا تو اس نے عرض کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْقَانِیْ حَتّٰی صَدَّقْتُ بِکَ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں آپ پر ایمان لے آیا۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ بِیَدِ اللّٰہِ۔

یہ دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

آپ نے حضرت خزیمہ ابن سواء کے چہرے پر دستِ شفقت پھیرا تو وہ گورا اور روشن ہوگیا۔ آپ نے انہیں عطیات سے نوازا جس طرح دیگر وفود کو نوازتے تھے۔ پھر یہ حضرات واپس چلے گئے۔[1]

مواہب لدنیہ میں امام بیہقی کے حوالے سے حضرت طارق ابن عبداللہ محاربی کی روایت میں ہے کہ سوق ذوالمجاز[2] میں کھڑا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے وہ کہہ رہے تھے:

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔

اے لوگو! کلمۂ طیبہ پڑھ لو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک شخص ان کے پیچھے پیچھے پتھر مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یہ جھوٹے ہیں ان کی تصدیق نہ کرو۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ بنو ہاشم کے ایک شخص ہیں ان کا کہنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ پتھر مارنے والا کون ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ عبدالعزّیٰ ابولہب ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد، عربی، ج ۱، ص ۲۹۹

[2] عرفات سے تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ جہاں عربوں کا میلہ لگتا تھا۔

جب لوگ ایمان لے آئے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے تو ہم ربذہ[1] سے کھجوریں خریدنے کے ارادے سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے باغات اور نخلستان کے قریب پہنچے تو ہم نے مناسب سمجھا کہ اتر کر لباس تبدیل کریں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے دو چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سلام کہا اور پوچھا: تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے بتایا: ربذہ سے۔ پھر پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے بتایا: مدینہ طیبہ کا۔ انہوں نے پوچھا: مقصد کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم کھجوریں خریدنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک خاتون بھی تھیں اور ایک سُرخ اونٹ جس کو نکیل ڈالی گئی تھی۔ فرمایا: کیا تم یہ اونٹ میرے پاس فروخت کرنا پسند کرتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں، اتنے صاع کھجوریں لیں گے۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور لے کر چلے گئے۔

چودھویں کے چاند ایسا چہرہ

جب وہ مدینہ کے باغات اور نخلستان کی اوٹ میں چلے گئے تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا؟ ہم نے شناسائی کے بغیر اونٹ بیچ دیا اور اس کی قیمت بھی نہیں لی۔ ہماری ساتھی خاتون نے کہا: خدا کی قسم! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے جس کا رُخِ تاباں چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے، میں تمہارے اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے اس خاتون نے

---

[1] مدینہ طیبہ سے مشرق کی طرف تین دن کے فاصلے پر، عراق سے حج کے لیے آنے والوں کے راستے میں ایک جگہ جہاں حضرت ابوذر غفاری اور دیگر صحابۂ کرام کے مزارات ہیں۔ یہ گاؤں ابتداءِ اسلام میں آباد تھا اب اس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے ۱۲ زرقانی

کہا: تم ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو اُن کا نورانی چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ دھوکا نہیں دیں گے، میں نے آج تک اُن کے چہرے سے زیادہ بدرِ تمام کے مشابہ کوئی چیز نہیں دیکھی۔

ہم یہی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک صاحب تشریف لائے اور بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے یہ رہیں تمہاری کھجوریں، تم خوب جی بھر کر کھاؤ اور اس کے بعد ناپ کر اپنا حق وصول کر لو۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں پھر مقررہ مقدار وصول کر لی۔ بعد ازاں ہم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے اور جب مسجد میں داخل ہوئے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز صحابۂ کرام کو خطاب فرما رہے تھے۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ فرما رہے تھے:

تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمْ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

صدقہ دو کیونکہ صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔[1]

۲۷۔ وفدِ کلاب

۹ھ میں تیرہ افراد پر مشتمل بنو کلب کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا ان میں لبید ابن ربیعہ اور جبار ابن سلمیٰ تھے آپ نے انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا۔ حضرت جابر اور حضرت کعب ابن مالک آپس میں دوست تھے جب حضرت کعب کو اُن کی آمد کا پتا چلا تو انہوں نے اِنہیں خوش آمدید کہی اور

[1] زرقانی علی المواہب ج ۴، ص ۵۵-۵۶

حضرت جبار کو تحفہ پیش کیا اور ان کے شایانِ شان تعظیم و تکریم کی۔

یہ حضرات، حضرت کعب کے ساتھ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلامی طریقے کے مطابق سلام عرض کر کے کہنے لگے کہ حضرت ضحاک ابن سفیان ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور آپ کی سنت لے کر پہنچے جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلایا، چنانچہ ہم نے خدا و رسول کے حکم کی تعمیل کی۔ انہوں نے ہمارے مالداروں سے صدقہ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کر دیا[1]

۲۸۔ وفد عقیل ابن کعب

بنو عقیل کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس میں یہ حضرات تھے:

۱۔ ربیع ابن معاویہ

۲۔ مطرف ابن عبد اللہ

۳۔ انس ابن قیس

انہوں نے بیعت کی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقیق بنو عقیل عطا فرمایا یہ ایک مقام تھا جس میں چشمے اور کھجوریں تھیں۔ یہ مکتوب سرخ چمڑے میں لکھ کر عنایت فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا مَا اَعْطٰی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ	یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ نے
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَبِیْعًا وَّ	عطا کیا ہے ربیع، مطرف اور انس
مُطَرِّفًا وَّ اَنَسًا اَعْطَاهُمُ الْعَقِیْقَ	کو مقام عقیق عطا کیا ہے جب تک

[1] طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۳۰۰

مَا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَسَمِعُوْا وَاَطَاعُوْا وَلَمْ یُعْطِهِمْ حَقًّا لِمُسْلِمٍ۔

وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، احکام سُنیں اور اطاعت کریں اور انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا۔

یہ مکتوب حضرت مطرف کے پاس تھا۔[1]

۲۹ - وفد جعدہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رقّاد ابن عمر ابن ربیعہ ابن جعدہ حاضر ہوئے آپ نے انہیں مقام فلج میں زمین عطا فرمائی اور انہیں تحریر لکھ دی۔[2]

۳۰ - وفد قشیر ابن کعب

حجۃ الوداع سے پہلے اور حنین کے بعد بارگاہِ رسالت میں بنو قشیر کے چند افراد کا ایک وفد حاضر ہوا جس میں یہ حضرات تھے:

(۱) ثور ابن عروہ

(۲) حیدہ ابن معاویہ

(۳) قرہ ابن ہبیرہ

یہ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے اول الذکر کو ایک خطۂ زمین عنایت فرمایا اور تحریر لکھ دی اور آخر الذکر کو ان کی قوم پر صدقات کے وصول کرنے پر مقرر فرمایا اور انہیں ایک چادر عنایت فرمائی۔[3]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۱-۲ [2،3] ایضاً ج ۱ ص ۳۰۲

۳۱۔ وفد بنو البکّار

۹ھ میں بنو البکار کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے چند شرکاء کے اسماء یہ ہیں:

(۱) معاویہ ابن ثور ابن عُبادہ ابن البکّار، ان کی عمر اُس وقت سو سال تھی۔

(۲) بشر ابن معاویہ

(۳) فجیع ابن عبد اللہ

(۴) عبد عمر البکائی، یہ اَصَمّ (بہرے) کہلاتے تھے۔

آپ نے ان کے قیام اور رہنمائی کا حکم دیا اور عطیات سے نوازا۔ حضرت معاویہ ابن ثور نے عرض کیا:

"میں بوڑھا ہو چکا ہوں میرے اس بیٹے نے میری بہت خدمت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے چہرے پر دستِ اقدس پھیر کر اسے برکت عطا فرمائیں"۔ آپ نے حضرت بشر کے چہرے پر دستِ شفقت پھیرا اور انھیں چند بکریاں عنایت فرمائیں ان پر بھی دستِ اقدس پھیر کر انہیں برکت عطا فرمائی۔

حضرت جعد ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات بنو البکار خشک سالی کا شکار ہو جاتے تھے لیکن ان حضرات پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے عبد عمر کا نام عبد الرحمان رکھ دیا۔[1]

۳۲۔ وفد کنانہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف روانگی کی تیاری فرما رہے تھے کہ حضرت واثلہ ابن اسقع مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آپ کے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۵-۳۰۲

ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ کیسے آنا ہوا؟ اور مقصد کیا ہے؟ انہوں نے اپنا نام ونسب بیان کیا اور عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم یہ بیعت کرو کہ تم احکام کی تعمیل کرو گے خواہ ذاتی طور پر تمہیں پسند ہوں یا ناپسند، چنانچہ انہوں نے بیعت کی اور اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔

جب انہوں نے اپنی قوم کو ایمان لانے کی اطلاع دی تو ان کے والد نے کہا: بخدا! میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں کروں گا البتہ ان کی بہن نے ان کی گفتگو سنی تو اسلام لے آئی اور آپ کو سفر خرچ دیا۔ حضرت واثلہ مدینہ طیبہ آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت واثلہ نے فرمایا: جو مجھے اپنی سواری پر سوار کرے گا، مالِ غنیمت میں سے میرا حصہ اس کے لیے ہوگا۔ حضرت کعب ابن عجرہ نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے اور غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ آپ نے حضرت واثلہ کو حضرت خالد ابن ولید کے ساتھ اُکیدر کی طرف بھیجا وہاں سے ملنے والے مالِ غنیمت کا حصہ لے کر حضرت کعب ابن عجرہ کے پاس آئے اور انہیں پیش کیا، لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: اپنے پاس رکھو، میں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپ کو اپنی سواری پر سوار کیا تھا۔[1]

۴۳ - وفد بنو عبد ابن عدی

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بنو عبد ابن عدی کا ایک وفد حاضر ہوا جس میں حارث ابن اُہبان، عویمر ابن اخرم، حبیب ابن مُلّہ،

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶-۳۰۵

ربیعۃ ابن ملّہ اور اُن کی قوم کے چند افراد تھے، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ!
ہم حرم کے باشندے اور حرم کے معزز ترین افراد ہیں، ہم آپ سے جنگ نہیں کرنا
چاہتے، اگر آپ قریش کے علاوہ کسی قوم کے ساتھ جہاد کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ
دیں گے، ہم قریش سے جنگ نہیں کریں گے، ہم آپ سے اور آپ کے خاندان سے
محبّت رکھتے ہیں اگر آپ کی طرف سے ہمارا کوئی ساتھی خطاً قتل ہو گیا تو آپ دیت
دیں گے اور اگر ہم نے غلطی سے آپ کے کسی ساتھی کو شہید کر دیا تو ہم اس کی
دیت دیں گے۔ آپ نے یہ شرطیں منظور فرمالیں تو یہ حضرات اسلام لے آئے۔[۱]

۳۴ - وفد اشجع

جنگ خندق[۲] کے سال قبیلۂ اشجع کے ایک سو افراد بارگاہِ رسالت میں
حاضر ہوئے ان کے سردار مسعود ابن رخیلہ تھے۔ یہ حضرات سلع (پہاڑ) کی گھاٹیوں
میں فروکش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے
اور حکم دیا کہ انہیں کھجوروں کی بوریاں عطا کی جائیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ!
کوئی قوم ہماری قوم سے تعداد میں کم اور رہائش میں آپ کے زیادہ قریب نہیں ہے،
ہم آپ سے اور آپ کی قوم سے جنگ کے متحمل نہیں ہیں ہم آپ سے مصالحت
کے لیے حاضر ہوئے ہیں آپ نے ان سے مصالحت فرمائی۔

بعض نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ سے فارغ
ہو گئے تو قبیلۂ اشجع کے سات سو افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے آپ نے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۶

۲۔ جنگ خندق قول صحیح کے مطابق ۵ھ میں ہوئی ۱۲ شرح مسلم امام نووی ج ۱ ص ۱۳۱

ان سے مصالحت فرمائی، پھر وہ حضرات اسلام لے آئے۔[1]

۳۵- وفد باہلہ

مُطَرِّف ابن کاہن باہلی اپنی قوم کے نمایندے کی حیثیت سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اپنی قوم کیلئے امان حاصل کی۔ آپ نے انہیں ایک تحریر دی جس میں صدقات کی تفصیلات تھیں۔ پھر نہشل ابن مالک وائلی باہلی قوم کے نمایندے بن کر حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی قوم کے مسلمانوں کو ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں اسلامی احکام لکھے ہوئے تھے۔ یہ مکتوب حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ نے لکھا تھا۔[2]

۳۶- وفد سُلیم

بنو سُلیم کے ایک فرد، قیس ابن نُسیبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے آپ کا کلام سُنا اور چند اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لے آئے۔ جب اپنی قوم بنو سُلیم کے پاس پہنچے تو انہیں کہا: میں نے اہل روم اور فارس کی گفتگو، عرب کے اشعار، کاہنوں کی کہانت اور حمیر کا کلام سُنا۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ان سب سے مختلف ہے۔ میری بات مانو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا حصّہ حاصل کرو، فتح مکّہ کے سال بنو سُلیم کے

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۶ [2] ایضاً ص ۳۰۷

نوسو بعض نے کہا ایک ہزار افراد مقام قُدَید میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ان میں عباس ابن مرداس، انس بن عیاض اور راشد ابن عبد ربّہ تھے یہ حضرات اسلام لائے اور عرض کیا: ہمیں لشکر کے مقدمہ میں جگہ دی جائے۔ ہمیں سُرخ جھنڈا عطا کیا جائے اور ہماری علامت "مُقَدَّم" مقرر کی جائے۔ آپ نے یہ سب باتیں قبول فرمائیں اور یہ حضرات فتح مکّہ، طائف اور حُنین میں آپ کے ساتھ رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت راشد ابن رَبّہ کو مقام رہاط عطا فرمایا جس میں "عین الرسول" نامی ایک چشمہ تھا۔ حضرت راشد، بنو سلیم کے بُت کے خادم ہوا کرتے تھے ایک دن انہوں نے دیکھا کہ دو لومڑیاں اُس بُت پر پیشاب کر رہی ہیں تو کہنے لگے:

أَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانِ بِرَأْسِهٖ
لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

کیا دو لومڑیاں رب کے سر پر پیشاب کر رہی ہیں، جس پر لومڑیاں پیشاب کریں وہ بہت ہی ذلیل ہے۔

پھر انہوں نے بُت کو پاش پاش کر دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، آپ نے فرمایا:

تمہارا نام کیا ہے؟

عرض کیا: غاوی ابن عبد العزّٰی۔

آپ نے فرمایا: تم راشد ابن عبد ربّہٖ ہو۔

چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور فتح مکّہ کے موقع پر بارگاہِ اقدس میں حاضر رہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب کے دیہات میں سے

بہترین خیبر ہے اور بنو سُلیم میں سے بہترین راشد ہیں۔ آپ نے انہیں ان کی قوم پر عامل مقرر فرما دیا[1]

۳۷۔ وفد ہلال ابن عامر

بنو ہلال کے چند افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئے ان میں سے ایک کا نام عبد عوف ابن احرم تھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام پُوچھا، انہوں نے اپنا نام عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

تمہارا نام عبداللہ ہے (عبد عوف نہیں)۔

وہ اسلام لے آئے۔ اس جماعت میں قبیصہ ابن مخارق بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے اپنی قوم کی طرف سے اپنے ذمّہ قرض لے رکھا ہے اس میں میری امداد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے جب صدقات آئیں گے تو تمہارا قرض ادا کر دیا جائے گا۔

زیاد ابن عبداللہ ہلالی بھی حاضر ہُوئے۔ جب وُہ مدینہ طیبہ میں داخل ہُوئے تو اُمّ المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ مبارکہ میں حاضر ہُوئے۔ حضرت میمونہ ان کی خالہ تھیں ان کی والدہ کا نام غُرّہ بنت حارث تھا وہ اس وقت جوان تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہیں حضرت میمونہ کے پاس دیکھا اور اظہارِ ناراضگی کے طور پر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت میمونہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے۔ آپ اندر تشریف لے آئے اور زیاد کو ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لے آئے اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر زیاد کو قریب بلایا، ان کے لیے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸ - ۳۰۷

دعا کی اور دستِ مبارک اُن کے سر پر رکھا اور پھیرتے ہوئے ان کی ناک تک لے آئے۔ بنو ہلال کہا کرتے تھے کہ ہم (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ کرم کی بدولت) زیاد کے چہرے میں ہمیشہ برکت دیکھتے ہیں[1]

۳۸ - وفد ثقیف

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو عروہ ابنِ مسعود اور غیلان ابنِ سلمہ حاضر نہ تھے یہ جُرَش (مقام) میں پتھر پھینکنے کے آلات (منجنیق) اور ٹینک قسم کے آلات بنانے کا طریقہ سیکھ رہے تھے۔ جب آپ واپس تشریف لے آئے تو یہ دونوں طائف پہنچے۔ انہوں نے منجنیق اور ٹینک نما آلات نصب کئے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عروہ کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ چنانچہ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔

پھر انہوں نے اجازت طلب کی کہ میں اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دُوں گا۔ آپ نے فرمایا: تب تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کیا وہ مجھے اپنی کم سِن اولاد سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ دوبارہ، سہ بارہ اجازت طلب کی تو فرمایا:

"اگر تم چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

حضرت عروہ اپنی قوم کے پاس طائف پہنچے، ان کے رشتہ دار ملنے آئے تو انہوں نے مشرکانہ رسم کے مطابق سلام کہا۔ حضرت عروہ نے فرمایا: تم جنتیوں کے طریقے کے مطابق سلام کہو اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ لوگ مشورہ

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰-۳۰۹

کرنے کے لیے چلے گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت عروہ نے بالاخانے پر چڑھ کر اذان کہی، پھر کیا تھا ہر طرف سے قبیلہ ثقیف کے افراد دوڑ پڑے۔ اوس ابن عوف نے تیر مارا جو ان کی کنپٹی پر لگا۔ خون تھا کہ بند ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ ان کے ہم نواؤں نے دیکھا تو وہ بھی مسلح ہو کر لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت عروہ نے فرمایا:

تمہارے درمیان مصالحت کے لیے میں نے اپنا خون معاف کر دیا۔

اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت اور عزت عطا فرمائی ہے، مجھے ان شہداء کے پہلو میں دفن کر دینا جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

چنانچہ ان کے وصال کے بعد انہیں شہداء کے پاس سپردِ خاک کر دیا گیا۔

ابو الملیح ابن عروہ اور قارب ابن اسود ابن مسعود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ آپ نے ان سے مالک ابن عوف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم انہیں طائف میں چھوڑ آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں اطلاع دے دو کہ اگر اسلام لے آئیں تو ان کے اہل وعیال اور اموال واپس کر دئے جائیں گے اور ایک سو اونٹ بطور عطیہ دئے جائیں گے۔ چنانچہ مالک ابن عوف اسلام لے آئے اور آپ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور انہیں ثقیف کی سرکوبی پر مقرر فرما دیا۔ انہوں نے ثقیف کے ساتھ معرکہ آرائی شروع کر دی۔

ان حالات کے پیشِ نظر ثقیف نے بارگاہِ رسالت میں وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا، دس سے زیادہ افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس میں عبدیالیل ان کے دو بیٹے کنانہ و ربیعہ، شرجبیل ابن غیلان، حکم ابنِ عمرو، عثمان

ابن ابی العاص، اوس بن عوف اور نمیر ابن خرشہ شامل تھے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی مسرور ہوئے۔ یہ حضرات مشرف با سلام ہوئے۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہمیں لات اور عزیٰ بتوں کے توڑنے کا پابند نہ کیا جائے۔ یہ درخواست قبول کی گئی اور حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے ان بتوں کو توڑنے کا فریضہ انجام دیا[1]

۳۹ ۔ وفد بکر ابن وائل

قبیلۂ بکر ابن وائل کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس میں بشیر ابن الخصاصیہ، عبداللہ ابن مرثد، حسان ابن حوط اور عبداللہ ابن اسود تھے۔ حضرت عبداللہ ابن اسود، یمامہ میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے اپنا مال فروخت کیا اور ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اس وقت ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی تھی آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

اس وفد میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ قُس ابنِ ساعدہ کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ تم میں سے نہیں تھا وہ ایاد سے تعلق رکھتا تھا اور دورِ جاہلیت میں مشرکانہ طور طریق سے برگشتہ تھا۔ عکاظ میں لوگوں کے اجتماع کو اپنی گفتگو سنایا کرتا تھا[2]۔

۴۰ ۔ وفد تغلب

بنو تغلب کے سولہ افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۲-۳ [2] ایضاً ص ۳۱۵

جس میں مسلمان بھی تھے اور عیسائی بھی۔ عیسائیوں نے سونے کی صلیبیں سجا رکھی تھیں۔ انہوں نے حضرت رملہ بنت حارث کے گھر میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائیت کے رنگ میں نہیں رکھیں گے اور مسلمانوں کو عطیات سے نوازا۔[1]

۴۱۔ وفد شیبان

حضرت قیلہ بنت مخرمہ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے تنِ تنہا چل دیتی ہیں۔ راستے میں انہیں ایک ساتھی مل جاتا ہے جس کے ہمراہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتی ہیں آپ عاجزی اور انکساری کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت قیلہ نے آپ کی زیارت کی تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مسکین عورت (جلالِ نبوت سے) کانپ رہی ہے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھے بغیر فرمایا:

یَا مِسْكِينَةُ عَلَيْكِ السَّكِينَةَ۔

اے مسکین عورت! خوف زدہ نہ ہو اور پرسکون رہ۔

وہ اسلام لائیں تو آپ نے انہیں اور ان کی بیٹیوں کے لیے سُرخ چمڑے پر ایک تحریر لکھوا کر عنایت فرمائی:

لَا يُظْلَمْنَ حَقًّا وَلَا يُكْرَهْنَ عَلَىٰ مَنْكَحٍ وَكُلُّ مُؤْمِنٍ مُسْلِمٍ لَهُنَّ نَصِيرٌ أَحْسِنَّ وَلَا تُسِئْنَ۔

ان کی حق تلفی نہ کی جائے، ان سے بزور نکاح نہ کیا جائے اور ہر مومن مسلمان ان کا مددگار رہے تم نیک کام کرو بُرے کام نہ کرو۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۶

ان کے علاوہ حضرت حرملہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اسلامی احکام سے روشناس کرایا۔ پھر وہ رخصت ہوئے تو سوچا کہ ابھی نہیں جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مزید علم حاصل کروں گا واپس آکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے کس عمل کا حکم دیتے ہیں؟

فرمایا: حرملہ! نیک کام کر اور بُرے کام سے اجتناب کر۔

حضرت حرملہ لوٹ کر اپنی سواری کے پاس آئے لیکن پھر واپس آکر پہلے سے بھی زیادہ قریب کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے کون سے عمل کا حکم دیتے ہیں؟

فرمایا: حرملہ! نیک کام کر اور بُرے کام سے گریز کر۔ جب تم کسی جماعت کے پاس سے اُٹھ کر جاؤ تو جس کام کے بارے میں تم پسند کرتے ہو کہ وہ تمہاری طرف منسوب کر کے بیان کریں وہ کام کرو اور جس کام کی نسبت تم اپنی طرف پسند نہیں کرتے اسے چھوڑ دو۔[1]

۴۲۔ وفد تجیب

سنہ ۹ھ میں تیرہ افراد پر مشتمل تجیب کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، یہ لوگ اموال میں اللہ تعالیٰ کے فرض کئے ہوئے صدقات بھی ساتھ لیتے آئے تھے، ان کی آمد سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے، انہیں خوش آمدید کہی، انہیں عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ ان کی خوب اچھی طرح ضیافت کریں اور انھیں دیگر وفود کی نسبت زیادہ عطیات سے نوازا۔ ان سے پوچھا تم میں سے کوئی اور باقی ہے؟

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۷ - ۳۲۱

انہوں نے عرض کیا: ایک نوعمر لڑکا ہے جسے ہم سازوسامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ فرمایا: اسے میرے پاس بھیج دو۔ وُہ نوجوان حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: میں اس قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں جو ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ نے ان کی حاجتیں پُوری کر دی ہیں میری حاجت بھی پُوری فرما دیجئے۔

فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟

عرض کیا: میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ میری مغفرت فرمائے، مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل کو غنا (بے نیازی) سے مالا مال فرما دے۔

آپ نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاجْعَلْ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ۔

اے اللہ! اسے بخش دے، اس پر رحم فرما اور اس کا دل غنا سے معمور فرما۔

پھر اس نوجوان کو بھی اتنا ہی عطیہ دیا جتنا دوسروں کو دیا تھا۔ یہ حضرات واپس اپنے اہل و عیال میں چلے گئے سنہ۱۰ھ میں حج کے موقع پر منیٰ میں پھر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نوجوان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اس سے زیادہ قناعت کرنے والا ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ حضور نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ہم دونوں اکٹھے رخصت ہوں گے۔[1]

۴۳۔ وفد خولان

سنہ۱۰ھ ماہِ شعبان میں خولان کا دس افراد پر مشتمل وفد بارگاہِ رسالت

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۳

میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کیا،

یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم اپنی باقی ماندہ قوم کے نمائندے ہیں۔

آپ نے ان کے بُت کے متعلق پوچھا کہ عم انس کا کیا حال ہے؟

عرض کیا: اس کا حال بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے آپ کا لایا ہُوا دین عطا فرما دیا ہے، ہم لوٹ کر جائیں گے تو اسے مسمار کر دیں گے۔

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دین کے کچھ مسائل پُوچھے، آپ نے بیان کیے اور ایک صحابی کو حکم دیا کہ انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیں۔ انہیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا گیا آپ نے ان کی مہمانی کا حکم دیا جو انہیں پیش کی گئی۔ چند روز کے بعد رخصت ہونے کے لیے آئے تو آپ نے بارہ اوقیہ سے کچھ زیادہ چاندی (تقریباً پانچ سو درہم) عطا فرمائی۔

جب یہ حضرات لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گئے تو سب سے پہلے یہ کام کیا کہ عم انس (بت) کو گرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے جو کچھ حرام اور حلال قرار دیا تھا اس پر کاربند رہے[1]

۴۴۔ وفد جُعفی

ابو سبرہ یزید ابن مالک جُعفی اپنے دو بیٹوں سبرہ اور عزیز کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہُوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزیز سے پُوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۲

انہوں نے کہا: عزیز!

فرمایا: عزیز صرف اللہ تعالیٰ ہے تمہارا نام عبد الرحمن ہے۔

یہ حضرات مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت ابو سبرہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ہاتھ کی پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کے سبب میں اونٹنی کی نکیل نہیں پکڑ سکتا آپ نے ایک پیالہ منگوا کر ان کے پھوڑے پر پھیرا یہاں تک کہ وہ جاتا رہا آپ نے ان کے لیے اور ان کے بیٹوں کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یمن میں میری قوم کی وادی عنایت فرمائیں جسے حُردان کہا جاتا تھا، آپ نے انہیں عنایت فرما دی[1]

۴۵۔ وفد صُداء

۸ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حضرت قیس ابن عبادہ کو یمن کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ قبیلۂ صُداء کو تہس نہس کر دیں۔ انہوں نے قناۃ کے کنارے چار سو مجاہدین کا لشکر آراستہ کیا، اتنے میں قبیلۂ صُداء کا ایک شخص (حضرت زیاد ابن حارث) اُدھر آنکلا۔ اس نے لشکر کے متعلق پوچھا، اسے بتایا گیا تو وہ تیز رفتاری سے چلتا ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا اور درخواست پیش کی کہ میں اپنی قوم کا نمایندہ ہوں آپ لشکر کو واپس بلالیں میں اپنی قوم کی ضمانت دیتا ہوں۔ آپ نے لشکر کو واپس بلا لیا۔

بعد ازاں اس قبیلے کے پندرہ افراد بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لا کر اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ جب یہ اپنے علاقے میں گئے تو ان کی قوم میں اسلام پھیل گیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے سو آدمی بارگاہِ اقدس

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲-۳۲۵

میں حاضر تھے۔

ایک سفر میں حضرت زیاد ابن حارث صُدائی نے اذان کہی۔ پھر حضرت بلال تکبیر کہنے لگے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبیلہ صُداء کے ایک فرد نے اذان کہی وَمَنْ اَذَّنَ فَھُوَ یُقِیْمُ جو اذان دے وہی تکبیر کہے[1]

۴۶ - وفد صدف

قبیلۂ صدف کے دس سے زیادہ افراد اونٹنیوں پر سوار ہو کر تہبند اور چادریں زیب تن کیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ منبر اور کاشانۂ مبارکہ کے درمیان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملے لیکن سلام عرض کیے بغیر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟

عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟

انہوں نے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ۔

فرمایا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ، بیٹھ جاؤ!

یہ حضرات بیٹھ گئے اور اوقاتِ نماز دریافت کیے جو آپ نے بیان فرمائے۔[2]

۴۷ - وفد خُشَین

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف روانگی کی تیاری

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۷ [2] ایضاً ص ۳۹۹

فرما رہے تھے کہ ابو ثعلبہ خشنی حاضر ہو کر اسلام لائے اور آپ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ پھر قبیلۂ خشین کے سات افراد حاضر ہوئے انھوں نے حضرت ابو ثعلبہ کے پاس قیام کیا اور شرفِ اسلام و بیعت حاصل کر کے اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے۔[۱]

۴۸ - وفد سعد ہذیم

حضرت ابو النعمان اپنے والد سے راوی ہیں کہ میں اپنی قوم کے ایک وفد کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے آیا۔ ہم مدینہ طیبہ کی ایک جانب فروکش ہوئے۔ پھر ہم مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں نمازِ جنازہ[۲] ادا فرما رہے تھے جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: ہم سعد ہذیم سے تعلق رکھتے ہیں ہم اسلام لائے، بیعت کی اور اپنے ٹھکانے پر چلے آئے۔ آپ کے حکم پر ہمیں قیام کے لیے جگہ دی گئی اور ہماری مہمانی کی گئی۔ ہم نے تین دن

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۹

[۲] احناف کے نزدیک کسی عذر کے بغیر مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَہٗ۔

جس نے مسجد میں جنازہ پڑھی اسے کوئی ثواب نہیں ہے۔

(ابو داؤد شریف، عربی، ج ۲، ص ۹۸)

مذکورہ بالا نماز کسی عذر کی بنا پر مسجد میں ادا کی گئی ہو گی ۱۲

شرف قادری

قیام کیا پھر اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے ایک آدمی کو امیر بنا لو۔

آپ کے حکم پر حضرت بلال نے ہمیں چند اوقیہ چاندی عنایت فرمائی اور ہم لوٹ کر اپنی قوم کے پاس چلے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم کو دولتِ اسلام عطا فرما دی۔[1]

۴۹ - وفدِ بلی

حضرت رُوَیفع ابن ثابت بلَوی فرماتے ہیں ماہ ربیع الاول ۹ھ میں میری قوم کا وفد آیا، میں نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا پھر انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ اپنے کاشانۂ مبارکہ میں صبح کے وقت تشریف فرما تھے۔ وفد کے رئیس ابو الضباب آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور گفتگو کے بعد سب لوگ اسلام لے آئے۔ انہوں نے ضیافت کا حکم اور چند دیگر دینی مسائل پوچھے جو آپ نے بیان فرمائے۔ پھر میں ان حضرات کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کھجوروں کی ایک گٹھڑی اٹھا کر لا رہے ہیں۔ فرمایا: ان کھجوروں سے کام چلاؤ۔ میں نے ان حضرات کو یہ کھجوریں اور کچھ دوسری چیزیں پیش کیں۔ انہوں نے تین دن قیام کیا پھر رخصت لینے کے لیے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے انہیں عطیات عطا فرمائے اس کے بعد وہ لوگ اپنے علاقے میں چلے گئے۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۹-۳۳۰ [2] ایضاً ص ۳۳۰

۵۰ - وفد بہراء

قبیلۂ بہراء کے تیرہ افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ اسلام لائے اور چند روز قیام کرکے فرائض کی تعلیم حاصل کی پھر رخصت ہونے لگے تو آپ نے انھیں عطیات سے نوازا۔[1]

۵۱ - وفد عُذرہ

ماہِ صفر ۹ھ میں بارہ افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس میں حمزہ ابن نعمان عُذری، سُلیم ابن مالک، سعد ابن مالک اور مالک ابن ابی رباح شامل تھے، بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو جاہلیت کے طریقے کے مطابق سلام عرض کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا اور فرمایا: معلوم نہیں اسلامی طریقے کے مطابق سلام کہنے سے تمہیں کس چیز نے منع کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: ہم اپنی قوم کی تلاش میں حاضر ہوئے ہیں۔
پھر انہوں نے کچھ دینی مسائل پوچھے جو آپ نے بیان فرمائے۔ یہ حضرات چند دن قیام کے بعد واپس چلے گئے اور آپ نے انھیں عطیات عطا فرمائے اور ان میں سے ایک کو چادر عطا فرمائی۔

زمل ابن عمر عُذری بھی حاضر ہوئے اور بُت سے سُنی ہوئی گفتگو بیان کی آپ نے فرمایا: وہ ایمان دار جن تھا۔

وہ بھی ایمان لے آئے آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور ان کی قوم پر والی مقرر فرمایا۔ بعد ازاں حضرت زمل، حضرت امیر معاویہ کے ساتھ صفین میں شریک ہوئے پھر مرج میں شریک ہوئے اور وہیں میدانِ جنگ میں جان

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۱

دے دی۔[1]

۵۲ - وفد سلامان

ماہِ شوال ۱۰ھ میں سات افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، حضرت حبیب ابن عمر سلامانی فرماتے ہیں جب ہم حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے ہم نے عرض کیا:

السلام علیک یا رسول اللہ۔

فرمایا: وعلیکم، تم لوگ کون ہو؟

عرض کیا: ہم قبیلۂ سلامان سے تعلق رکھتے ہیں اور بیعتِ اسلام کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنے غلام حضرت ثوبان کو ہمارے قیام کے انتظام کا حکم دیا۔ ظہر کے بعد آپ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے ہم نے آگے بڑھ کر نماز، احکامِ اسلام اور دم کرنے کے بارے میں سوالات کیے اور اسلام لائے۔ آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیہ (دو سو درہم) عطا فرمائے اور ہم واپس چلے گئے۔[2]

۵۳ - وفد جُہینہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں عبد العزیٰ ابن بدر اور ان کا چچا زاد بھائی ابو روعہ حاضر ہوئے۔ آپ نے عبد العزیٰ کو فرمایا: تمہارا نام عبد اللہ ہے۔ اور ابو روعہ کو فرمایا:

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲-۳۳۱ [2] ایضاً ص ۲-۳۳۲

تم ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن کو مرعوب کرو گے۔

فرمایا: تم کس قبیلے سے ہو؟

عرض کیا: بنو غیان (گمراہی والے) سے۔

فرمایا: تم بنو رُشدان (ہدایت والے) ہو۔

اُن کی وادی کا نام غوی (گمراہی) تھا آپ نے اُس کا نام رُشد (ہدایت) رکھ دیا۔ اُن کے لیے آپ نے مسجد کا نشان لگایا۔ مدینہ طیبہ میں یہ پہلی مسجد تھی جس کا نشان لگایا گیا تھا۔ فتح مکہ کے دن آپ نے عبداللہ ابن بدر کو جھنڈا عطا فرمایا۔

عمرو ابن مرہ جہنی فرماتے ہیں، ہمارا ایک بُت تھا جس کی ہم بہت تعظیم کرتے تھے اور میں اس کا دربان تھا، جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق سُنا تو اُسے توڑ کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا۔ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دعوتِ اسلام دینے کے لیے ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ چنانچہ ایک شخص کے علاوہ سب ہی اسلام لے آئے۔[1]

۵۴ - وفد کلب

عبد عمرو ابن جبلہ کلبی فرماتے ہیں، میں اور بنو رقاش کا ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش کیا اور فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الصَّادِقُ الزَّکِیُّ	میں نبی اُمّی، سچا اور پاکیزہ ہوں،
وَالْوَیْلُ کُلُّ الْوَیْلِ لِمَنْ کَذَّبَنِیْ	اس شخص کے لیے مکمل ہلاکت ہے جس
وَتَوَلّٰی عَنِّیْ وَقَاتَلَنِیْ وَالْخَیْرُ	نے میری تکذیب کی، مجھ سے روگردانی

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴ - ۳۳۳

كُلَّ الْخَيْرِ لِمَنْ آوَانِيْ وَنَصَرَنِيْ وَآمَنَ بِيْ وَصَدَّقَ قَوْلِيْ وَجَاهَدَ مَعِيْ۔

کی اور مجھ سے جنگ کی اور اس شخص کے لیے مکمل خیر ہے جس نے مجھے پناہ دی، میری امداد کی، مجھ پر ایمان لایا، میرے قول کی تصدیق کی اور میرے ہمراہ جہاد کیا۔

ہم نے کہا، ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کے فرمان کی تصدیق کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ حارثہ ابن قطن کلبی اور حمل ابن سعدانہ کلبی حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔[1]

۵۵ - وفد جرم

حضرت عمرو ابن سلمہ جرمی فرماتے ہیں، ہم ایک ایسے چشمے کے پاس رہتے تھے جو عام گزرگاہ پر واقع تھا۔ ہم آنے جانے والوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ وہ ہمیں بتاتے کہ ایک شخصیت کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی نازل کی ہے، میں اُن سے جو کچھ سُنتا اسے یاد کر لیتا، یہاں تک کہ قرآن پاک کا بہت حصہ یاد کر لیا۔ عرب فتح مکہ کے منتظر تھے۔ جونہی مکہ معظمہ فتح ہوا ہر قوم اسلام لانے لگی۔ میرے والد بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس آئے تو انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں سچے رسول کے پاس سے آیا ہوں۔ پھر آپ کی تعلیمات بیان کیں اور یہ فرمان بیان کیا کہ تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جسے قرآن پاک زیادہ یاد ہو وہ امامت کرائے۔ ہمارے علاقے کے لوگوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن پاک یاد

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۴

نہ تھا انہوں نے مجھے امام بنا دیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی۔ میری چادر چھوٹی تھی جو ستر پوشی کے لیے بمشکل کفایت کرتی۔ میری قوم نے مجھے ایک قمیص لے دی، مجھے کسی چیز کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص کے ملنے پر ہوئی۔

ان کے لیے علاوہ اصقع ابن شریح اور ہوذہ ابن عمر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔[1]

۵۶ - وفد غسّان

رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ میں غسّان کے تین افراد کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا انہوں نے دیکھا کہ عرب کے تمام وفد دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ حضرات بھی اسلام لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسبِ معمول انہیں عطیات سے نوازا۔ جب یہ اپنی قوم کے پاس گئے تو انھوں نے دعوتِ اسلامی کو قبول نہ کیا۔ ان حضرات نے اپنا اسلام لانا مخفی رکھا یہاں تک ان میں سے دو ایمان کے ساتھ وصال فرما گئے۔ تیسرے صحابی جنگِ یرموک کے سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی تو وہ ان کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے۔[2]

۵۷ - وفد سعد العشیرہ

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر عام ہوئی تو بنوانس اللہ ابن سعد العشیرۃ کے ایک شخص ذباب نامی دوڑ کر اپنی قوم کے بُت کے پاس گئے جسے فراض کہا جاتا تھا اسے توڑ پھوڑ دیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۷ - ۳۳۵ [2] ایضاً ص ۹ - ۳۳۸

مشرف باسلام ہوئے، ان کے صاحبزادے عبداللہ ابن ذباب جنگِ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔[1]

۵۸ - وفد عنس

قبیلۂ عنس سے ربیعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے انھیں کھانے کی دعوت دی تو وہ بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد فرمایا:

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے عبد مکرم اور رسول ہیں۔

انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: تم دلچسپی کی بنا پر آئے ہو یا خوف کی بنا پر؟

ربیعہ نے کہا: جہاں تک دلچسپی کا تعلق ہے تو خدا کی قسم! آپ کے پاس مال تو ہے ہی نہیں۔ رہی خوف کی بات، تو میں ایسے شہر میں رہتا ہوں کہ وہاں تک آپ کے لشکر پہنچ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرایا گیا تو میں ڈر گیا اور مجھے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ، تو میں ایمان لے آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ قبیلۂ عنس میں ایسے خطیب کم ہوں گے۔

چند روز بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے رہے۔ پھر رخصت لینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم فیصلہ کر چکے ہو تو جاؤ۔ اگر تم کوئی چیز محسوس کرو تو قریبی گاؤں میں پناہ لینا۔

حضرت ربیعہ روانہ ہوئے تو راستے میں بخار نے آلیا۔ قریبی گاؤں میں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۲

تشریف لے گئے اور وہیں ان کا وصال ہو گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

۵۹ - وفد الداریین

داریین کا دس افراد پر مشتمل وفد اس وقت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اس وفد میں تمیم ابن اوس، نعیم ابن اوس، یزید ابن قیس، فاکہ ابن نعمان، جبلہ ابن مالک، ابوہند ابن ذر، طیب ابن ذر، ہانی ابن جلیب، عزیز ابن مالک اور مرہ ابن مالک تھے۔ یہ حضرات مشرف باسلام ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طیب کا نام عبد اللہ اور عزیز کا نام عبد الرحمن رکھا۔

ہانی ابن جلیب نے بارگاہِ اقدس میں شراب کا ایک مشکیزہ، چند گھوڑے اور ایک قباء سونے سے مزین پیش کی۔ آپ نے گھوڑے اور قباء قبول فرمائی (شراب قبول نہیں فرمائی) قباء حضرت عباس ابن عبد المطلب کو عطا فرمائی، انہوں نے عرض کیا، میں اسے کیا کروں گا (سونے کے جڑاؤ کی وجہ سے پہن تو سکتا نہیں)۔

فرمایا، سونا اتار کر عورتوں کا زیور بنا لینا یا سونا فروخت کر دینا) دیباج کو بھی بیچ کر اس کی قیمت لے سکتے ہو۔

حضرت عباس نے وہ قباء ایک یہودی کے پاس آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دی۔

حضرت تمیم نے عرض کیا، ہمارے قریب رومیوں کے دو گاؤں حبری اور بیت عینون ہیں، اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے شام کو فتح فرما دے تو یہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳-۳۴۲

دونوں گاؤں مجھے عطا فرما دیں۔

فرمایا، وہ تمہیں دے دیے جائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی خلافت کے دور میں وہ گاؤں انھیں عطا فرما دیے۔ یہ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قیام پذیر رہا۔[1]

۹۰ - وفد الرہاویین

سنہ ۱۰ھ میں پندرہ رہاوی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے انھیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے طویل گفتگو فرمائی۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں مختلف تحائف پیش کیے جن میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مراوح تھا۔ آپ کے حکم پر آزمائشی طور پر اس پر سواری کی گئی تو آپ نے اسے بے حد پسند فرمایا۔ یہ حضرات مشرف باسلام ہوئے۔ قرآن پاک اور فرائض کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے انہیں حسبِ معمول عطیات سے نوازا۔ پھر یہ حضرات اپنے علاقے میں چلے گئے۔ بعد ازاں چند حضرات مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔ انھوں نے آپ کے وصال تک مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔

ان کے علاوہ عمرابن سُبیع بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴ - ۳۴۳   [2] ایضاً ص ۵ - ۳۴۴

۶۱ - وفد غامد

رمضان المبارک میں قبیلۂ غامد کے دس افراد کا ایک وفد حاضر ہوا۔ یہ حضرت بقیع الغرقد میں فروکش ہوئے۔ پھر عمدہ لباس پہن کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ایک تحریر عطا فرمائی جس میں اسلامی احکام کی تفصیل تھی۔ حضرت اُبی ابن کعب نے انہیں قرآن پاک کی تعلیم دی اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسبِ معمول انہیں عطیات عنایت فرمائے۔

۶۲ - وفد نخع

قبیلۂ نخع نے دو افراد کا وفد بارگاہِ رسالت میں بھیجا ان میں سے ایک ارطاۃ ابن شراحیل اور دوسرے ارقم تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ آپ کو ان کی وضع قطع بہت پسند آئی، فرمایا: تمہاری قوم میں تم جیسے اور لوگ بھی موجود ہیں؟

انہوں نے عرض کیا، ہماری قوم میں ستّر افراد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ہم سے افضل ہے۔

آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعائے خیر کی کہ:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِی النَّخَعِ۔

اے اللہ! قبیلۂ نخع میں برکت عطا فرما!

حضرت ارطاۃ کو ان کی قوم کا جھنڈا عطا فرمایا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۵

جھنڈا ان کے پاس تھا۔ قادسیہ کی جنگ میں بھی ان کے پاس تھا۔ ان کے شہید ہو جانے پر ان کے بھائی دُرید نے لے لیا۔ وہ شہید ہوئے تو حضرت سیف ابن حارث نے لے لیا اور کوفے میں داخل ہو گئے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں سب سے آخری وفد قبیلہ نخع کا حاضر ہوا۔ سنہ ۱۱ھ نصف محرم میں دو سو افراد حاضر ہوئے۔ یہ حضرات یمن میں حضرت معاذ ابن جبل کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔ ان میں حضرت زُرارہ ابن عمر بھی تھے وہ پہلے عیسائی تھے۔[1]

۶۳ - وفد بجیلہ

سنہ ۱۰ھ میں جریر ابن عبد اللہ بجلی اپنی قوم کے ڈیڑھ سو افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس اس راستے سے یمن والوں میں سے بہترین شخص آئے گا جس کے چہرے پر بادشاہی کا نشان ہوگا۔

چنانچہ جریر اپنی سواری پر سوار اپنی قوم کے ہمراہ آئے اور اسلام لائے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ اقدس پھیلایا اور مجھ سے ان باتوں کی بیعت لی کہ تم گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم نماز قایم کرو گے، زکوٰۃ دو گے، رمضان کے روزے رکھو گے، مسلمان کی خیر خواہی کرو گے اور والی (امیر) کی اطاعت کرو گے اگرچہ حبشی غلام ہی ہو۔

قیس بن عزرہ احمسی دو سو پچاس افراد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس قبیلے

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۶

سے تعلق رکھتے ہو؟

عرض کیا: ہم اَحْمَسُ اللهِ (اللہ تعالیٰ کے بہادر بندے) ہیں۔

فرمایا: وَ اَنْتُمُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ (تم آج اللہ تعالیٰ کے لیے ہو)

پھر حضرت بلال کو فرمایا، بجیلہ کے سواروں کو عطیات دو اور پہلے قبیلۂ احمس کے افراد کو دو۔

حضرت جریر ابن عبد اللہ، حضرت فروہ ابن عمر بیاضی کے پاس قیام پذیر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جریر سے ان کے علاقے کے لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر فرما دیا ہے ان کی مسجدوں اور میدانوں میں اذانیں دی جاتی ہیں قبائل نے اپنے بت توڑ دیے ہیں۔

فرمایا: ذوالخلصہ (بت) کا کیا ہوا؟

عرض کیا: وہ ابھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور اس بت کے توڑنے پر مامور فرمایا جسے انہوں نے جا کر توڑ دیا۔ حضرت جریر نے عرض کیا: میں گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ نے اُن کے سینے پر دستِ اقدس پھیرا اور دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا۔

اے اللہ! انھیں ہدایت دینے والا اور ہدایت دیا ہوا بنا۔

(چنانچہ وہ بخوبی گھوڑے پر سواری کرتے تھے)[1]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۷

۶۴ - وفد خثعم

عثعث ابن زحر اور انس بن مدرک، قبیلہ خثعم کی ایک جماعت کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جریر ابن عبداللہ نے جب ذو الخلصہ (بُت) کو مسمار کر دیا اور خثعم کے بعض افراد جنگ میں کام آئے تو قبیلہ خثعم نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ان کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ ہمیں ایک تحریر لکھ دیں جس میں لکھے ہوئے احکام پر عمل کریں گے۔ حضرت جریر نے انھیں تحریر لکھ دی۔[1]

۶۵ - وفد اشعریین

حضرت ابو موسیٰ اشعری پچاس افراد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضرات کشتی میں سوار ہو کر سمندری سفر کرتے ہوئے آئے تھے، ان کی کشتی جدہ میں لنگر انداز ہوئی۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو کہنے لگے، غَدًا نَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا (کل ہم محبوب ہستیوں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ملاقات کریں گے)۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے ہیں پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لا کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَشْعَرُوْنَ فِی النَّاسِ کَصُرَّۃٍ فِیْہَا مِسْکٌ۔

(لوگوں میں اشعریوں کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس میں کستوری ہو)[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۸   [2] ایضاً ص ۹-۳۴۸

مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ وفد ۷ھ میں خیبر کی فتح کے وقت حاضر ہوا۔
علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ وفد کشتی میں سوار ہو کر مدینہ طیبہ کے قصد سے روانہ ہوا تھا
لیکن ہوا نے انہیں حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر سے ہوئی پھر
مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

بخاری شریف میں ہے کہ بنو تمیم کے چند افراد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا، تمہیں بشارت ہو۔
انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں بشارت عطا فرمائی ہے تو مال بھی عنایت
فرمائیں۔ آپ کے چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

اہلِ یمن کا وفد (حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قوم) حاضر ہوا، تو فرمایا،
"تم بشارت قبول کرو، بنو تمیم نے تو قبول نہیں کی"۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے قبول کی ہم آپ سے دین
سمجھنے آئے ہیں، ہم آپ سے کائنات کی ابتداء کے بارے میں معلوم کرنا
چاہتے ہیں۔

فرمایا: ازل میں اللہ تعالیٰ موجود تھا اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی۔
ابتداءً اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھ دی تھی۔[1]

۶۶۔ وفد حضر موت

حضر موت کے بادشاہوں کی اولاد میں سے حمدہ، مخوس، مشرح اور
ابضعہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔ حضرت مخوس نے عرض
کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری زبان کی لکنت دور فرما دے۔

---

[1] زرقانی علی المواہب ج ۴، ص ۳۵-۳۳

آپ نے ان کے لیے دعا کی اور حضرموت کے صدقات میں سے انھیں کھانا کھلایا۔

وائل ابن حجر ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وائل کے چہرے پر دستِ اقدس پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور انہیں ان کی قوم کا سردار مقرر فرمایا۔ پھر صحابۂ کرام سے خطاب فرمایا:

لوگو! یہ وائل ابن حجر ہیں، حضرموت سے تمہارے پاس آئے ہیں۔ یہ اسلام کا شوق لیے ہوئے آئے ہیں۔

پھر حضرت امیر معاویہ کو فرمایا: انہیں حرّہ میں ٹھہراؤ۔

حضرت امیر معاویہ فرماتے ہیں میں ان کے ساتھ روانہ ہُوا تو زمین کی تپش نے میرے پاؤں کو جلادیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے اپنی سواری پر بٹھالو۔ انہوں نے کہا تم بادشاہوں کے ساتھ سوار ہونے کے لائق نہیں ہو۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے اپنے جُوتے دے دو تاکہ زمین کی تپش سے بچ جاؤں تو انہوں نے کہا کہ یمن والوں کو یہ خبر نہیں پہنچنی چاہیے کہ ایک عام آدمی نے بادشاہ کے جُوتے پہنے ہیں، البتہ اگر تم چاہو تو میں اپنی اونٹنی آہستہ چلاتا ہُوں تم اس کے سائے میں چل سکتے ہو۔

حضرت امیر معاویہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ان میں ابھی جاہلیت کا تکبر باقی ہے (اسلامی تعلیمات کی بدولت دُور ہو جائے گا) حضرت وائل واپس جانے لگے تو آپ نے انھیں ایک تحریر عطا فرمائی[1]

---

[1] طبقات ابنِ سعد، ج ۱، ص ۱ - ۳۵۰

۶۷ - وفد از عمان

اہلِ عمان اسلام لے آئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء ابن الحضرمی کو ان کے پاس بھیجا تاکہ انہیں اسلامی احکام کی تعلیم دیں اور ان سے صدقات وصول کریں پھر ان کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا جس میں اسد ابن یبرح الطاحی تھے انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں جو ہماری اصلاح کرے۔ حضرت مخرّبہ عبدی جن کا نام مُدرک ابن خُوط تھا، نے عرض کیا کہ مجھے اُن کے ہاں بھیجا جائے کیونکہ ان کا مجھ پر ایک احسان ہے جنوب کی جنگ میں انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا تھا پھر مجھ پر احسان کیا۔ آپ نے انھیں عمان بھیج دیا۔

بعد ازاں سلمہ ابن عیاذ ازدی ایک وفد کے ساتھ حاضر ہُوئے، انہوں نے دریافت کیا کہ ہم کس کی عبادت کریں اور لوگوں کو دعوت دیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمارے درمیان اتفاق اور الفت پیدا فرمائے۔ آپ نے دُعا کی اور یہ وفد مشرف باسلام ہُوا۔

۶۸ - وفد غافق

جُلیحہ ابن شجّار ابن صحار غافقی اپنی قوم کے ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنی قوم کے معتمد ہیں ہم اسلام لے آئے ہیں اور ہمارے صدقات ہمارے میدانوں میں رکھے ہوئے ہیں، فرمایا: تمہارے حقوق وہی ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور تمہاری

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۱

ذمہ داریاں وہی ہیں جو دوسرے مسلمانوں کی ہیں۔ حضرت عوز ابن سریع غافقی نے عرض کیا:

اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ۔

ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی قبول کی۔[1]

۶۹ - وفد بارق

بارق کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لے آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے انھیں ایک تحریر عطا فرمائی:

"یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے بارق کے لیے ہے ان کے پھل کاٹے نہیں جائیں گے، بارق سے اجازت لیے بغیر ان کے علاقے میں جانور نہیں چرائے جائیں گے خواہ موسمِ بہار ہو یا موسمِ گرما۔ اور جو مسلمان مشقت یا قحط سالی کی حالت میں ان کے پاس سے گزرے گا یہ لوگ اس کی تین دن مہمانی کریں گے، اور جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر پیٹ بھرنے کے لیے پھل چن سکے گا بشرطیکہ چوری نہ کرے۔"

اس پر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح، حضرت حذیفہ ابن یمان گواہ ہوئے اور حضرت اُبَی ابن کعب نے تحریر لکھی۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۲ [2] ایضاً

۴۔ وفدِ دوس

حضرت طفیل ابنِ عمرو دوسی مشرف باسلام ہوئے تو ان کی دعوت پر ان کی قوم بھی اسلام لے آئی۔ ان کے ساتھ ستر یا اسی کنبے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن اُزیہر دوسی بھی شامل تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے (یہ ۷ھ کا واقعہ ہے) یہ حضرات خیبر میں جاکر حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ آئے۔ حضرت طفیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے میری قوم سے جدا نہ فرمائیں۔ آپ نے انھیں حرۃ الدجاج میں ٹھہرایا۔ حضرت ابوہریرہ ہجرت کرکے آئے تو راستے میں یہ شعر کہا: ؎

یَا طُوْلَهَا مِنْ لَیْلَةٍ وَّ عَنَاءُهَا
عَلٰی اَنَّهَا مِنْ بَلْدَةِ الْکُفْرِ نَجَّتِ

وہ رات بہت ہی طویل اور پُرمشقت تھی لیکن اس نے کفر کے شہر سے نجات دی۔

حضرت عبداللہ ابن اُزیہر نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم میں میرا ایک مقام ہے آپ مجھے ان پر امیر مقرر فرمادیں۔

آپ نے فرمایا: اے دوس کے بھائی! اسلام کی ابتداء غربت میں ہوئی اور وہ پھر غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اس نے نجات پائی اور جو منحرف ہُوا وہ ہلاک ہوگیا۔ تمہاری قوم کا بڑا آدمی وہ ہے

جو سچائی میں بڑا ہے، عنقریب حق، باطل پر غالب ہو جاتے گا۔[1]

۷۱ - وفد ثمالہ و حُدان

عبداللہ بن علس ثمالی اور مُسیلمہ ابن ہزان حُدانی فتح مکہ کے بعد اپنی قوم کے ایک وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، اسلام لائے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک تحریر عنایت کی جس میں اموال کے فرض صدقات درج تھے۔ یہ تحریر حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس کی لکھی تھی اور اس پر حضرت سعد ابن عبادہ اور حضرت محمد ابن مسلمہ گواہ تھے۔[2]

۷۲ - وفد اسلم

عُمیرہ ابن اُفصیٰ، قبیلۂ اسلم کے ایک وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کے طریقے کی پیروی کرتے ہیں آپ ہمیں اپنی بارگاہ میں وہ مقام عطا فرمائیں جس کی فضیلت عرب پہچانیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں۔ ہم ہر سختی اور آسانی میں آپ سے وفا کریں گے اور آپ کی امداد کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قبیلۂ اسلم کو سلامتی عطا فرمائے اور قبیلۂ غفار کی مغفرت فرمائے، آپ نے قبیلۂ اسلم اور عرب کے ان مسلم قبائل کو ایک تحریر عطا فرمائی جو سمندر کے کنارے اور ہموار

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۳ [2] ایضاً ص ۳-۳۵۳

زمین کے رہنے والے تھے۔ اس تحریر میں صدقہ اور چوپایوں کے فرض صدقات کا ذکر تھا۔ یہ مکتوب حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس نے لکھا۔ حضرت ابوعُبیدہ ابن الجراح اور حضرت عمر ابن الخطاب گواہ بنے۔[1]

۷۳۔ وفد مُہرہ

قبیلۂ مُہرہ کا وفد مُہری ابن الابیض کی قیادت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا تو وہ اسلام لے آئے۔ آپ نے انہیں عطیات سے نوازا اور ایک تحریر عطا فرمائی:

"یہ مکتوب ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے مُہری ابن الابیض کے لیے ان لوگوں کے بارے میں جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کا مال نہیں لُوٹا جائے گا، ان پر حملہ نہیں کیا جائے گا، ان پر اسلامی احکام کا قائم کرنا لازم ہے، جس نے ردو بدل کیا اس نے جنگ کا آغاز کر دیا ہے، جو ایمان لایا اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ ہے، گری ہوئی چیز واپس کی جائے گی، اونٹ چرانے والی جماعت کو نوازا جائے گا، میل کچیل گناہ ہے اور رفث بدکاری کا نام ہے۔" یہ مکتوب حضرت محمد ابن مسلمہ انصاری نے لکھی۔

قبیلۂ مُہرہ کا ایک شخص زُہیر ابن قرضم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں اپنے قریب جگہ دیتے اور عزت افزائی فرماتے کیونکہ وہ دُور دراز کی مسافت طے کر کے آئے تھے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے انھیں ثابت قدمی کی دعا دی، زادِ راہ دیا اور ایک

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۴

مکتوب عطا فرمایا۔[1]

۴۷ - وفد نجران

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کی طرف ایک مکتوب ارسال فرمایا، تو ان کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، جس میں ان کے چودہ معززین تھے، چند کے نام یہ ہیں:

(۱) عاقب، اس کا نام عبد المسیح تھا اس کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا۔

(۲) ابو الحارث ابن علقمہ، بنو ربیعہ سے، اور کرز کے بھائی تھے۔

(۳) السید ابن الحارث

(۴) اوس ابن الحارث

(۵) زید ابن قیس

(۶) شیبہ

(۷) خویلد

(۸) خالد

(۹) عمر

(۱۰) عبید اللہ

ان میں سے تین ان کے معاملات کے نگران تھے، عاقب ان کے امیر تھے دوسرے لوگ ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ ابو الحارث ان کے لشپ، عالم، امام اور مدارس کے منتظم تھے۔ السید، سفر میں راہنمائی کرتے تھے۔

یہ لوگ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو انھوں نے حبرہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور چادروں کے کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا۔ یہ لوگ مشرق کی طرف

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶-۳۵۵

منہ کر کے نماز پڑھنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، انھیں پڑھنے دو۔

پھر یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا اور ان سے گفتگو نہیں کی۔ حضرت عثمان غنی نے انہیں فرمایا تمہارے اس لباس کی وجہ سے تمہارے ساتھ گفتگو نہیں کی گئی۔ دوسرے دن وہ راہبوں کا لباس پہن کر آئے اور سلام عرض کیا تو آپ نے انہیں جواب دیا پھر انہیں اسلام کی دعوت دی، دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی، انھیں قرآن پاک سنایا لیکن وہ اسلام لانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اگر تم ایمان لانے سے انکاری ہو تو آؤ میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں۔ اس وقت تو یہ لوگ واپس چلے گئے دوسرے دن صبح عبدالمسیح اور ان کے دو صاحب فکر افراد حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ سے مباہلہ نہ کریں۔ آپ حکم فرمائیں ہم صلح کرنے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ دو ہزار حلّے سالانہ دینے پر صلح ہوئی ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں۔ اور یہ طے پایا کہ اگر یمن میں جنگ ہوئی تو یہ چیزیں عاریۃً دی جائیں گی: تیس زرہیں، تیس نیزے، تیس اونٹ اور تیس گھوڑے۔ اور فرمایا کہ نجران اور اس کے اطراف کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ، اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذمہ ہے ان کی جانوں، ان کی ملت، زمین، اموال، ان کے حاضر و غائب اور ان کے گرجوں کا۔ ان کے بشپ اور عالم کو اس کے مرتبہ سے، راہب کو رہبانیت سے اور واقف کو وقف سے روکا نہیں جائے گا۔ اس پر ابوسفیان ابن حرب، اقرع ابن حابس اور مغیرہ ابن شعبہ کو گواہ بنایا۔

یہ لوگ اپنے علاقہ کی طرف چلے گئے۔ چند روز کے بعد سید اور عاقب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال تک اور اس کے بعد خلافتِ صدیقی میں نجران کے عیسائی اس معاہدہ پر قائم رہے۔ خلافتِ فاروقی میں انہوں نے سودی کاروبار کیا تو حضرت عمر فاروق نے انہیں جلا وطن کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ عراق چلے گئے اور کوفہ کے قریب نجرانیہ میں قیام پذیر ہو گئے۔[1]

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ نجران، مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات مرحلوں کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ہے، قرآن پاک میں جس اُخدود کا ذکر ہے وہ نجران کا ایک گاؤں ہے۔ ذونواس یہودی حمیری نے نجران کے عیسائیوں سے جنگ کی اور جنہوں نے عیسائیت سے ارتداد قبول نہ کیا انہیں اُخدود میں جلا کر ہلاک کر دیا۔

یہ وفد ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے چوبیس معزز افراد تھے۔ ابن سعد نے چودہ کی تعداد بتائی ہے۔ ممکن ہے وہ بہت ہی زیادہ معزز ہوں۔ ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس فرشتہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ اگر اہلِ نجران نے مباہلہ کا فیصلہ کر لیا تو وہ ہلاکت سے بچ نہ سکیں گے۔ دوسرے دن آپ نے حضرت حسین اور حضرت حسن کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوئے، پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ زہرا چل رہی تھیں اور ان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ تھے، آپ انہیں فرمارہے تھے کہ جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا
عیسائیوں کے بشپ نے کہا :

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۸-۳۵۷

إِنِّي لَأَرَى وُجُوهًا لَوْ سَأَلُوا اللّٰهَ أَنْ يُزِيلَ جَبَلًا مِنْ مَكَانِهِ لَأَزَالَهُ فَلَا تَبَاهِلُوا فَتَهْلِكُوا وَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ نَصْرَانِيٌّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔	میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دینے کی دعا کریں تو اسے ہٹا دے گا لہٰذا تم مباہلہ نہ کرو، ہلاک کر دیے جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے البتہ مصالحت کے لیے تیار ہیں۔[1]

۷۵۔ وفد جیشان

ابو وہب جیشانی اپنی قوم کے ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے یمن میں پائی جانے والی شرابوں کے بارے میں دریافت کیا اور بتایا کہ شہد سے تیار کی جانے والی شراب کو بتع اور جو سے تیار شدہ شراب کو مزر کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ان کے پینے سے تمہیں نشہ آتا ہے؟

عرض کیا: اگر زیادہ پئیں تو نشہ آور ہے۔

فرمایا: فَحَرَامٌ قَلِيلُ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ (جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)

---

[1] زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۴۹۔ ۴۷

پھر انہوں نے سوال کیا کہ ایک شخص شراب بناتا ہے اور اپنے کارندوں کو پلاتا ہے۔
فرمایا، كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (ہر نشہ آور حرام ہے)[1]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۳۵۹

مؤلف کی دوسری مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	کیفیت	زبان	سن تصنیف	صفحات	ناشر
۱	المرضاۃ حاشیہ المرقاۃ	منطق	عربی	۱۹۷۸ء	۱۳۶	مکتبہ قادریہ لاہور
۲	حول مبحث التوسل	عقائد	〃	۱۹۸۸ء	۳۲	〃 〃
۳	مدینۃ العلم	〃	〃	۱۹۸۹ء	۵۶	〃 〃
۴	المعجزۃ وکرامات الاولیاء	〃	〃	۱۹۸۹ء	۴۰	〃 〃
۵	الحیاۃ الخالدۃ	〃	〃	۱۹۸۹ء	۲۴	رضا اکیڈمی لاہور
۶	جہاد افغانستان در نظر علماء اہلسنت پاکستان	فتوی	فارسی	۱۹۸۸ء	۱۶	〃 〃
۷	سوانح سراج الفقہاء	تذکرہ	اردو	۱۹۷۲ء	۴۰	مرکزی مجلس رضا لاہور
۸	تذکرہ اکابر اہلسنت	〃	〃	۱۹۷۶ء	۵۹۲	مکتبہ قادریہ لاہور
۹	برکات آل رسول	فضائل	〃	۱۹۷۶ء	۲۵۶	〃 〃
۱۰	سنی کانفرنس ملتان کا پس منظر	تاریخ	〃	۱۹۷۸ء	۸۸	〃 〃
۱۱	کشف النور عن اصحاب القبور	فقہ	〃	۱۹۷۸ء	۴۷	مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور
۱۲	سنی کانفرنس ملتان کی روئیداد	رپورٹ	〃	۱۹۷۹ء	۶۴	مکتبہ قادریہ لاہور
۱۳	ترجمہ تحقیق الفتوی	عقائد	〃	۱۹۷۹ء		شیخ عبدالحق اکیڈمی بندیال
۱۴	حاشیہ تحفہ نصائح	اخلاقیات	〃	۱۹۸۰ء	۱۳۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۵	〃 ہدایہ منظوم	فقہ	〃	۱۹۸۲	۶۴	مکتبہ قادریہ لاہور
۱۶	〃 نحو میر	نحو	〃	۱۹۸۳ء	۱۱۲	〃 〃
۱۷	اسلامی عقائد	عقائد	〃	۱۹۸۴ء	۲۹۶	〃 〃

۱۸	حاشیہ کریما سعدی	اخلاقیات	اردو	۱۹۸۳ء	۱۶	مکتبہ قادریہ لاہور
۱۹	اندھیرے سے اُجالے تک	تنقید	〃	۱۹۸۵ء	۲۸۰	رضا اکیڈمی لاہور
۲	نعرۂ یا رسول اللہ	عقائد	〃	۱۹۸۵ء	۱۳۸	〃 〃
۲	حاشیہ نام حق	نعت	〃	۱۹۸۵ء	۲۸	مکتبہ قادریہ لاہور
۲	شیشے کے گھر	تنقید	〃	۱۹۸۶ء	۱۶۸	رضا اکیڈمی لاہور
۲	امام احمد رضا اور ردّ شیعہ	〃	〃	۱۹۸۶ء	۵۳	برکاتی پبلشرز کراچی
۲	حیات جاودانی	عقائد	〃	۱۹۸۹ء	۲۴	رضا اکیڈمی لاہور
۲	ترجمہ اشعۃ اللمعات (جلد ۲)	حدیث	〃	۱۹۹۰ء	۹۱۲	فرید بک سٹال لاہور
۲	تنقیدی جائزہ	عقائد	〃	۱۹۹۱ء	۴۳۸	رضا دار الاشاعت لاہور
۲	مقالات سیرت	سیرت	〃	۱۹۹۳ء	۲۵۲	مکتبہ قادریہ لاہور
۲	اشعۃ اللمعات (جلد ۳)	حدیث	〃	زیر طبع		فرید بک سٹال لاہور
	زندہ جاوید خوشبوئیں	ادب	〃	۱۹۹۳ء	۲۲۰	مکتبہ قادریہ لاہور
	یادِ اعلیٰحضرت	تذکرہ	اردو	۱۹۶۸ء	۶۴	جمعیۃ العلماء سرحد
	احسن الکلام فی مسئلۃ التعظیم	فتویٰ	اُردو	۱۹۶۸ء		پاکستان
	غایۃ الاحتیاط فی مسئلۃ حیلۃ الاسقاط	فقہ	اُردو	۱۹۶۸ء		〃
		〃				〃

ماخوذ از: مقالہ محبوب احمد چشتی
علمائے اہلسنت کی علمی خدمات
۱۹۱۲ء–۱۹۸۲ء

۱۶ نومبر ۲۰۰۱ء

تصنیف ....

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام
علیہ الصلاۃ والسلام فی الیقظۃ والمنام

کا اردو ترجمہ

تصنیف....
امام علامہ محمد بن موسیٰ المزالی المراکشی رحمہ اللہ تعالیٰ
ولادت ۶۰۷ھ وفات ۶۸۳ھ

ترجمہ....
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

تصانیف

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

- یاد اعلیٰحضرت رحمہ اللہ
- مقالات رضویہ
- من عقائد اہل السنۃ
- نور نور چہرے

مکتبہ قادریہ • لاہور